اورنگ زیب عالمگیر

رئیس احمد جعفری

اورنگ زیب عالمگیر

BC

کتابوں کی دُنیا میں خوش آمدید!!!

بُک کارنر شورُوم

اَب facebook پر!!

جہاں آپ کو ملیں

کتابوں سے متعلق

معلومات ...... اقتباسات ...... تبصرے

...... تجزیے ...... اور بہت کچھ!!

براہِ راست لنک:

www.facebook.com/bookcornershowroom

آج ہی ممبر بننے کے لیے پیج پر بنے بٹن

Like

پر کلک کیجیے!

اور سینکڑوں ممبرز کی فہرست میں آپ بھی شامل ہو جائیے!!

اورنگ زیب عالمگیر

رئیس احمد جعفری

بک کارنر
شوروم: بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان
فون نمبر 0544-614977 موبائل 0323-5777931
پرنٹرز۔ پبلشرز۔ کمپوزرز۔ ڈیزائنرز۔ بک سیلرز۔ ہول سیلرز اینڈ لائبریری آرڈر سپلائرز

جملہ حقوق محفوظ ہیں

اشاعت ———— 14، اگست 2013ء
نام کتاب ———— اورنگ زیب عالمگیر
مصنف ———— رئیس احمد جعفری
تزئین و اہتمام ———— شاہد حمید/ ولی اللہ
سرورق ———— ابو امامہ
مطبع ———— مکتبہ جدید پریس، لاہور

التماس: اللہ ربّ العزت کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتاب کی تصنیف، پروف ریڈنگ، طباعت، تصحیح اور جلد بندی میں انتہائی احتیاط کی گئی ہے۔ تاہم غلطی کا احتمال بہرحال باقی رہتا ہے۔ بشر ہونے کے ناطے اگر سہواً غلطی رہ گئی ہو یا صفحات درست نہ ہوں تو ناشر، پروف ریڈرز اور طابع ہر قسم کے سہو پر اللہ غفور الرحیم سے عفو و کرم کے خواستگار ہیں۔ قارئین سے گزارش ہے کہ کتاب میں اگر کہیں بھی غلطی یا خامی نظر آئے تو ازراہِ کرم مطلع فرما دیں تاکہ آئندہ ایڈیشن میں درستگی عمل میں لائی جا سکے۔ ادارہ "بک کارنر جہلم" کے متعلقین اپنے کرم فرماؤں کے تعاون کیلئے بے حد شکر گزار ہیں۔ (ناشر)

BOOK CORNER
SHOWROOM: Opposite Iqbal Library, Book Street, Jhelum, Pakistan
Ph: +92 (0544) 614977, 621953 - Mob: 0323-577931, 0321-5440882
http://www.bookcorner.com.pk - email: bookcornershowroom@gmail.com
www.facebook.com/bookcornershowroom

* * *

آہ! جولاں گاہِ عالمگیر، یعنی وہ حصار
دوش پر اپنے اٹھائے سیکڑوں صدیوں کا بار
زندگی سے تھا کبھی معمور، اب سنسان ہے
یہ خموشی اس کے ہنگاموں کا گورستان ہے
اپنے سکّانِ کہن کی خاک کا دلدادہ ہے
کوہ کے سر پر مثالِ پاسباں استادہ ہے

(علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ، بانگِ درا)

○

وہ طوفان کی طرح اٹھا اور بہت جلد اس نے ہندوستان جیسے وسیع و عریض ملک کو اپنے دامنِ شوکت و جلال سے وابستہ کر لیا، بے شک اس کے آبا و اجداد اس ملک پر حکومت کرتے آئے تھے لیکن اسی دبدبہ اور طنطنہ سے؟ بے شک وہ ہندوستان کا پہلا مسلمان بادشاہ نہ تھا، لیکن کیا اس سے پہلے اور اس کے بعد کسی مسلمان بادشاہ نے شانِ اسلام اور روایات اسلامی کا اس طرح تحفظ کیا تھا کہ اپنی جان کی بازی لگا دی ہو؟ ہر طرح کی عیش و آرام سے بے پروا ہو کر اسی ایک مقصد کے حصول میں سرگرم کار رہا ہو؟

——— تاریخ کا جواب نفی میں ہے!

○

◆

”جو لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ سیوا جی نے عالمگیر کا مقابلہ کیا، اور عالمگیر نے مرہٹوں کی شکست وریخت میں عمر عزیز کے ۲۵ سال صرف کر دیئے وہ غلط فہمی مبتلا ہیں!

عالمگیر کو صرف سیوا سے مقابلہ نہیں کرنا پڑا!

عالمگیر کے مقابلہ میں ہر اسلام دشمن طاقت صف آرا تھی، علانیہ بھی اور خفیہ بھی!

عالمگیر کے بجائے کوئی اور ہوتا وہ ہار مان لیتا لیکن وہ عالمگیر تھا جو مسلسل پچاس سال تک اسلام دشمن قوتوں کا پامردی کے ساتھ مقابلہ کرتا رہا، اور بالآخر انہیں شکست دے کر اس نے دم لیا، سچ تو یہ ہے وہ اسلام کے ترکش کا آخری تیر تھا!“

◆

○

"اُسے اپنوں سے بھی مقابلہ کرنا پڑا، اور غیروں سے بھی، دشمنوں سے بھی لڑنا پڑا، اور دوستوں سے بھی، بھائیوں سے بھی، اور باپ سے بھی، عزیزوں سے بھی، اور ساتھیوں سے بھی!

کوئی شخص بھی اتنی لڑائیاں اس استقلال اور پامردی کے ساتھ نہیں لڑ سکتا،

وہ صرف عالمگیر تھا جس نے ایک بڑے، بلند اور عظیم الشان مقصد کے حصول کیلئے یہ ساری لڑائیاں بے جگری اور بہادری کے ساتھ لڑیں، نہ اس کے قدم ڈگمگائے، نہ اس کے عزم و ثبات میں فرق آیا، اس کے مخلص ہونے کا یہ سب سے بڑا اور ناقابلِ تردید ثبوت ہے ——— !"

○

حصہ اوّل

اورنگ زیب

عالمگیر

ترکشِ ماراخدنگِ آخرین ______!

شورشیں اور بغاوتیں!

ہندوستان پر حکومت غوری نے بھی کی اور ایبک نے بھی، التمش نے بھی اور خلجی نے بھی، تغلق نے بھی اور ــــــ بابر، ہمایوں، اکبر، جہانگیر، اور شاہجہان اعظم نے بھی!

لیکن کسی کا دور حکومت بھی وہ عظمت اور انفرادیت نہیں رکھتا تھا جو قدرت نے اورنگ زیب عالمگیر کیلئے خاص کر دی تھی۔

عالمگیر کا عہد حکومت، فتنہ، آشوب، ہنگامہ و شورش، سرکشی اور بغاوت کے طوفان بدوش واقعات سے لبریز ہے، اس عہد میں فتنوں نے زیادہ سے زیادہ سر اٹھایا، آشوب کی کارفرمائی ہر عہد سے زیادہ رہی، ہنگامے عروج پر رہے، شورش ہر صوبے اور ہر ریاست میں ہوئی، سرکشی اور بغاوت کیلئے چھوٹے اور بڑے کا فرق نہ تھا، جسے موقع ملا، جس نے عالمگیر کو اپنے سے دور پایا، جسے طالع آزمائی کا شوق ہوا وہ سواروں اور پیادوں کی ایک جمعیت لے کر گیا یا میدان میں آیا، کسی قلعہ میں مستحکم ہو کر بیٹھ گیا۔ لیکن ان حادثات اور واقعات نے عالمگیر کے عزم واستقلال کو ذرا بھی متاثر نہیں کیا!

اس کی قوتِ ارادی میں ذرا بھی فرق نہیں آیا۔

ہر تازہ حادثہ اس کے سمند عزم کیلئے مہمیز کا کام کرتا تھا!

ہر نیا آشوب، ہر نئی شورش، ہر نئی بغاوت اس میں ایک نیا حوصلہ، ایک نیا ولولہ اور ایک نیا جذبہ پیدا کر دیتی تھی!

عالمگیر کی حکومت صرف دہلی تک محدود نہ تھی، بنگال بھی اس کا باجگزار تھا اور دکن بھی، آسام اور تری پورہ کے دور درست علاقے بھی، دوابہ گنگ و جمن کی سرزمین بھی،

مالوہ بھی اور وسطِ ہند بھی وہ ان تمام محکوم علاقوں کا بذاتِ خود انتظام کرتا تھا، ہر بات کی خبر رکھتا تھا، حکام و عمال اور افسران فوج کی کڑی نگرانی کرتا تھا، ملک کے بعید ترین علاقے میں بھی اگر کوئی حادثہ رونما ہو جاتا، تو عالمگیر اُٹھ کھڑا ہوتا، اور اس وقت تک دم نہ لیتا جب تک نظم و امن نہ قائم کر لیتا۔

ان رزم آراؤں، شورش پسندوں اور باغیوں میں مسلمان تھے اور ہندو بھی۔

مسلمان اس لئے کہ وہ متحدہ ہندوستان کی مرکزی حکومت اور اس کی پابندیوں سے گھبراتے تھے۔ وہ چاہتے تھے کہ جس علاقے پر خواہ وہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو ان کا قبضہ ہے وہاں تو س عن الملکی بجاتے رہیں، اور ان کی خود مختاری اور خود سری میں کوئی مخل اور حارج نہ ہو۔

ہندو اس لئے کہ وہ گذشتہ مسلمان سلاطین کی رواداریوں اور عنایتوں کے باعث کافی طاقت ور ہو چکے تھے ان میں تنظیم پیدا ہو چکی تھی وہ سیاسی شعور سے بہرہ ور ہو چکے تھے، انہیں اندازِ حکمرانی بھی آ گیا تھا، وہ فوج کے افسر تھے ——— صوبوں کے گورنر تھے، مالیات کے وزیر تھے، بڑی بڑی مہمیں اپنے مسلمان بادشاہوں کے حکم سے انہوں نے سر کی تھیں۔

اور اب!

اور اب وہ سوچ رہے تھے کہ جب ہم یہ سب کچھ کر سکتے ہیں تو اپنے ملک میں حکومت کیوں نہیں کر سکتے؟

ہم مسلمانوں کے محکوم کیوں ہیں؟

ہم ان کی رعایا بننے کا عار کیوں برداشت کر رہے ہیں؟

ہم آزاد کیوں نہیں ہوتے؟

ہم اپنی آزاد اور خود مختار حکومت کیوں نہیں قائم کرتے؟

ہندوستان پر مسلمان حکومت کیوں مسلط ہے؟ ہندو حکومت کیوں نہیں وجود پذیر

ہوتی؟ ـــــــــــــــ

یہ خیال کسی ایک کے دل میں نہیں بہتوں کے دل میں جاگزیں تھا!

لیکن میدان میں آنے کی ہمت کسی میں نہیں تھی!

سیواجی ایک معمولی آدمی تھا۔ لیکن ایک بہت بڑی علامت تھا!

وہ مسلم راج کو ختم کرنے اور ہندو راج قائم کرنے کے اس جذبہ کا ترجمان تھا جو بہت سے دلوں میں گھر بنا چکا تھا!

یہی وجہ ہے کہ گو وہ بہت معمولی آدمی تھا، لیکن اسے ہر طرف سے مدد مل رہی تھی۔

ہر کونے سے!

ہر گوشے سے!

سازوسامان کی صورت میں بھی سیم وزر کی صورت میں بھی اور جان نثاروں، سرفروشوں اور فدائیوں کی فوج درفوج کی صورت میں بھی۔

لیکن یہ موج درموج فوج بھی باہمہ سازوسامان جنگ، اور باہمہ انبار سیم وزر اتنی ہمت نہیں رکھتی تھی کہ کھل کر میدان میں آسکے اور عالمگیر کو یا دوسرے الفاظ میں مسلم حکومت کو چیلنج دے سکے کہ جاؤ، ہمارے لئے جگہ خالی کردو!

سیواجی نے بہت سی جنگیں لڑیں ـــــــــــ لیکن میدان میں نہیں"

وہ جنگ گریزپا (گوریلا وار) کا عادی تھا، وہ شب خون مارتا تھا، وہ قزاقوں اور ڈاکوؤں کی طرح اچانک آپڑتا تھا، آتا تھا، اور لڑتا ہوا بھاگ نکلتا تھا، وہ میدان کی جنگ کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا، وہ دشوار گذار راستوں پر چھاپے مارتا تھا، پُرامن شہریوں پر حملے کرتا اور انہیں لوٹ لیتا تھا، وہ فوج پر اس وقت حملہ نہیں کرتا تھا جب وہ سلاح جنگ سے آراستہ ہوکر صفیں مرتب کرکے تلوار لہراتی اور خنجر چمکاتی میدان میں نمودار ہوتی تھی، یہ وقت تو اس کے بھاگنے کا وقت تھا!

وہ اس وقت حملہ کرتا تھا، جب فوج آرام کر رہی ہوتی تھی، سو رہی ہوتی تھی راستہ طے کر رہی ہوتی تھی، ایسے موقع پر وہ آندھی کی طرح آتا تھا، اور آندھی ہی کی طرح نکل جاتا تھا۔

سیواجی تنہا نہ تھا!

اسے ان والیان ریاست کی پوری مدد حاصل تھی جو ہندوستان پر حکومت کرنے اور مسلمانوں کو نکال باہر کر دینے کا خواب دیکھ رہے تھے، سیواجی خود کچھ نہ تھا محض آلۂ کار تھا!

لیکن جب سیواجی کی جنگ گریز پا کامیاب ثابت ہوئی اور اُسی نے بہت سے قلعوں پر قبضہ کر لیا، اس نے چھاپے مار مار کر آس پاس کی مسلم آبادیوں کو تباہ و برباد کر دیا، اس نے دور دست علاقوں پر حملہ کیا، مسلمان گورنر قید کر لیا، اور اپنا پرچم کشور کشائی لہرا دیا، تو وہ آلۂ کار نہیں رہ گیا تھا، اب خود اس کے دل میں یہ عزم صمیم پیدا ہو چکا تھا کہ مرہٹے سارے ہندوستان پر حکومت کرینگے اور ہندوستان کی دوسری قومیں ان کی ماتحتی میں زندگی بسر کریں گی، رہے مسلمان تو یا وہ جنت میں پہنچا دیئے جائیں گے یا جس سمت سے آئے تھے وہیں دھکیل دیئے جائیں گے۔ ان کے بارے اس کا یہ فیصلہ اٹل تھا!۔۔۔۔۔۔ اس میں کسی طرح کی ترمیم کا کوئی امکان نہیں تھا، اُسے یقین تھا کہ وہ اپنے مقصد میں ضرور کامیاب ہوگا!

سیواجی کی کامیابیوں نے اس کے خفیہ حامیوں اور طرف داروں کو اس کا اور زیادہ مداح اور قدر شناس بنا دیا۔

وہ پہلے سے زیادہ جوش و خروش کے ساتھ اس کی مدد کرنے لگے۔

انہوں نے اپنے آپ کو اس پر بھی آمادہ کر لیا کہ اگر ہندوستان کی حکومت ہمارے بجائے سیواجی کے ہاتھوں میں آتی ہے، تو بھی کوئی مضائقہ نہیں مسلمانوں سے تو نجات مل جائے گی!

مسلمانوں سے نجات!

اور جن مسلمانوں سے نجات چاہی جا رہی تھی، یہ وہی تھے جنہوں نے بزور شمشیر یہ ملک فتح کیا تھا، لیکن مفتوح قوم کو کبھی بھی اپنی رواداری، اور عالی ظرفی کے باعث یہ محسوس نہیں ہونے دیا تھا کہ وہ مفتوح ہے۔

انہوں نے اس مفتوح قوم کو اعلیٰ مناسب پر فائز کیا۔ کلیدی عہدوں پر مامور کیا، فوج کی باگ ان کے ہاتھ میں دی، خزانہ ان کے سپرد کیا۔ دربار کے بلند ترین اشروف اعیاں کے زمرہ میں اُنہیں شریک کیا! اس سے اس طرح گھل مل گئے۔ کہ تو من شدی من تو شدم کا معاملہ ہو گیا۔ اپنی تہذیب سے اگر اُسے متاثر کیا، تو خود بھی اس کی تہذیب کا اثر قبول کیا!

ان کارناموں کے باوجود اتنے معتوب اور نالاں تھے کہ اُن سے نجات پانے کی تدبیریں عمل میں لائی جا رہی تھیں۔

* * *

مسلمان بادشاہ

صورت احوال کی نزاکت کو عالمگیر نے بہت اچھی طرح محسوس کر لیا تھا! وہ اس نتیجہ پر پہنچا تھا کہ شورش اور بغاوت کو پوری قوت سے کچل دینا چاہئے شورش پسندوں اور باغیوں نے متعدد مقامات پر مندروں کو سازش کدہ بنا رکھا تھا!

انہیں اطمینان تھا کہ مسلم حکومت ان کے مذہبی معاملات میں مداخلت نہیں کرتی، ان کی پرستش اور طرزِ عبادت میں مخل نہیں ہوتی۔

وہ مندر میں بیٹھ کر پُوجا کریں یا سازش حکومت کو اس کی خبر نہیں ہو سکتی!

لیکن عالمگیر ہوشیار اور بیدار مغز تھا!

اس کا نظام خبر رسانی اتنا زبردست مستحکم اور وسیع تھا کہ ملک کے کسی گوشہ میں پتا بھی اگر کھڑکتا تھا تو اُسے فوراً خبر ہو جاتی تھی۔

مندروں کی سازشیں اس کے علم میں آ گئیں اور اس نے ان مندروں کو بدنامی اور رسوائی کا ذرا بھی اندیشہ کئے بغیر منہدم و مسمار کر دیا۔

متھرا کا مندر شورش پسندں اور باغیوں کا سب سے بڑا مرکز تھا، اس نے ذرا بھی پرواہ نہ کی اور اس سازش کدے کو منہدم کر دیا، اور وہاں ایک عالی شان مسجد تعمیر کر دی![1] یہ اقدام اس نے صرف متھرا ہی میں نہیں کیا ہر اس جگہ کیا جہاں سے سازش کے سرچشمے ابل رہے تھے۔

---

[1] مآثر عالمگیری۔

ان واقعات وحوادث سے ایک ہلچل مچ گئی ایک قیامت برپا ہوگئی!

مگر وہ ذرا بھی متاثر نہ ہوا!

سازش کدے اسی لئے تھے کہ زمین کے برابر کرائے جائیں، منہدم کر دیئے جائیں، ان کی اینٹ سے اینٹ بجادی جائے خواہ ان کا نام کتنا ہی مقدس کیوں نہ رکھا گیا ہو۔

ورنہ جہاں تک ان مندروں کا تعلق تھا، جو سازش کدے نہ تھے، بلکہ حقیقی معنی میں پرستش گاہ تھے۔ عالمگیر کا سلوک اتنا ہی روادارانہ تھا جتنا اکبر یا جہانگیر کا ہوسکتا تھا۔

اس نے بنارس میں بھی جو ہندوؤں کا بہت بڑا تیرتھ تھا، یہی کیا، جن مندروں کو سازش کا گھورا پایا، انہیں منہدم کر کے مسجد تعمیر کر دی اور جہاں سازشیں نہیں ہوتی تھیں، صرف پوجا اور پرستش کی جاتی، ان مندروں کی نہ صرف حفاظت کی بلکہ انہیں بیش بہا آمدنی کی جاگیریں بھی دیں پروانے بھی عطا کیے۔

عالمگیر کا دربار خاص آراستہ ہے، خدام بارگاہ ادب سے سر جھکائے کھڑے ہیں، اعیان واشراف، وزراء اور قاضی شہر مؤدب موجود ہیں، افسران فوج اور حکام والا مقام بھی تشریف فرما ہیں اس مجمع میں خانِ جہاں بھی ہے جو دلاوری میں یکتا، اور سپہ گری کے فنون میں یگانہ تھا، عالمگیر اُسے خاص طور پر عزیز رکھتا تھا، اس نے خان جہان کو مخاطب کیا اور کہا؟

”ہندوستان پر مسلمانوں کی حکومت کا سلسلہ کسی سو سال سے جاری ہے!

”بجا ارشاد ہوا جہاں پناہ!“

”لیکن مسلمانوں نے مسلمان بن کر حکومت نہیں کی، مسلمان رہ کر آداب فرمانروائی نہیں ادا کیے۔“

”بجا ارشاد ظل الٰہی!“

”مسلمانوں نے مسلمان کی حیثیت سے اس ملک کو فتح کیا، جہاد کا

نعرہ لگایا خاصانِ خدا سے استمداد کی، اللہ اکبر کے زور پر آگے بڑھے اور بڑھتے چلے گئے۔"

"جہاں پناہ کا ایک ایک لفظ صحیح ہے!"

"لیکن خان جہان ہم پوچھتے ہیں، اس ملک میں مسلمان تو نظر آتے ہیں مگر اسلام بھی کہیں دکھائی دیتا ہے؟"

نہیں ظلِ الٰہی کہیں نہیں!

اور یہی ہماری سب سے بڑی کمزوری ہے!

"درست، بجا!"

"ہم نے رواداری کا مفہوم غلط سمجھا، ہم نے رواداری کا مفہوم یہ لیا کہ خود بھی اسلام سے بیگانہ ہو جائیں۔

"مگر جہاں پناہ، ______

"ہاں کہو خان جہاں، کیا کہنا چاہتے ہو تم؟"

"غلام یہ عرض کر رہا تھا کہ اگر ہم واقعی اسلام سے بیگانہ ہوتے تو عالی شان مسجدیں جہاں صبح و شام خدائے رحمان و رحیم کا ذکر ہوتا ہے کہاں ہوتیں؟ یہ خانقاہیں جہاں شب و روز یادِ الٰہی کا سلسلہ جاری رہتا ہے، کیسے عالم وجود میں آتیں؟ یہ مدرسے جہاں سے قال اللہ اور قال الرسول کے ترانے بلند ہوتے ہیں کیونکر قائم ہوتے ______ کیا یہ سب اسلام سے شیفتگی کا ثبوت نہیں ہے!"

"(مسکرا کر) خان جہان تم جذبات کی رو میں بہہ رہے ہو!"

"غلام سے اگر کوئی غلطی ہوئی ہو تو وہ معذرت خواہ ہے!"

"(سنجیدگی کے ساتھ) نہیں تم سے کوئی غلطی نہیں ہوئی، تم نے کوئی غلطی نہیں کی، لیکن تمہارا اندازِ فکر غلط ہے۔"

"وہ کیونکر ظلِ الٰہی؟"

وہ اس طرح کہ تم نے صرف ایک پہلو دیکھا ہے۔ دوسرا یکسر نظرانداز کر گئے۔''

''دوسرا پہلو کیا ہے ظلِ الٰہی؟''

''وہ دوسرا پہلو یہ ہے کہ گو مسجدیں، خانقاہیں اور مدرسے موجود ہیں، لیکن جن مسلمانوں نے یہ سب کچھ کیا ہے اور وہ بھی تو بہت کچھ کرتے رہے ہیں ——

''جہاں پناہ ——

وہ اپنی انفرادیت گم کر چکے ہیں وہ غیر مسلموں کے رسم و رواج اور شعار سے متاثر ہو چکے ہیں، ان کی تہذیب صاف اور بے داغ تھی، لیکن اب اس پر ہندو تہذیب سے اثر پذیری کے دھبے اور داغ پڑ چکے ہیں —— تم اس بات سے انکار کر سکتے ہو!''

نہیں جہاں پناہ؟

یہ جشن نوروز کیا ہے؟ کیا یہ کوئی اسلامی جشن ہے؟

ہرگز نہیں جہاں پناہ!

کیا اس سے بوئے شکر نہیں آتی؟

دربار شاہی کے آداب، کبھی ان پر غور کیا تم نے؟

کیا یہ بھی غیر اسلامی ہیں جہاں پناہ؟

ہاں قطعاً؟ بادشاہ، خدا نہیں ہوتا ——

لیکن خداوند تو ہوتا ہے!

نہیں وہ بھی ایک آدمی ہوتا ہے، مگر اسے سجدہ کیوں کیا جائے؟ اس کے سامنے رکوع کی طرح کیوں جھکا جائے؟ —— کیا السلام علیکم نہیں کہا جا سکتا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر؟

جہاں پناہ ——

اگر شہنشاہِ دو عالم کے سامنے لوگ سربسجود نہیں ہوتے تھے، تو ان کے ایک جا کر

کمترین محی الدین عالمگیر کے سامنے ایسا کیوں کریں؟

لیکن ہر ملکے راہر رسمے ــــــ اس ملک میں جو بادشاہ جو پرست ہے، ان باتوں کی ضرورت ہے ہم ان باتوں کو تسلیم نہیں کرتے۔

خان جہاں نے کوئی جواب نہیں دیا، کچھ وقفہ کے بعد عالمگیر نے کہا۔

اور یہ سونے چاندی کے برتن، یہ سونے چاندی کے قلم دوات؟ کیا یہ چیزیں اسلامی ہیں؟

انہیں اسلامی کون کہہ سکتا ہے؟ ان کی تو ممانعت وارد ہوتی ہے؟

پھر ہمارے محل میں یہ سب چیزیں کیوں ہیں؟

جہاں پناہ ــــــ

کیا ہم تانبے اور کانسی کے برتن میں کھانا نہیں کھا سکتے؟

(لرز کر) جہاں پناہ!

کیا ہم سادہ سے قلم سے مٹی کی دوات کا استعمال کر کے نہیں لکھ سکتے؟

(اور زیادہ ہراساں ہو کر) جہاں پناہ!

ہم حکم دیتے ہیں کہ تمام غیر اسلامی آداب فی الفور ختم کر دیئے جائیں ــــــ

* * *

عالمگیر اور خان جہاں!

دربار پر سناٹا چھایا ہوا تھا ——— ایک عجیب طرح کی سراسیمگی اور دہشت!

عالمگیر مذہبی آدمی تو شروع ہی سے تھا، مگر وہ بادشاہ بھی تھا، اور بادشاہ کی حیثیت ہی سے اب تک چلتا چلا آ رہا تھا۔

مگر آج؟ ———

آج تو اس کا رنگ ہی بدلا ہوا تھا!

اب تک کبھی نہ اُس نے اس طرح سوچا تھا نہ ایسی باتیں کیں تھیں، نہ اس طرح کا کوئی انقلابی قدم اُٹھایا تھا، آج پہلی مرتبہ اُس نے ایک نئی بات سوچی، اور فوراً ہی اس پر عمل درآمد کا حکم بھی دے دیا۔

عالمگیر کے چہرے پر اس وقت بلا کی سنجیدگی طاری تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کسی گہری فکر میں غلطاں و پیچاں ہے، کوئی بہت ہی اہم بات سوچ رہا ہے!

وہ بھی خاموش تھا اور اہل دربار بھی!

دفعتہً عالمگیر نے سر اٹھایا اور کہا۔

”خان جہاں تم اور نہ صرف تم بلکہ جملہ حاضرین دربار سن لیں اور اچھی طرح گرہ میں باندھ لیں کہ اگر اس ملک میں عزت، وقار اور شان و شکوہ کی زندگی ہمیں بسر کرنا ہے، تو اس کی صورت صرف یہ ہے کہ اپنے اسلام کی ندامت کا اظہار نہ کریں۔ بلکہ گردن اُونچی کر کے فخر سے اپنے مسلمان ہونے کا اعتراف کریں!

قاضی شہر سے ضبط نہ ہو سکا بیتابانہ اپنی جگہ سے اُٹھے، اور بے ساختہ فرمایا۔

سبحان اللہ، جزاک اللہ، خدا آپ کو عمل کی توفیق دے۔

عالمگیر نے تحسین آمیز نظروں سے قاضی صاحب کی طرف دیکھا اور زیر لب تبسم کے ساتھ فرمایا:

خدا اگر عمل کی توفیق نہ دیتا تو یہ جذبہ بھی مجھ گنہگار کے دل میں نہ پیدا کرتا۔

ہم اگر مسلمان بن کر یہاں رہنا چاہتے ہیں مسلمانوں کی طرح حکومت کرنا چاہتے ہیں، مسلمان بن کر عزت اور وقار کے متمنی ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہم دوسروں کو مذہبی آزادی نہیں دیتے۔

خان جہاں نے مؤدب اور دست بستہ عرض کیا۔

بے شک آج تک کسی غیر مسلم کو یہ شکایت نہیں ہوئی کہ اس کی مذہبی آزادی سلب کرلی گئی ہے۔

اور نہ ہوگی ——— ! بے نہیں ہوگی

اس کے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ ہم مفتوح اور زیر دست قوم کے ساتھ انصاف رواداری اور عالی ظرفی کا برتاؤ بھی نہیں کریں گے۔

بجا ارشاد ہوا ظلِ الٰہی، آج تک جہاں پناہ کے منصفانہ دربار سے کوئی مظلوم انصاف سے محروم نہیں رہا ———

نہ رہے گا!

ہر مذہب کے ساتھ روادارانہ اور فیاضانہ برتاؤ کیا گیا۔

یہ سلسلہ برابر جاری رہے گا۔

بیشک جاری رہے گا۔

اور اس کے یہ معنی بھی نہیں ہیں کہ مفتوح اور زیر دست قوم کی صلاحیتوں اور قابلیتوں کو ابھرنے کا موقع نہیں دیا جائے گا۔ اسے درباری مناصب اور سرکاری ملازمتوں سے محروم کردیا جائے گا۔

بے شک، بے شک ——— کسی میں یہ جرأت نہیں کہ ایسی ناروا اور غلط

بات منہ سے نکال سکے، جب تک جے سنگھ موجود ہے کون یہ دعویٰ کر سکتا ہے؟ کیا وہ دربار شاہی کا سب سے بڑا منصبدار اور ظلِ الٰہی کا سب سے زیادہ معتمد اور امین نہیں ہے؟

بے شک ہے ——— اور ہمیں اس پر بہت زیادہ اعتماد ہے!

یہ ساری دنیا جانتی ہے!

جے سنگھ کی وفاداری، جاں نثاری اور خلوصِ بے ریا کی ہمارے دل میں عظمت ہے ہمیں اس پر اتنا ہی اعتماد ہے جتنا خود اپنی ذات پر!

بے شک ——— اور کبھی کبھی اس پر ہم جیسے غلامانِ غلام رشک میں بھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔

(مسکراتے ہوئے) تمہارا یہ رشک بھی قابل قدر ہے۔

بندہ نوازی ہے جہاں پناہ کی!

اعلیٰ سرکاری ملازمتیں اور کلیدی عہدے بھی ہم نے غیر مسلموں کو دینے میں کبھی تامل نہیں کیا۔

بے شک! ———

اگر وہ حکومت کے وفادار ہیں تو حکومت ان کی عزت افزائی اور قدر شناسی پر مجبور ہے۔

جہاں پناہ نے درست اور بجا ارشاد فرمایا!

لیکن ان تمام باتوں کے باوجود ہمارا یہ فیصلہ اٹل ہے کہ اب ہندوستان پر حکومت محی الدین اورنگ عالمگیر کی نہیں اسلام کی ہوگی؟

بے شک ایسا ہی ہونا چاہئے، ضرور ایسا ہونا چاہئے۔

ہاں یہ ہوگا۔

لیکن جہاں پناہ ———

ہاں کہو کیا کہنا چاہتے ہو تم؟

کیا اس طرح شورشوں اور بغاوتوں میں اضافہ نہیں ہو جائے گا؟

کیا اضافہ ہوا نہیں ہے؟

ہوا ہے جہاں پناہ لیکن اب اور بڑھ جائے گا۔

کیوں؟ کس لئے؟

جب رعایا یہ سمجھ لے گی کہ اس پر اسلام کی حکومت ہوگی اور وہ چونکے گی، اس میں بغاوت اور سرکشی کا جذبہ پیدا ہوگا، وہ ہندو حکومت قائم کرنے کے خواب دیکھنے لگیں گی۔

خان جہاں تم دور تک نہیں دیکھتے!

جہاں پناہ ——

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ شورشیں اور بغاوتیں بابر کے عہد میں بھی ہوئیں، ہمایوں کے دور میں بھی، اکبر، جہانگیر اور پدر بزرگوار شہنشاہ شاہجہان کے زمانے میں بھی، اب کیا نہیں ہو رہی ہیں ——

لیکن اب زیادہ ہیں!

ہاں —— لیکن کیوں زیادہ ہیں؟

یہیں بات غلام کی سمجھ میں نہیں آتی!

لیکن ہم سمجھ چکے ہیں۔

کیا جہاں پناہ کا خیال ہے ——

ہمارا خیال نہیں یقین ہے کہ شورشوں اور بغاوتوں میں اضافہ اس لئے ہوا ہے کہ ہندو حکومت قائم کرنے، مسلم حکومت اور مسلمان قوم کو نیست و نابود کرنے کا جو خواب عرصہ دراز سے دیکھا جا رہا تھا، اب اسے عمل میں لانے کی تدبیریں شروع ہو گئی ہیں ——

جہاں پناہ کیا یہ واقعہ ہے؟

ہاں ـــــــ بالکل صحیح اور درست واقعہ، اور ہم تمہیں ایک اور بات نہ بتائیں؟

ارشاد ظلِ الٰہی؟

اگر ہم اپنے اباواجداد کے نقشِ قدم پر چلتے یعنی مسلمان بن کر حکومت نہ کرتے، اسلام کی خدمت قائم کرنے کی جدوجہد نہ کرتے تو بھی وہی ہوتا جو آج ہو رہا ہے ـــــــ

یعنی شورشیں اور بغاوتیں جڑ پکڑتی رہتیں؟

ہاں ـــــــ ہمارے اس اقدام سے کچھ اضافہ ہو جائے گا لیکن حقیقی اضافہ صرف اس لئے ہوا ہے کہ اب بعض لوگوں کے نزدیک وقت آ گیا ہے کہ مسلم حکومت کا تختہ اُلٹ دیا جائے، اور مسلمانوں کو ختم کر دیا جائے، آج ہمارے بجائے اگر شہنشاہ اکبر تخت نشیں ہوتے تو بھی یہی ہوتا۔

تو بھی یہی ہوتا جہاں پناہ!

ہاں خان جہاں پھر بھی یہی ہوتا! ـــــــ اس لئے کہ شہنشاہ اکبر، بے انتہا روادار، فراخ دل اور بلند حوصلہ ہونے کے باوجود بہر حال مسلمان تھے، اور یہ لوگ مسلمان کا وجود کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکتے نہ جلال الدین اکبر کے روپ میں، نہ محی الدین عالمگیر کی صورت شکل میں، اکبر کے زمانے میں ان کی تیاریاں مکمل نہیں ہوئی تھیں، عالمگیر کے زمانے میں وہ تیاریاں مکمل ہو چکی ہیں ـــــــ کیا تم سیوا جی کو ایک فردِ واحد کی بغاوت اور شورش سمجھتے ہو؟

جہاں پناہ ـــــــ

نہیں وہ اکیلا نہیں ہے اس کے پشت پناہ بہت ہیں لیکن ابھی میدان میں نہیں آئے ہیں، منتظر ہیں بہتر حالات کے!

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ شاہی مخبر حاضر ہوا۔ اور اس نے اطلاع دی کہ سیوا جی

نے شہر سورت پر جو بندرگاہ کے طور پر استعمال ہوتا ہے اور جہاں سے حاجیوں کے قافلے حجاز جاتے ہیں زبردست حملہ کیا[1] اور قتلِ عام کر کے بہت سے مردوں اور عورتوں کو گرفتار کر کے اپنے ساتھ لے گیا۔

* * *

---

[1] مآثر عالمگیری

سورت پر سیواجی کا حملہ

عالمگیر کی نگاہ میں سورت کو ایک طرح کا تقدس حاصل تھا۔

یہاں سے زائروں اور حاجیوں کے قافلے دیارِ حبیب ﷺ اور سرزمین حجاز کی طرف کسب سعادت و رحمت کیلئے جاتے تھے۔

حاجیوں کی خاطر مدارت کا اہتمام حکومت کی طرف سے ہوتا تھا اور انہیں ذرا بھی تکلیف نہیں پہنچنے دی جاتی تھی۔

خود عالمگیر بھی ایک عرصہ سے حج کا ارادہ کر رہا تھا اور اسی بندرگاہ سے روانہ ہونے والا تھا، لیکن ہر سال یہ ارادہ نئی نئی شورشوں اور بغاوتوں کے باعث ملتوی کر دینا پڑتا تھا، اور خدا کے بھروسہ پر آئندہ سال کی نیت کر لی جاتی تھی۔

سورت پر سیواجی کی تاخت و تاراج کی خبر سن کر عالمگیر کا رنگ رخ بدل گیا وہ بار بار پہلو بدلتا تھا، اور خوں خوار نظروں سے در و دیوار کو تکتا تھا۔

عالمگیر کا غصہ اہل دربار نے بارہا دیکھا تھا لیکن آج کی برہمی اور آشفتگی کا رنگ ہی کچھ اور تھا۔

ہر شخص سہما ہوا اور دبکا ہوا اپنی جگہ پر کھڑا تھا۔

دیکھئے اب کیا ہوتا ہے؟

دیکھیں شہنشاہ والا جاہ اب کیا فرمان صادر کرتے ہیں؟

کچھ دیر تک عالمگیر خاموش رہا پھر اس نے بلند اور گونجتی ہوئی آواز کے ساتھ کہا۔

جے سنگھ ——— جے سنگھ کو حاضر کیا جائے!

آن کی آن میں جے سنگھ ——— عالمگیر کا معتمد اور منہ چڑھا سالار، اور

مصاحب ـــــــــ حاضر دربار ہوگیا۔

جے سنگھ کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ عالمگیر برہم ہے اور اس درجہ برہم ہے وہ طلبی کا فرمان سُن کر خوش خوش حاضر ہوا، پہلے تو حاضرین دربار کا رنگ دیکھ کر وہ چونکا، پھر اس کی نگاہ اپنے آقائے ولی نعمت پر گئی اور یہ دیکھ کر حواس باختہ ہوگیا کہ وفور غضب سے شہنشاہ کا چہرہ گلنار ہو رہا تھا۔

دل ہی دل میں وہ سوچنے لگا۔

کیا کوئی نیا حادثہ رونما ہوا؟

کہیں سے کسی نئی شورش یا بغاوت کی اطلاع آئی؟

آخر ماجرا کیا ہے؟

یہی سوچتے وہ اپنے شہنشاہ کے سامنے پہنچا اور آداب بجالا کر گویا ہوا غلام حاضر ہے!

شہنشاہ نے اس پر ایک نظر ڈالی پھر فرمایا!

جے سنگھ ـــــــــ

ارشاد جہاں پناہ!

سیواجی کے حوصلے اب بہت بلند ہو گئے ہیں!

غلام اس کی سرکوبی کیلئے کافی ہے، صرف فرمان سلطانی کی دیر ہے میرے سوار اس کی سرزمین کو روند ڈالیں گے، میری تلوار اس کا خون چوس لے گی، وہ میرے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔

لیکن جے سنگھ سیواجی تنہا نہیں ہے، تنہا ہوتا تو سورت کی بندرگاہ پر حملہ کرنے کی جسارت نہ کرتا۔

سورت کی بندرگاہ پر جہاں پناہ؟

ہاں وہاں ـــــــــ جہاں سے حجاج کے قافلے سرزمین حجاز کا رُخ کرتے ہیں ـــــــــ وہاں!

بے شک، بے ادبی، گستاخی اور سرکشی کی یہ انتہا ہے، اسے قرار واقعی سزا ملنی چاہیئے، اور غلام کا نہایت ادب کے ساتھ اصرار ہے کہ اس کی سرکوبی کیلئے غلام کو مامور کیا جائے۔

جے سنگھ ———

جہاں پناہ، جے سنگھ کی تلوار سیواجی کا خون چاٹنے کیلئے مچل رہی ہے وہ جہاں کہیں بھی ہوگا یہ تلوار برق غضب بن کر اس کے سر پر گرے گی، اور اُسے تن سے جدا کر دے گی۔

لیکن جے سنگھ ———

شاید جہاں پناہ فرمانا چاہتے ہیں کہ وہ اکیلا نہیں ہے ———؟

ہاں جے سنگھ ہم یہی کہنا چاہتے ہیں۔

کوئی مضائقہ نہیں اس کے ساتھ ساری دنیا ہو تو بھی وہ جے سنگھ کے ہاتھ سے نہیں بچ سکتا، اب اس کی موت آ گئی ہے ——— جے سنگھ تیر قضا بن کر اس جگہ پہنچے گا۔

جہاں یہ لٹیرا روپوش ہوگا ——— لیکن جہاں پناہ وہ کون ہیں اس کے ساتھی؟

ہم ان کے نام نہیں جانتے لیکن قومیت سے واقف ہیں۔

جہاں پناہ نام نہیں جانتے لیکن ان کے قومیت سے واقف ہیں؟

ہاں جے سنگھ

تو ارشاد ہو ان کی قومیت کیا ہے؟

وہی جو سیواجی کی ہے۔

یعنی؟ ——— یعنی ہندو!

ہاں جے سنگھ۔

کیا جہاں پناہ کا مقصد یہ ہے کہ سیوا جی کی پشت پناہی ہندو عوام کی طرف سے ہو رہی ہے۔

ہندو عوام کی طرف سے نہیں وہ تو شاہ پرست ہیں، اُن کی وفاداری شک وشبہ سے بالاتر ہے ــــــــــ

پھر ــــــــــ؟

وہ عوام نہیں خواص ہیں۔

خواص؟ ــــــــــ جہاں پناہ؟

ہاں جے سنگھ!

لیکن وہ کون ہو سکتے ہیں ــــــــــ؟ کیا جواڑے؟ کیا بڑے بڑے زمیندار؟ کیا ہندو ریاستیں؟ کیا مندروں کے مہنت اور پجاری؟ کیا پنڈت اور سادھو؟ کیا ساہوکار اور تاجر؟

ہاں جے سنگھ ــــــــــ سیوا جی کے پشت پناہ انہی میں سے ہیں۔ خواہ کچھ خواہ سب!

ہوں گے، ہونے دیجئے۔

ہاں ہم نے طے کر لیا ہے کہ مقابلہ کیا جائے۔

بے شک مقابلہ ہوگا!

کیا تم جانے کو تیار ہو؟

جہاں پناہ کے مقابلہ میں یہ غلام عزت اور ناموس کا دعویٰ نہیں کر سکتا لیکن یہ ضرور کر سکتا ہے کہ غلام کی وفاداری پر اس سے بڑی کوئی ضرب آج تک نہیں لگی تھی جو آج لگی ہے اور یہ ضرب کسی غیر نے نہیں کسی دشمن نے نہیں، آقائے ولی نعمت نے جہاں پناہ نے پہنچائی ہے؟

(مسکرا کر) خفا ہو گئے جے سنگھ؟!

یہ تاب، یہ مجال یہ طاقت نہیں مجھے ـــــــــ لیکن جہاں پناہ غلام یہ عرض کیے بغیر بھی نہیں رہ سکتا کہ اس کے دل سے خون ٹپک رہا ہے۔

لیکن کیوں جے سنگھ۔ ہم نے تمہیں تو کچھ نہیں کہا؟

جہاں پناہ کا یہ سوال کیا تم جانے کو تیار ہو؟ ایک تیر تھا جو دل پر آ کر لگا اور وہ اب تک چھبا ہوا ہے!

لیکن کیوں جے سنگھ؟

کیا جے سنگھ کی آج تک کی زندگی آقا کی وفاداری کے سوا کچھ اور رہی ہے؟ کیا جے سنگھ نے اپنے ہم قوموں سے اپنے بادشاہ کیلئے لڑنے میں ایک پل کا بھی تامل کیا ہے؟ ہم شاہ پرست لوگ اپنا سب کچھ بادشاہ کو سمجھتے ہیں، خدا کے بعد اسی کا درجہ مانتے ہیں یہی وجہ ہے کہ جے سنگھ ہمیشہ اپنے شہنشاہ کے پسینہ پر خون بہانے کو تیار رہا، اور آج اس سے سوال کیا جا رہا ہے کیا تم جانے کو تیار ہو؟ جہاں پناہ کیا اس سے بڑھ کر جے سنگھ کی وفاداری، جاں نثاری اور آقا پرستی کی کوئی توہین ہو سکتی ہے؟

جے سنگھ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، وہ اپنے آقا کے قدموں پر گر پڑا

عالمگیر نے اُسے اُٹھا کر گلے لگایا، اور خان جہاں سے کہا،

یہ مہم جے سنگھ کے سپرد کی جاتی ہے۔

---

[1] یہ وہی جے سنگھ ہے جو راجپوتانے کے مشہور ریاست جے پور کا فرماں روا تھا جے سنگھ کا قلعہ مسلم تہذیب کی پوری عکاسی کے ساتھ آج بھی موجود ہے اور اس قلعہ کے ایک گوشہ میں ایک چھوٹی مسجد بھی جے سنگھ کی بنائی ہوئی موجود ہے میں نے اس قلعہ کو اور اس مسجد کو بہ چشم خود دیکھا ہے۔

رئیس احمد جعفری

پھر جے سنگھ جب شادماں اور کامراں رخصت ہو گیا تو شہنشاہ نے خان جہاں پر ایک نظر ڈالی اور مسکراتے ہوئے فرمایا۔

دیکھا تم نے خان جہاں؟

اس نے دست بستہ عرض کیا۔

جے سنگھ کی وفاداری ہم سب کیلئے ایک سبق آموز مثال ہے۔

* * *

میدان جنگ کی طرف

جے سنگھ واقعی عجیب وغریب خصائص کا آدمی تھا!

مذہب اور عقیدے کا جہاں تک تعلق تھا وہ پکا اور کٹر ہندو تھا۔

لیکن اس میں انسانیت، دوستی، شرافتِ نفس، عالی ظرفی، وفاداری اور آقا پرستی کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

مغل شہنشاہوں نے بہت سے راجواڑوں اور ریاستوں کے فرمانرواؤں پر احسانات کیے تھے، انہیں کہیں سے کہیں پہنچا دیا تھا، خود اس کی قوت وعظمت میں اضافہ کا سبب بنے تھے، لیکن ان میں سے اکثر ابن الوقت تھے۔ یہ طاقت دوست تھے، جس نے سر پر تاج شہریاری رکھا یہ اس کے سامنے سربسجود ہو گئے۔ جس نے اورنگ شہی پر قدم رکھا، یہ اس کے قدموں سے لپٹ گئے، درحقیقت ان کا نہ کوئی دین تھا نہ ایمان، یہ صرف روپے کے پرستار تھے، قوت اور طاقت پر ان کا ایمان، زور اور دبدبہ ان کا دین تھا جو طاقت ور ہے وہ اس لئے ہے کہ یہ اس کے سامنے سر جھکا دیں خواہ وہ کوئی ہو، اور جو طاقت ور نہیں ہے اُسے بغیر کسی خطا اور قصور کے بھی یہ پامال کرنے اور ہدفِ ستم بنانے پر تیار رہتے تھے۔

لیکن جے سنگھ ان نمک حلال آقا پرستوں میں تھا، جس نے یہ یاد رکھا تھا کہ مغلیہ خاندان نے اس کے آباواجداد کے ساتھ کیسا سلوک کر رکھا تھا، اور خود اس کے ساتھ موجودہ شہنشاہ کا برتاؤ کیسا ہے؟ یہی چیز تھی جس نے اُسے صحیح معنی میں آقا پرست بنا دیا تھا، وہ دنیا کی ہر چیز سے حتیٰ کہ زن وفرزند تک سے دست بردار ہو سکتا تھا، لیکن اپنے آقا کا دامن چھوڑ دے یہ ناممکن تھا!

جے سنگھ جتنا بڑا سپاہی تھا اتنا ہی بڑا موقعہ شناس، دور بین اور مدبّر بھی تھا، اس

نے بہت سے معرکے سر کیے تھے۔ اور بڑے بڑے کارنامے انجام دیئے تھے، ہر معرکہ پر اس نے اپنے آقا سے خراج تحسین وصول کے کیا تھا، اور ہر کارنامہ پر اُس نے دشمنوں تک سے داد حاصل کی تھی، وہ صاف دل، صاف طبع اور صاف مزاج شخص تھا، کھرا، اور بیباک، آج اُس نے اپنے آقا کے سامنے جتنی باتیں کرلی تھیں، ایک معمولی درباری سے لے کر خان جہاں تک کسی میں ہمت نہ تھی کہ آتش خو، شعلہ مزاج اور آشفتہ طبع شہنشاہ کے سامنے یوں صاف اور برملا اپنے جذبات وتاثرات کا اظہار کرسکتا۔ یہ اسی میں ہمت تھی، وہی اور صرف وہی یہ کرسکتا تھا۔

... جب اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے تھے اور جب عالمگیر نے اس سے معذرت کی تھی، اور جب وہ بے ساختہ اس کے قدموں پر گر پڑا تھا، تو اس میں ریاکاری اور تصنع کو ذرا بھی دخل نہ تھا، واقعی وہ اپنی وفاداری کی اس توہین پر تلملا گیا تھا کہ جب جان دینے اور لینے کا وقت آئے ـــــــ خواہ کسی کے مقابلہ میں ـــــــ تو اس سے پوچھا جاتا کیا تم تیار ہو؟ اور جب عالمگیر نے اس کے جذبات کو صحیح طور پر سمجھتے ہوئے، اس سے معذرت کی تھی تو اپنے آقا کو اس سے زیادہ کچھ اور کہتے نہیں دیکھ سکتا تھا، وہ سچے دل سے اس کے قدموں پر گر پڑا، پھر جب عالمگیر نے خود اپنے ہاتھ سے اُسے اُٹھایا، اور سینہ سے لگایا، اور سیواجی کی مہم اس کے نام لکھنے کا فرمان صادر کیا، تو اس کی مسرت اور نشاط و سرور کا اندازہ کرنا مشکل تھا ـــــــ کلاہ گوشۂ دہقان بہ آفتاب رسید!

آقائے ولی نعمت کے پاس سے خوش خوش ـــــــ جیسے بہت بڑا منصب اور اعزاز لے کر آیا ہو ـــــــ وہ اپنے کیمپ میں پہنچا آتے ہی اس نے اپنے دست راست رام لال کو بلایا اور سرخوشی کے عالم میں اس سے کہا،

رام لال تیار ہو جاؤ ـــــــ فوراً تیار ہو جاؤ!

رام لال کے علم میں کوئی ایسی مہم نہیں تھی جس پر شہنشاہ جا رہے ہوں، یا جے سنگھ جانے والا ہو اس فرمائش سے وہ چونک سا گیا، اس لئے اپنے حواس پر قابو پاتے ہوئے

دریافت کیا۔

کہاں چلنا ہے راجہ رایاں؟

جے چند نے کہا،

ہم شکار کو جا رہے ہیں کیا تم ہمارے ساتھ نہیں چلو گے؟

وہ کچھ سوچتا ہوا گویا ہوا!

آپ جہاں جائیں گے میں ساتھ ساتھ رہوں گا، خواہ شکار کا موقع ہو یا جنگ کا، لیکن سوال یہ ہے کہ شکار کا یہ کون سا موسم ہے؟ ——— کہاں کا ارادہ ہے؟ کہاں جائیں گے آپ شکار کرنے؟

جے سنگھ نے جیسے اس کی یہ باتیں سنی ہی نہیں، اسی سرخوشی کے عالم میں بولا!

دکن ———

رام لال نے سراپا حیرت بن کر اُسے دیکھا، اور پھر متفکرانہ لہجہ میں پوچھا،

دکن؟ ——— آپ دکن شکار کرنے جا رہے ہیں؟

جے سنگھ ہنسنے لگا، اس نے کہا!

ہاں میرے دوست ہمیں وہیں جانا ہے۔

رام لال اب تک صورت احوال کا صحیح اندازہ نہ کر سکا تھا، اس نے پھر سوال کیا۔

لیکن آپ شکار کرنے دکن جائیں گے؟ ——— اتنی دور؟

جے سنگھ نے اسی انداز میں جواب دے۔

میرے بھائی میرے دوست، میرے ساتھی، شکار کیلئے وقت اور جگہ کا تعین شکاری نہیں کرتا۔ جہاں اچھا اور حسبِ دل خواہ شکار ملے، وہ تمام کٹھنائیوں اور راستے کی صعوبتوں کو نظر انداز کرتا ہوا، بے سان وگمان پل پڑتا ہے اور اس وقت تک دم نہیں لیتا جب تک اپنے شکار کو نہ پالے ———

رام لال نے کچھ جھجکتے ہوئے، اس لئے کہ بار بار سوال کرتے ہوئے وہ ڈرتا

بھی تھا، پوچھا!

لیکن وہ ایسا کون سا شکار ہے جو صرف دکن ہی میں مل سکتا ہے، یہاں نہیں مل سکتا ــــــــــ آج تو کچھ عجیب سی بات سن رہا ہوں دور دراز مقامات سے شکار کے رسیا یہاں آتے ہیں، اور آپ دکن جا رہے ہیں۔ بھلا کس طرح حیرت نہ ہو راجہ صاحب؟

سرگوشی کے انداز میں جے سنگھ نے رام لال کے کان کے پاس منہ لے جا کر کہا!

وہ شکار صرف دکن ہی میں مل سکتا ہے۔

رام لال نے بے اعتباری کی نظروں سے اُسے دیکھا، مگر زبان سے کچھ نہ کہا۔

جے سنگھ نے پھر اس کے کان کے پاس منہ لے جا کر کہا!

اس کا نام ہے سیوا جی ــــــــــ

بے ساختہ رام لال نے یہی لفظ دوہرایا۔

سیوا جی ــــــــــ؟

جے سنگھ نے کہا!

ہاں ــــــــــ لیکن اب دیر نہ کرو منہ اندھیرے ہم روانہ ہو جانا چاہتے ہیں۔

* * *

حصہ دوم

تیرِ نیم کش

عشق ازیں بسیار کردست کند

جھروکا

قصرِ شاہی کے ایک شاندار اور بیش قیمت ساز و سامان سے آراستہ پیراستہ کمرے میں عالمگیر کا لختِ جگر اور نورِ نظر شہزادۂ عظیم بیٹھا ہوا ہے، چہرے پر تفکر کے آثار طاری ہیں، کسی گہری سوچ میں ہے اور بالکل خاموش،

شہزادۂ عظیم عالمگیر کا چھوٹا بیٹا تھا، حکومت کی ذمہ داریوں میں ابھی اُسے شریک نہیں کیا گیا تھا، اس کے شب و روز راحت و تنعم کی زندگی میں بسر ہو رہے تھے، کبھی سیر و شکار میں کبھی مجلس آرائی میں۔

وہ زندہ دل اور خوش مزاج شخص تھا۔

یہی وجہ تھی کہ لوگ اس سے مرعوب کم تھے، محبت زیادہ کرتے تھے۔

لیکن اس وقت خلافتِ معمول وہ خاموش اور افسردہ نظر آ رہا تھا جیسے کسی گہری فکر میں مستغرق ہو، اتنے میں محل کی ایک باندی گل اندام مسکراتی بجلیاں گراتی، دبے پاؤں حاضر ہوئی، شہزادے نے نظر اُٹھا کر اُسے دیکھا اور پوچھا۔

کیوں آئی ہو گل اندام؟

وہ مسکراتی ہوئی بولی!

شہزادۂ والا جاہ کی خیر و عافیت دریافت کرنے۔

اچھا ہوں۔

(مسکرا کر) بس صرف اچھے ہیں!

تمہاری چالاکی اور طراری کی یہ باتیں ہمیں اس وقت گراں گذر رہی ہیں۔

کیوں عالی جاہ؟

اس لئے کہ ہمارا دل رنجور ہے!

آپ کا دل رنجور ہے؟ ——— یہ میں کیا سن رہی ہوں؟ آپ رنجور ہو سکتے ہیں تو اس دنیا میں خوش ہونے کا حق کسے ہے ———؟

ہمارے سوا سب کو؟

یہ نہ کہئے!

کیوں کیا یہ غلط ہے؟

ہاں والا جاہ یہ غلط ہے؟ ——— محل کا رہنے والا ہر فرد آپ سے محبت کرتا ہے، آپ پر جان چھڑکتا ہے، لوگوں کو خوفزدہ کر دینا آسان ہے لیکن ان کی محبت جیت لینا مشکل ہے، آپ ان قسمت کے دھنی لوگوں میں جو دل جیت لیتے ہیں دل!

کس کا دل؟

جس کا چاہئے!

یہ تمہارا حسن ظن ہے!

حسنِ ظن کیوں ہے؟ ——— بتائے کوئی ایسا بھی ہے، جو آپ سے محبت نہ کرتا ہو؟

اسے تسلیم کرتا ہوں کہ محل کے لوگ مجھ سے محبت کرتے ہیں عوام کو ابھی تک مجھ سے سروکار نہیں پڑا، نہ وہ مجھ سے واقف ہیں، نہ میں ان سے، لیکن گل اندام یہ محبت تو دوسری طرح کی ہے۔

دوسری طرح کی محبت؟

ہاں گل اندام!

کیا محبت کی بھی قسمیں ہوتی ہیں شہزادہ والا جاہ!

ہاں کیوں نہیں ہوتیں!

ہوتی ہوں گی میں نہیں جانتی، مجھے نہیں معلوم!

بھولی نہ بنو، تم سب کچھ جانتی ہو، اڑتی چڑیا پہچان لیتی ہو، تم آسمان کی خبریں لاسکتی ہو، اور اس وقت اتنی بھولی اور نادان بنی ہوئی ہو کہ یہ نہیں جانتیں کہ محبت کس کس طرح کی ہوتی ہے؟

سچ شہزادہ والا جاہ میں نہیں جانتی۔

جھوٹ بولتی ہو تم،

آپ کہتے ہیں تو مان لیتی ہوں ورنہ جھوٹ بولنے کی ضرورت نہ تھی مجھے اس وقت۔

کیا جو محبت تمہیں اپنی بہن سے ہے، بھائی سے ہے، ماں سے ہے، باپ سے ہے ویسی ہی آصف خاں سے بھی ہے؟

(شرما کر) ان کا نام کیوں لیتے ہیں آپ؟

(زیرلب تبسم کے ساتھ) کیوں "ان" کا نام لینا جرم ہے؟ کیا تم آصف خاں کو نہیں چاہتیں؟

کیوں نہیں چاہتی؟ چاہتی ہوں!

اور آصف خاں تمہیں نہیں چاہتا؟

دل کا حال خدا کے سوا کون جان سکتا ہے، ویسے دعوے تو بڑے بڑے ہیں۔

اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آصف خاں کے دعوے جھوٹے نہیں ہے، وہ واقعی سچے دل سے چاہتا ہے تمہیں، مقرب خاں سے تمہارے لئے لڑنے پر تیار ہو گیا تھا، وہ تو کہو خیر گذاری جہاں پناہ کو ان واقعات کی اطلاع ہو گئی اور انہوں نے آصف خاں کے حق میں فیصلہ کر دیا۔۔۔۔۔۔ لیکن بڑا اچھا ہوتا اگر فیصلہ مقرب خاں کے حق میں ہوتا۔

جھاڑو پھرے اس کے منہ پر۔۔۔۔۔۔ یہ کیوں؟

تم اس قابل تھیں!

آخر آج مجھ پر اتنی عنایت کیوں ہو رہی ہے؟

یوں تو بڑے دعوے ہیں لیکن تم سے ایک معمولی سا کام تک نہ ہو سکا۔

وہ کون سا کام ہے جو آپ نے کہا۔ اور میں نے نہیں کیا؟ بھلا ایسا ہو سکتا ہے؟

کیا ہم نے تم سے شوبھا کیلئے کچھ نہیں کہا تھا؟

(کچھ سوچتے ہوئے) شوبھا، ہاں شوبھا!

یہ کیا بات ہوئی؟

ہاں کچھ کہا تو تھا!

لیکن بھول گئیں؟

ایسا ہی سمجھ لیجئے!

اور پھر دعویٰ کرو گی کہ ہمارے پسینہ پر خون بہا سکتی ہو؟

دعویٰ کرنے میں کیا جاتا ہے، نبھاؤں گی تھوڑی!

بڑی چال باز ہو!

اور کہہ لیجئے، جو کچھ جی میں آئے۔

ورنہ میں اُسے زہر دے دوں گی؟

آصف خاں سے کہوں گا کہ ہوشیار رہے تم سے؟

ورنہ میں اُسے زہر دے دوں گی؟

ہاں تم سے یہ بھی بعید نہیں ہے!

بس تو ہوشیار کر دیجئے اُسے ورنہ واقعی کسی دن شربت میں زہر ہلاہل گھول کر بھیج دوں گی، جہاں ایک گھونٹ حلق سے اترا وہاں پھڑ پھڑا کر دم نکلا!

ارے ارے یہ تو اپنے ہونے والا شوہر کیلئے کہہ رہی ہے؟

آپ کہلوا رہے ہیں میں کہہ رہی ہوں!

گل اندام ——————

جی سرکار، فرمایئے!

تم نے شوبھا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا ہمیں؟

کیا بتاؤں اس کے بارے میں آپ کو؟

جو کچھ تمہیں معلوم ہو، جو کچھ تم بتا سکتی ہو!

جو کچھ مجھے معلوم ہو؟ جو کچھ میں بتا سکتی ہوں؟

ہاں ——————

اچھا تو سُنیئے ——————

ہاں سن رہا ہوں کہو!

وہ صبح گجر دم اُٹھتی ہے اور ——————

پُوجا پاٹ کرتی ہے؟

نہیں پوجا پاٹ بالکل نہیں کرتی!

پھر نماز پڑھتی ہوگی؟

نہیں ابھی نماز بھی نہیں پڑھتی، لیکن سیکھ رہی ہے کہ کس طرح نماز پڑھی جاتی ہے۔

کیا وہ مسلمان ہو گئی ہے؟

مسلمان ہو جاتی تو کیا محل بھر میں صرف مجھی کو یہ خبر معلوم ہوتی!

اچھا خیر —————— سویرے گجر دم اُٹھتی ہے، پھر؟

پھر منہ ہاتھ دھو کر کتابیں لے کر بیٹھ جاتی ہے!

کتابیں؟ ——————؟

ہاں اس نے اچھی خاصی فارسی سیکھ لی ہے، اتنی پیاری زبان بولتی ہے کہ واہ واہ —————— وہ کہے اور سُنا کرے کوئی!

بولتی ہوگی ——— پھر اس کے بعد کیا کرتی ہے؟

اس کے بعد محل میں جو ذمہ داریاں اُسے سونپی گئی ہیں، انہیں سرانجام دیتی ہے اور رات کو مجھ سے کہانی سنتے سنتے سو جاتی ہے؟

جن بھوت کی کہانیاں سناتی ہوگی؟

نہیں مجھے خود جن بھوت سے ڈر لگتا ہے، ان کی کہانی کیا سناؤں گی بھلا؟

پھر کیا سناتی ہو!

ایک شہزادے سے شروع کرتی ہوں اور ایک راجکماری پر ختم کر دیتی ہوں۔

یہ کیا بات ہوئی؟

ہاں ٹھیک ہی تو ہے ——— ایک شہزادے ایک راجکماری سے محبت کرتا ہے، وہ بھی شاہزادے کو چاہتی ہے ———

کیا واقعی وہ راجکماری شاہزادے کو چاہتی ہے؟

ہاں ——— کہانی والے شہزادے کو!

اوہ!

دونوں محبت کرتے ہیں دل و جان سے ایک دوسرے پر فدا ہیں، لیکن دونوں کے راستے میں، ایک بہت بڑی ندی حائل ہے ———

ندی ———؟

ہاں ——— قوم، مذہب اور سماج کی ندی، اس ندی کو پار کرنا کسی کیلئے بھی آسان نہیں ہے ———

(ایک آہ سرد کے ساتھ) سچ کہتی ہو گل اندام! ——— پھر کیا ہوتا ہے؟

پھر اس کے سوا کیا ہو سکتا ہے کہ دونوں ایک ساتھ خودکشی کرلیں؟

میں سمجھ گیا گل اندام یہ تم مجھے ستا رہی ہو! ——— اگر تم نے یہی علاج سوچا ہے، تو اطمینان رکھو، یہ بھی ہو سکتا ہے۔ جی سے گذر جانا، جان دے دینا، مر جانا، محبت

کے مذہب میں نہ گناہ ہے، نہ مشکل!

اتنا تو میں بھی جانتی ہوں ـــــــ لیکن آپ یہ کیا کہنے لگے؟

کیوں؟ کیا تم نے سُنا نہیں ـــــــ؟

سُن تو لیا لیکن آپ کس کیلئے کہہ رہے ہیں؟

محبت کرنے والے شہزادے کیلئے!

کون ہے وہ شہزادہ؟ اس کا نام کیا ہے؟ کس دیس کا، کس ملک کا رہنے والا ہے؟

یہ سب پوچھ کر کیا کرو گی، تمہارے لئے بس اتنا کافی ہے، اُس نے جان دیدی جب گوہر مقصود نہ پاسکا، تو مر گیا، جب وہ ندی نہ پار کر سکا، جو سماج، قوم اور مذہب کی اس کے راستے میں حائل تھی، تو اس کیلئے اس کے سوا اور چارہ کار بھی کیا تھا؟

یہ باتیں تو کچھ عجیب طرح کی کر رہے ہیں آج آپ؟

تم ان باتوں کو کبھی نہیں سمجھ سکو گی ـــــــ اس وقت تک نہیں سمجھ سکو گی، جب تک وہ کہانی کا شہزادہ اس دنیا میں تمہاری آنکھوں کے سامنے جان سے نہیں گذر جاتا۔

تو کیا آپ شوبھا سے محبت کرتے ہیں؟

نہیں ـــــــ وہ تو نفرت کے قابل ہے، مَیں نفرت کرتا ہوں اس سے؟

آپ شوبھا سے نفرت کرتے ہیں؟ کتنی سندر، کتنی من موہنی، کتنی پیاری لڑکی ہے وہ ـــــــ؟

ٹھیک کہتی ہو، اور میری نفرت کی وجہ بھی یہی ہے!

یعنی اس کی خوبصورتی؟ ـــــــ؟

ہاں اور کیا؟ ـــــــ اگر وہ بدصورت ہوتی، اگر وہ من موہنی نہ ہوتی، اگر وہ جاہل ہوتی، اگر اس میں ایک جہان کی برائیاں ہوتیں تو میں اس سے محبت کرتا، لیکن چونکہ اُس میں یہ عیوب نہیں ہیں، اس لئے نفرت کرتا ہوں۔

آج کیا ہو گیا ہے آپ کو سرکار؟

جنون کہہ سکتی ہو تم اسے دیوانگی کہہ لو!

لیکن کیوں؟

کیا دیوانوں اور پاگلوں سے یہ سوال کیا جاتا ہے کہ تم دیوانے کیوں ہو گئے؟ تم پر پاگل پن کا دورہ کیوں پڑا؟

آخر آپ صاف صاف کیوں نہیں کہہ دیتے کہ شوبھا سے محبت ہے آپ کو؟

اگر صاف صاف اقرار کر لوں تو کیا کر لو گی؟

اسے لا کر آپ کے قدموں میں گرا دوں گی!

پھر جھوٹ ____؟

آج تک کتنے جھوٹ بولے ہیں میں نے آپ سے؟

لیکن یہ بات تو ضرور جھوٹ ہے!

کیسے جانا آپ نے؟

میرا دل کہہ رہا ہے۔

وہ خود جھوٹا ہے!

تم شوبھا کو رام کر سکتی ہو گل اندام؟

کیوں نہیں کر سکتی؟ ____ وہ کون سی ایسی پرستان کی پری اور جنت کی حور ہے ____؟

اگر وہ تمہیں پرستان کی پری اور جنت کی حور نظر نہیں آتی تو اپنی آنکھیں پھوڑ لو!

اے واہ! اپنی آنکھیں پھوڑ لوں؟ یہ بھی اچھی رہی، مجھے اندھا کیے دے رہے ہیں ____؟

پھر تسلیم کر لو کہ وہ پرستان کی پری اور جنت کی حور ہے!

مجھے تو اس میں ایسی کوئی خاص بات نظر نہیں آتی!

تمہیں کیا نظر آتا ہے اس میں؟

کچھ بھی نہیں ـــــــ اس سے لاکھ درجہ میں اچھی ہوں!

ہاں ـــــــ آصف خاں کی نظر میں!

اور آپ کی نظر میں؟

چڑیل ـــــــ

اس دفعہ کہا تو کہا اب نہ کہیے گا ـــــــ میں کیوں ہوئی چڑیل؟

پھر کیا ہو؟

آصف خاں سے پوچھیے!

وہ تو کہے گا گل اندام پرستان کی پری ہے!

تو کیا جھوٹ کہے گا؟

بالکل جھوٹ!

دیکھئے میں اپنی توہین زیادہ دیر تک برداشت نہیں کر سکتی!

کیا کرو گی؟ ـــــــ کیا کر لو گی تم؟

وہ مورت جو شوبھا کے من مندر میں بسی ہوئی ہے، ابھی توڑ دوں گی جا کر!

مورت؟ ـــــــ شوبھا کے من مندر میں؟

ہاں ـــــــ

وہ کس کی مورت ہے گل اندام؟

جسے وہ چاہتی ہے!

کس کو چاہتی ہے وہ ـــــــ؟

ایک آدمی کو!

کون ہے وہ آدمی؟

مجھے اس کا نام نہیں یاد آ رہا۔

کہاں کا رہنے والا ہے؟

اس پر بھی میں نے کبھی غور نہیں کیا!

کس مذہب سے تعلق رکھتا ہے وہ؟

پوچھ کر بتاؤں گی!

گل اندام تم بہت بے رحم ہو۔

یہی شوبھا بھی کہتی ہے!

وہ بھی تمہیں بے رحم کہتی ہے؟ ــــــ کیوں؟

اس لئے کہ بے رحم جو ٹھہری، آصف خاں سے پوچھئے، وہ بھی یہی کہے گا!

کیا شوبھا سے ہمارے متعلق بھی باتیں ہوتی ہیں؟

آپ ہی کی کیا نہ جانے کس کس کے متعلق باتیں ہوا کرتی ہیں؟

کس قسم کی؟

یہی کہ وہ موٹا بہت زیادہ ہے، وہ دبلا اتنا کیوں ہے؟ اس کا رنگ سرخ و سفید کیوں ہے؟ اور وہ کالا کلوٹا کیوں ہے؟ وہ بہادر ہے، یہ بزدل ہے، وہ بہت زیادہ خوب صورت ہے، وہ بے انتہا بدصورت ہے، ہم جب باتیں کرنے بیٹھتی ہیں تو بس اسی طرح کی اول فول بکا کرتی ہیں، جس کا نہ سر نہ پاؤں ــــــ کہئے تسلی ہوگئی آپ کی؟ یا کچھ اور؟

بخشو معاف کرو، بہت کچھ سُن لیا، اب سر میں درد ہو رہا ہے!

تو کیا میں جاؤں؟

ہاں فوراً

اور اگر نہ جاؤں؟

اور اگر نہیں گئیں تو چوٹی پکڑ کر اس کمرہ سے باہر پھینک دوں گا۔ ہڈیاں پسلیاں سرمہ ہو جائیں گی تمہاری!

پھر آصف خاں کو کیا جواب دیں گے آپ؟

اُسے بھی مار ڈالوں گا اور اس کے بعد وہی خنجر اپنے سینہ میں پیوست کر لوں گا ـــــــــ

ہائے اللہ ـــــــــ

یہ کہتی ہوئی گل اندام بھاگ گئی۔

لیکن نہ گل اندام نے دیکھا نہ عظیم نے، اس ساری مدّت میں جھروکے سے دو بڑی بڑی آنکھیں ٹکٹکی لگائے، ان دونوں کو دیکھتی رہی تھیں!

* * * * *

راجکماری شوبھا

راجکماری شوبھا، راجہ کرت سنگھ کی دختر بلند اختر تھی!

کرت سنگھ، کرت پور کا راجہ تھا ——— بیدار مغز، بہادر، من چلا، سرکش!

ایک مرتبہ کرت سنگھ کے سر میں سودا سمایا، اور وہ سرکشی اور بغاوت پر اُتر آیا، جب تک تو وہ دربار دہلی کا مطیع اور فرماں بردار تھا، اس کی عزت افزائی میں کوئی دقیقہ فرد گذاشت نہیں کیا گیا، دربار شاہی سے اُسے خطابات بھی ملے، اور انعامات بھی، لیکن یک بیک نہ جانے کیا جی میں سمائی کہ بغاوت کا اعلان کر دیا خراج جب طلب کیا گیا تو اُس نے صاف صاف کہہ دیا۔

بادشاہ بادشاہوں سے نہ خراج لیتے ہیں نہ دیتے ہیں، جب ہم نے عالمگیر کو خراج معاف کر دیا ہے، تو وہ ہم سے کیوں خراج طلب کرتا ہے!

اس سرکشی اور بغاوت کا جواب ظاہر ہے تلوار ہی سے دیا جا سکتا تھا!

تھوڑے ہی عرصہ کے بعد شاہی نوجوانوں نے کرت پور کا محاصرہ کر لیا۔

چند روز تک تو کرت سنگھ نے محاصرہ کی سختیوں کا مردانہ وار مقابلہ کیا، لیکن جب رسد بالکل بند ہو گیا، اور قلعہ میں جو رسد تھا، وہ بھی ختم ہو گیا، تو جان کے لالے پڑ گئے۔

جو لوگ کرت سنگھ کو آگے کر رہے تھے کہ آزادی اور خود مختاری کا اعلان کر دے، جو اس کے ایک اشارہ پر جان دینے کا فخریہ اعلان کر رہے تھے، وہی اب دبک کر بیٹھ رہے تھے اور کرت سنگھ کو مشورہ دے رہے تھے، کہ جس قیمت پر اور جس طرح بھی ہو وہ شہنشاہ سے صلح کر لے۔

اور خود کرت سنگھ بھی محسوس کر رہا تھا کہ عافیت اسی میں ہے کہ صلح کر لی جائے،

ورنہ ساری فوج مولی گاجر کی طرح کاٹ کر پھینک دی جائے گی، اور خود اس کا جو حشر ہو گا وہ بھی سامنے نظر آ رہا ہے۔

آخر جب مقابلہ اور مزاحمت کی تاب سے وہ بالکل محروم ہو گیا تو اس نے صلح کا سفید جھنڈا بلند کیا۔

عالمگیر کا یہ حکم تھا کہ اگر باغیوں کی طرف سے ندامت اور اطاعت کا اظہار ہو تو جنگ بند کر دی جائے اور مناسب شرائط پر صلح کر لی جائے!

چنانچہ کرت سنگھ نے جب صلح کا جھنڈا بلند کیا، عساکر شاہی کے سپہ سالار نے بھی جنگ بند کر دی اور مناسب شرائط پر صلح کا وقت آیا، تو یرغمال کا سوال اُٹھا۔

یرغمال کا قاعدہ اس زمانے میں ہندو مسلم فرماں رواؤں کے ہاں یہ تھا کہ اگر کوئی محکوم بغاوت کرتا تھا، اور پھر اطاعت کا وعدہ کرتا تھا تو اس سے یرغمال طلب کیا جاتا تھا، یعنی اسے اپنی اولاد میں سے کسی ایک کو فاتح کے دربار میں رکھنا پڑتا تھا، تاکہ اگر وہ پھر بغاوت کرے تو جوابی حملہ کرنے سے پہلے اُسے قتل کر دیا جائے، یہ اتنی عام بات تھی کہ اس پر نہ مسلمانوں کو اعتراض ہوتا تھا نہ ہندوؤں کو، البتہ یہ قاعدہ ضرور تھا کہ جب محکوم کی طرف سے اطمینان ہو جاتا تھا کہ اب یہ بغاوت نہیں کرے گا تو یرغمال واپس کر دیا جاتا تھا!

یرغمال کا سوال اُٹھا تو کرت سنگھ نے کہا۔

میں خود شہنشاہ کے دربار میں یرغمال لے کر حاضر ہوں گا۔

چنانچہ عساکر شاہی کے ساتھ اپنا ایک حفاظتی دستہ لے کر کرت سنگھ بھی مع اپنے متعلقین کے دہلی کی طرف روانہ ہوا۔

چند روز کے بعد عالمگیر کے سامنے وہ پیش کیا گیا، کرت سنگھ کا سر فرط ندامت سے جھکا ہوا تھا، عالمگیر نے اس کی طرف دیکھا اور ملائم لہجہ میں پوچھا!

تم نے بغاوت کیوں کی تھی کرت سنگھ؟

کرت سنگھ کوئی جواب نہ دے سکا، شہنشاہ نے اسی طرح نرم لہجہ میں کہا!

کیا ہم سے تمہیں کوئی تکلیف پہنچی تھی؟

کرت سنگھ نے دست بستہ عرض کیا۔

جہاں پناہ سے غلام کو کسی طرح کی تکلیف نہیں پہنچی تھی، بس یوں سمجھئے مجھے شیطان نے ورغلایا، اور میں آپے میں نہ رہا!

تو گویا تمہیں اپنے فعل پر ندامت ہے؟

بہت زیادہ جہاں پناہ ——— جب اپنی نادانی اور حماقت، پر غور کرتا ہوں، اور شہنشاہ کا لطف و کرم دیکھتا ہوں تو جی چاہتا ہے زمین پھٹے اور میں سما جاؤں!

جہاں پناہ نے نظر اُٹھا کر کرت سنگھ کی طرف دیکھا اس کے چہرے پر صداقت برس رہی تھی، مکر اور ریا کا کوئی نام و نشان بھی نہ تھا، وہ اس کی باتوں سے مطمئن ہو گئے۔

اچھا ہم تمہارا راج تمہیں واپس کرتے ہیں۔

کرت سنگھ نے سراپا سپاس بن کر عرض کیا۔

بندہ پروری ہے جہاں پناہ کی!

لیکن کرت سنگھ تم جانتے ہو ایسے مواقع پر یرغمال ضروری ہوتا ہے؟

جانتا ہوں جہاں پناہ!

پھر اس کا بھی کوئی بندوبست کیا ہے تم نے؟

جہاں پناہ غلام کو بھگوان نے ایک لڑکا دیا ہے، ایک لڑکی، لڑکا بیمار ہے، اسے ساتھ نہیں لایا، لڑکی تندرست ہے وہ ساتھ آئی ہے!

کیا کہا تم نے؟ ——— کیا یرغمال کے طور پر تم اپنی لڑکی محل شاہی میں چھوڑنا چاہتے ہو؟

تو کیا ہوا جہاں پناہ؟

نہیں یہ نہیں ہو گا س ہم یرغمال کی پابندیوں سے تمہیں آزاد کرتے ہیں لیکن تم اپنی لڑکی کو لے آئے ہو تو اب چند روز تک وہ ہماری بیٹی کی طرح محل میں رہے گی، پھر

جب تم جاؤ، تو اپنے ساتھ لیتے جانا۔

کرت سنگھ یہ مہر ولطف دیکھ کر قدموں پر گر پڑا، اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا!

جہاں پناہ کی اس نوازش کا شکرادا کرنے کیلئے الفاظ نہیں ملتے۔

کیا نام ہے تمہاری لڑکی کا؟

اُسے شوبھا کہتے ہیں جہاں پناہ۔

بہت اچھا نام ہے؟ ــــــ بلاؤ اسے!

ذرا دیر میں شوبھا حاضر کردی گئی، عالمگیر نے پدرانہ شفقت کے ساتھ اس پر نظر ڈالی اور سوال کیا۔

کیوں بیٹی راستے میں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔

اس نے برجستہ جواب دیا۔

جہاں پناہ کے دیدار کیلئے بڑی سے بڑی تکلیف بھی ہیچ ہے۔

اس جواب سے شہنشاہ بہت خوش ہوئے، اُس نے تحسین آمیز نظروں سے اُسے دیکھا اور کرت سنگھ سے کہا۔

تمہاری لڑکی ماشااللہ حسنِ سیرت میں آپ اپنا جواب ہے اس کی باتوں سے ہم خوش ہوئے!

پھر شوبھا سے مخاطب ہو کر کہا!

کیوں بیٹی کیا چندروز مہمان کی حیثیت سے ہمارے ہاں رہوگی؟

وہ بولی؟

جہاں پناہ نے مجھے بیٹی کہا ہے، کہیں بیٹی بھی باپ کے گھر مہمان بن کر رہتی ہے؟ ــــــ بھلا اپنے باپ کے گھر میں رہنے سے انکار کرسکتی ہوں؟

شہنشاہ نے خوش ہو کر اُسے دیکھا اور اپنے ساتھ لئے محل میں چلے گئے؟

* * *

پکوان

شوبھا شہنشاہ کے ساتھ محل شاہی میں آئی اور یہاں ان کی منظور نظر کی طرح رہنے لگی۔

شہنشاہ کی صاحبزادی کے رہنے سہنے کا جو انتظام تھا، وہی شوبھا کے لئے بھی کیا گیا، خادمائیں، لونڈیاں، باندیاں، مغلانیاں اس کیلئے بھی مقرر کر دی گئیں۔ محل شاہی کا ایک نہایت شاندار اور آراستہ پیراستہ کمرہ اس کیلئے بھی مخصوص کر دیا گیا، وہ چونکہ ہندو تھی اس لئے اس کے کھانے کا الگ سے خاص طور پر انتظام کیا گیا، گراں تنخواہوں پر پکوان کی ماہوار ملازمائیں رکھی گئیں، جن کا کام یہ تھا کہ راجکماری کیلئے اعلیٰ سے اعلیٰ اور لذیذ کھانے پکوان تیار کریں۔

شاہی محل میں پلاؤ بریانی، کوفتے، کباب، قورمہ، اور طرح طرح کی چیزیں پکتی تھیں، لیکن جو کھانا راجکماری شوبھا کیلئے پکتا تھا، وہ اپنی نوعیت کے اعتبار سے بالکل نیا اور اچھوتا تھا، اور لذت میں بھی اپنے اندر ایک طرح کے ندرت رکھتا تھا، چنانچہ یہ کھانا تبرک کی طرح سارے محل میں تقسیم ہو جاتا تھا۔ جسے دیکھئے وہ اسی پر اُلٹا پڑ رہا ہے۔

ایک مرتبہ گل اندام ایک تھال میں راجکماری کی رسوئی کا پکا ہوا کھانا شہزادی زیب النساء کیلئے لئے جا رہی تھی کہ راستے میں شہزادہ عظیم کی اس سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ اس نے سوال کیا۔

یہ کیا ہے؟

وہ بولی

کھانا ہے؟

شہزادے نے پوچھا!

یہ کس کا کھانا ہے؟

وہ کہنے لگی!

یہ ہندوانہ کھانا ہے، جو راجکماری شوبھا کیلئے ہر روز پکتا ہے، اور اتنا لذیذ ہوتا ہے کہ محل میں تبرک کی طرح تقسیم ہو جاتا ہے۔

شہزادہ نے سوال کیا۔

مگر ہمیں اب تک کیوں نہیں ملا؟

وہ گویا ہوئی!

آپ کو سیر و شکار سے فرصت کہاں ہے کہ محل میں آ کر رہیں!

وہ کہنے لگا،

لیکن اب تو ہم محل میں مقیم ہیں۔

گل اندام نے تھال کو ایک طرف کرتے ہوئے کہا۔

تو کل سے آپ کا حصہ بھی آ جایا کرے گا!

شہزادے نے ایک قدم بڑھ کر وہ تھال گل اندام کے ہاتھ سے لے لیا اور کہا،

کل کیوں؟ــــــــ آج کیوں نہیں؟

وہ سہمی ہوئی بولی!

ارے غضب ــــــــ یہ تو شہزادی زیب النساء کیلئے جا رہا ہے؟

بے پروائی کے ساتھ شہزادے نے کہا!

تو کیا ہوا، انہوں نے نہ کھایا، ہم نے کھا لیا، گھی کہاں گیا کھچڑی میں، کھچڑی کہاں گئی پیارے پیٹ میں!ــــــــ وہ ہم پر خفا نہیں ہو سکتیں اطمینان رکھو!

وہ بے بسی کے ساتھ بولی!

لیکن مجھ پر تو خفا ہوں گی۔

کیوں خفا ہوں گی؟

یہ خاص کھانا ہے!

خاص کیسا؟

آج راجکماری نے شہزادی کیلئے خاص اپنے ہاتھ سے کئی چیزیں تیار کی ہیں، یہ خادماؤں کے ہاتھ کا پکایا ہوا نہیں ہے۔

اوہ ـــــــــ پھر وہ ہم سے بڑھ کر اسے چکھنے کا حق کسی کو نہیں ایسا نہ کہے سرکار!

کیوں ڈری جا رہی ہو؟ شہزادی کیلئے تو راجکماری کل پھر پکا دیں گی لیکن ہمارے لئے کیوں زحمت کرنے لگیں۔

کیوں نہیں کریں گی؟

لیکن ہم انہیں تکلیف دینا نہیں چاہتے، ہم تو نو نقد نہ تیرہ اُدھار کے قائل ہیں۔

بے بسی سے ساتھ گل اندام ہنس پڑی۔

زبردستی کر رہے ہیں آپ تو؟

اب شہزادے صاحب نے جواب دینے کے بجائے اس تھال میں سے کھانا شروع کر دیا، کئی چیزیں تھیں اور سب بے انتہا لذیذ اور مزیدار تھیں، خوب اچھی طرح شکم سیر ہو کر کھانا کھایا گیا اور تھال گل اندام کو واپس کر دیا، اور کہا

اب تم جا سکتی ہو۔

اس نے تھال ہاتھ میں لے لیا اور بولی!

مگر شہزادی کو جواب کیا دوں گی؟

وہی جو کچھ ہم نے کیا ہے۔

وہاں راجکماری بھی ہوں گی۔

کیوں وہ اس پر خفا ہوں گی کہ ہم نے کیوں کھا لیا؟ ـــــــــ اگر خفا ہوں تو

کہنا آپ نے اتنا مزے کا کیوں پکایا تھا؟ واقعی گل اندام یہ تو بہت لذیذ تھا ـــــــــ؟

ہاں تھا تو؟

کیا تم نے بھی چکھا تھا؟

ہاں چکھا تھا۔

کیا راجکماری کل پھر پکائیں گی اپنے ہاتھ سے؟

پکانا ہی پڑے گا بیچاری کو شہزادی سے وعدہ کر چکی ہیں۔ اپنے ہاتھ کا پکایا ہوا انہیں کھلائیں گی۔

کیوں گل اندام یہ نہیں ہو سکتا کہ تم ہمارے لئے چوری کرو؟

چوری ـــــــ؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟

ہم چاہتے ہیں کل تھوڑا سا راجکماری کا پکایا ہوا چرا لاؤ ہمارے لئے۔

اے ہٹئے بھی ـــــــ اتنا مزے کا بھی نہیں ہے۔

ہم یہ کب کہہ رہے ہیں کہ اپنے لئے چوری کرو، ہم تو اپنے لئے کہہ رہے ہیں! ـــــــ

اور اگر جہاں پناہ کو پتہ چل گیا، تو کون بچائے گا گل اندام کو؟

(کچھ سوچتے ہوئے) ہاں یہ ٹیڑھی کھیر ہے! ـــــــ اچھا بھئی رہنے دو!

لیکن میں راجکماری سے کہہ دوں گی وہ بڑی نیک، بڑی سندر، اور بڑی من موہنی ہیں، ایک تھا آپ کیلئے بھی سہی۔

ہاں اگر یہ ہو سکے تو ضرور کہنا!

ضرور کہوں گی اطمینان رکھئے!

شہزادہ اپنے محل کی طرف چلا گیا، اس کے جاتے ہی شوبھا آ گئی، اس نے گل اندام سے کہا۔

میں نے سب دیکھ لیا، سب کچھ سن لیا!

اور یہ کہہ کر کھلکھلا کر ہنس پڑی۔

گل اندام بھی اس کے ساتھ ہنسنے لگی، اور کہنے لگی۔

راجکماری یہ ہمارے شہزادہ عظیم القدر ہیں، شہنشاہ کے چھوٹے صاحبزادے!

ہاں ان کے چہرے سے شہزادگی ٹپکتی ہے ـــــــ لیکن ذرا بدنیت ہیں۔

یہ ان کی خطا نہیں ـــــــ

پھر کس کی ہے گل اندام؟

آپ کے ہاتھوں کی ـــــــ سچ کہتی ہوں، اتنا ذائقہ تو میں نے کسی کے ہاتھ میں نہیں دیکھا آج تک!

اب بنانے لگیں تم بھی ہم کو، کیوں؟

نہیں راجکماری میری یہ مجال نہیں!

اچھا تو کل ہم زیادہ پکائیں گے اور نئی چیز بھی پکائیں گے، ہمیں یقین ہے تمہارے شہزادے صاحب بہت پسند کریں گے۔

وہ تو ضرور پسند کریں گے، لیکن پھر آپ کو روز پکانا پڑا کرے گا ـــــــ!

وہ مسکراتی ہوئی بولی!

تو کیا حرج ہے؟

* * *

راجکماری شوبھا اور گل اندام

اور رات کو جب شوبھا سونے کیلئے لیٹی تو حسب معمول گل اندام آ گئی اس کی ایک ڈیوٹی یہ بھی تھی کہ سوتے وقت اُسے کہانی سنایا کرے۔

شوبھا نے گل اندام کو دیکھ کر کہا۔

بھئی آج کہانی وانی نہیں سنتے ــــــــــــ

گل اندام نے حیرت بھری نظروں سے اُسے دیکھا، اور پوچھا!

یہ کیوں راجکماری؟

وہ جواب میں کہنے لگی

آج اتنا کام کرنا پڑا ہے کہ بہت تھک گئی ہوں، نیند سے آنکھیں بوجھل ہو رہی ہیں، جمائی پر جمائی چلی آ رہی ہے۔

یہ کہہ کر اس نے بستر کی طرف رُخ کیا، اور جا کر چپ چاپ لیٹ گئی۔

گل اندام نے دریافت کیا۔

کہو تو پاؤں دبا دوں؟

وہ شوخ نظروں سے اُسے دیکھتی ہوئی بولی

تم سے پاؤں دبواؤں گی؟

وہ محبت بھری نظروں سے اُسے دیکھنے لگی، پھر گویا ہوئی۔

تو کیا ہوا؟

یہ کہہ کر اس نے کر اس کی ٹانگیں اپنی ران پر رکھ لیں ــــــــــــ

شوبھا نے ٹانگیں سکوڑ لیں، اور اٹھ کر بیٹھ گئی کہنے لگی۔

تم سے تو قیامت تک پاؤں نہیں دبواؤں گی!

گل اندام چڑتی ہوئی بولی!

کیوں کیا میرے ہاتھ میں کانٹے ہیں؟

تمہارے ہاتھ پھول ہیں ان میں کانٹا بھی آ کر پھول بن جائے گا!

پھر اتنی بے اعتنائی سے پاؤں کیوں کھینچ لئے سرکار؟

بے اعتنائی سے نہیں پگلی ـــــــ محبت سے، میں تجھ سے محبت کرتی ہوں، بہن سمجھتی ہوں تجھے۔

ایک باندی کو؟

باندی تم جس کی ہوگی، ہوگی، ہماری تو بہن ہو جو منہ سے نکل گیا، وہ پتھر پر لکیر ہے، زندگی کی آخری سانس تک بہن ہی رہوگی۔

ایک تاثر کے عالم میں گل اندام نے کہا۔

شہزادہ عظیم بھی مجھے ایسا ہی سمجھتے ہیں وہ بھی مجھے بہن بنا چکے ہیں۔

شوبھا ناز سے اس کی طرف تکتی ہوئی بولی!

پھر تو تمہیں خوش ہونا چاہئے، بھائی بھی مل گیا، بہن بھی، اور کیا چاہئے؟

وہ سراپا تاثر بن کر گویا ہوئی۔

اس سے زیادہ اور چاہا بھی کیا جا سکتا ہے؟

بس تو پھر ہنسو، مسکراؤ، خوش ہو جاؤ، تم افسردہ سی کیوں بیٹھی ہو؟ زندگی سے بیزار کیوں نظر آ رہی ہو ـــــــ؟

وہ ہنسنے لگی، اور گویا ہوئی،

خدا آپ کو اور شہزادہ عظیم کو سلامت رکھے۔ میں کیوں زندگی سے بیزار ہونے لگی۔

(مسکراتے ہوئے) آصف خاں کی سلامتی کی بھی تو دعا مانگو۔

ہم دونوں کی سلامتی آپ دونوں کی سلامتی ہی پر منحصر ہے۔

نہ میرے چاہنے سے کچھ ہوگا نہ شہزادے کے چاہنے پر ہوگا وہی جو بھگوان چاہے گا۔

ہاں اصل چیز تو خدا ہی ہے۔

یہ تمہارے شہزادے جن کا تم بار بار ذکر کر رہی ہو، کیا شہنشاہ کے بیٹے ہیں؟

ہاں ——

سب سے چھوٹے؟

ہاں ——

شاید اسی لئے ہٹ دھرم ہیں؟

یہ آپ نے کیسے جانا؟

بھلا شہزادی زیب النساء کیلئے خاصہ جائے اور کوئی اُسے بیچ میں اُچک لے، کیا یہ کوئی معمولی بات ہے؟

(مسکراتے ہوئے) ان کا سب لاڈ کرتے ہیں، جہاں پناہ بھی انہیں بہت چاہتے ہیں اور شہزادی صاحبہ تو فدا ہیں بھائی پر!

آخر کون سے سرخاب کے پَر لگے ہیں ان میں؟

سرخاب کے پر۔

ہاں —— کیوں لاڈ ہوتا ہے ان کا؟

ہونا ہی چاہئے!

وہی تو پُوچھتی ہوں کیوں ہونا چاہئے؟

بات یہ ہے کہ ایک تو سب سے چھوٹے ہیں، دوسرے دل کے بہت اچھے ہیں، رحیم، شفیق، سب کے کام آنے والے دوسروں کے دُکھ میں ساتھ دینے والے ان کی خوشی پر خوش ہونے والے جہاں پناہ کی بارگاہ سے انہیں جو جیب خرچ ملتا ہے اس کا زیادہ حصہ وہ

دوسروں کی مدد کرنے میں صرف کر دیتے ہیں! ______

پھر تو واقعی بڑے اچھے آدمی ہیں۔

ہاں سرکار بہت اچھے شاہی خاندان میں کوئی اور آدمی ایسا ملنا مشکل ہے۔

کیا دے دیا ہے تمہیں؟ ______ بڑے گن گائے جارہی ہو؟

بہت کچھ دیتے رہتے ہیں، اور سب سے بڑا عطیہ تو ان کے میٹھے بول ہیں، ان کی ہمدردی ہے ان کی شرافت ہے ______

واقعی ______؟

جی اور کیا ایک باندی کو بہن بنالینا کوئی معمولی بات ہے۔

ہاں بڑی بات ہے۔

پھر انہوں نے میرے لئے کیا نہیں کیا؟

کیا کیا ہمیں بھی ذرا بتادو گل اندام!

آصف خاں اور مقرب خاں کے جھگڑے میں اگر در پردہ اور علانیہ وہ آصف خاں کا ساتھ نہ دیتے تو میری قسمت پھوٹ جاتی، مقرب خاں کے پلے باندھ دی جاتی، پھر شاید زندہ رہنا مشکل ہو جاتا۔

واقعی گل اندام؟

سرکار میں جھوٹ نہیں کہتی؟

کیا تم بہت چاہتی ہو آصف خاں کو؟

وہ بھی تو چاہتا ہے۔

اچھا تو یہ بات ہے؟ ______ دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی!

(مسکرا کر) اور نہیں تو کیا!

لیکن تمہارے شہزادے صاحب کو کیا پڑی ہے دوسروں کے پھٹے میں ٹانگ اڑانے کی۔

یہ ان کی عادت ہے ہر دکھیارے کا یہ ساتھ دیتے ہیں، کام آتے ہیں وہ اس کے۔

تم نے تو شہزادے صاحب کی شان میں ایسا قصیدہ پڑھا ہے کہ ایسا معلوم ہوتا ہے ان سے اچھا کوئی آدمی ہے ہی نہیں!

ہونگے ضرور ہوں گے ان سے اچھے آدمی بھی، لیکن میری نظر میں تو نہیں گذرا کوئی اب تک!

ہاں سچ کہتی ہو، تم نے ابھی دنیا دیکھی ہی کہاں ہے؟

(مسکراتے ہوئے) اور آپ نے ساری دنیا دیکھ ڈالی ہے؟

اور نہیں تو کیا؟

تو ہمارے شہزادے سے بھی اچھا کوئی آدمی آپ کی نظر سے گذرا ہے؟

کیوں نہیں؟

کون ہے وہ؟

میں خود!

گل اندام کھلکھلا کر ہنس پڑی، کہنے لگی۔

ہاں اسے تو ہم بھی مانتے ہیں۔

شوبھا نے ایک ادا سے اُسے دیکھتے ہوئے کہا۔

جھوٹی کہیں کی!

وہ اصرار کرتی ہوئی بولی۔

نہیں راجکماری دل سے کہہ رہی ہوں!

کیا تو شہزادے کے مقابلہ میں ہمارا ساتھ دے سکتی ہو؟

آپ کا اور اُن کا مقابلہ کیا؟

کیوں؟ ـــــــــ وہ اگر شہزادے ہیں تو میں بھی راجکماری ہوں

______ نہیں ہوں کیا؟

ضرور ہیں؟

پھر اگر کبھی میرے اور ان کے درمیان انتخاب کا سوال پیدا ہو جائے، تو کس کا ساتھ دو گی؟ ایمان سے کہنا!

(کچھ سوچتے ہوئے) آپ کا ساتھ دوں گی۔

سچ کہتی ہو؟

قسم لے لیجئے!

قسم کی ضرورت نہیں مجھے تمہارا اعتبار ہے ______ یہ بتاؤ اگر میں کہوں کہ میرے ساتھ کرت پور چلو، تو چلو گی؟

کیوں نہیں چلوں گی؟

(خوش ہو کر) سچ؟

بالکل سچ ______ لیکن ابھی نہیں!

کیوں ابھی کیوں نہیں؟ یہ کیا شرط لگا دی تم نے؟

ابھی تو میں باندی ہوں، ابھی میری رائے کوئی رائے نہیں، میرا فیصلہ کوئی فیصلہ نہیں، میرا ارادہ کوئی ارادہ نہیں، حکم کی تابع ہوں۔

کیا کوئی ایسا وقت بھی آئے گا جب تم باندی نہیں رہو گی، خود فیصلہ کر سکو گی جو ارادہ کرو گی، اُسے عملی جامہ پہنا سکو گی؟ جو رائے قائم کرو گی اس پر عمل کر سکو گی۔

ہاں بے شک!

تو وہ مبارک زمانہ کب آئے گا؟

جب آصف خاں باقاعدہ میرا شریکِ زندگی بن جائے گا؟

یعنی جب تمہاری شادی ہو جائے گی۔

جی ______

اس کے بعد تم باندی نہیں رہو گی؟

جی نہیں، پھر آزاد کر دی جاؤں گی!

کیوں آزاد کر دی جاؤ گی؟ پھر کیا باندی بنا کر تمہیں نہیں رکھا جا سکتا۔

نہیں ـــــــــ

یہی تو میں پوچھتی ہوں کیوں؟ مگر تم آئیں بائیں شائیں کر رہی ہو۔

سرکار بات یہ ہے کہ ہمارے جہاں پناہ ہر اس باندی کو جس کی شادی جاتی ہے نکاح سے پہلے آزاد کر دیتے ہیں! ــــــــ اور مسئلہ بھی یہی ہے۔

مسئلہ کیا ہے؟

مسئلہ یہ ہے کہ اگر کوئی آزاد آدمی کسی باندی سے شادی کر لے تو وہ خود بخود آزاد ہو جاتی ہے۔

بغیر آزاد کئے؟

یعنی آصف خاں سے نکاح جیسے ہی ہوا، تم آزاد ہو جاؤ گی۔

جی بے شک!

اچھا مسئلہ کیا ہوتا ہے؟

مسئلہ اسے کہتے ہیں جو بات ہماری شرع سے ثابت ہوتی ہو۔

شرع کیا؟

ہمارے دین اور مذہب کے احکام و قاعدے!

سمجھی! ــــــــ

جی ہاں ــــــــ

تو تمہاری شرع کا مسئلہ یہ ہے؟

جی ہاں سرکار!

بڑی عجیب بات ہے؟

اس میں عجیب بات کیا ہے سرکار؟ ــــــــــ یہ تو بڑی اچھی بات ہے؟

ہاں بات تو اچھی ہے لیکن یہ بات نہ ہمارے دھرم میں ہے نہ ہماری راج نیتی اسے گوارا کرتی ہے۔

یہ کہہ کر شوبھا خاموش ہوگئی، اور کچھ سوچنے لگی، ذرا دیر کے بعد اُس نے کہا۔

لیکن اس معاملہ میں ہمارا دھرم بھی غلط ہے، اور راج نیتی بھی، ٹھیک وہی ہے جو تمہاری شرع کا مسئلہ ہے ــــــــــ کیوں گل اندام!

(مسکرا کر) ہم تو اس کو ٹھیک کہیں گے، جس میں ہمارا بھلا ہو۔

اس میں صرف تمہارا ہی بھلا نہیں ہے، آدمیت کا بھلا ہے، انسانیت کا بھلا ہے۔

جی بے شک میری سرکار!

اور جس چیز میں آدمیت اور انسانیت کا بھلا ہو، اُسے کون بُرا کہہ سکتا ہے۔

کوئی نہیں میری سرکار!

ایک بات میں اور بھی حیرت سے دیکھتی ہوں گل اندام!

وہ کیا بات ہے؟

یہ کہ شاہی محل میں غلاموں اور باندیوں کے ساتھ جو سلوک کیا جاتا ہے وہ بہت اچھا ہے، معلوم ہی نہیں ہوتا کہ یہ غلام ہیں، باندیاں ہیں؟

سرکار یہ بھی ہمارا مسئلہ ہے؟

یہ بھی مسئلہ ہے؟

جی سرکار ــــــــــ ہماری شرع کا حکم ہے کہ غلاموں اور باندیوں کے ساتھ برادرانہ سلوک کرو، انہیں اپنا بھائی سمجھو، انہیں وہی کھلاؤ جو خود کھاؤ، وہی پہناؤ جو خود پہنو ــــــــــ

کیا تو سچ کہہ رہی ہے گل اندام؟ ــــــــــ جھوٹی!

نہیں سرکار مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے!

اگر یہ سچ ہے تو واقعی بہت حیرت انگیز ہے!

ہاں یہ آپ نے سچ کہا ہے۔

کیا سچ کہا؟

یہی کہ اگر یہ سچ ہے تو واقعی بہت حیرت انگیز ہے، لیکن میری سرکار ہماری شرع میں تو اس طرح کی حیرت انگیز سچائیاں بھری پڑی ہیں!

مانتی ہوں، ضرور ہوں گی؟

ہمارے بادشاہوں نے چاہے ہمالیہ جیسی غلطیاں کی ہوں، لیکن ایمان کی بات یہ ہے کہ دو باتوں نے شرع کا دامن کبھی نہیں چھوڑا۔

وہ کون سی دو باتیں؟ ——— ہمیں بھی بتاؤ!

ایک تو غلاموں کے ساتھ حسنِ سلوک ——— اور اس کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ دنیا کی تاریخ میں صرف مسلمان ہی ایک ایسی قوم ہے، جو بیسیوں غلام بادشاہوں کی فہرست فخر کے ساتھ پیش کر سکتی ہے۔

غلام بادشاہوں کی فہرست؟ ——— یہ تم کیا کہہ رہی ہو گل اندام؟

جی سرکار، یہ غلط نہیں ہے، ہمارے بادشاہوں نے ہر دور میں غلاموں کو ترقی کے وہ تمام مواقع عطا کیے، جو آزاد مسلمانوں کو حاصل تھے یہاں تک کہ وہ غلامی سے بادشاہی کے تخت تک پہنچ گئے، اور کوئی نہیں روک سکا۔

اچھا کس ملک میں؟

ہر ملک میں ——— عرب میں بھی اور عجم میں بھی!

عجم کیا؟ ——— یہ نام تو میں نے پہلی مرتبہ سُنا ہے!

عجم سے مراد ہیں غیر عرب ممالک ——— ویسے عجم گونگے کو کہتے ہیں۔

(ہنستے ہوئے) تو کیا کچھ ممالک گونگے بھی ہیں دُنیا میں۔

(زیرِ لب تبسم کے ساتھ) نہیں سرکار، کوئی ملک بھی گونگا نہیں ہے۔

پھر ——————

بات یہ ہے عربوں کو اپنی زباں آوری پر ناز ہے اور سچ بھی یہ ہے دنیا میں ان سے بڑھ کر فصیح و بلیغ کوئی قوم نہیں ہے، چنانچہ وہ اپنے سوا ہر قوم کو "عجم" یعنی گونگے کہتے ہیں، اور یہ سچ بھی ہے اور وہ اپنے علاوہ سب قوموں کو گونگا سمجھتے ہیں۔

ہوگا —————— یہ بتاؤ کیا ہمارے دیس میں بھی کوئی ایسا مثال پیش کرسکتی ہو۔

کیوں نہیں پیش کرسکتی؟ —————— یہاں بھی ایک نہیں بیسیوں مثالیں موجود ہیں۔

یعنی غلاموں کے سر پر تاج شاہی رکھا گیا ہو؟

جی بہت سی مثالیں ہیں۔

بتاؤں۔ —————— ضرور!

* * *

افسانہ شب

گل اندام نے پہلو بدلتے ہوئے کہا،

آپ کو تو نیند آ رہی ہے سرکار؟ اب سو جایئے، یہ باتیں تو پھر کسی وقت ہو سکتی ہیں ـــــــ!

وہ بچوں کی طرح مچلتی ہوئی بولی،

نہیں گل اندام ان باتوں کا سلسلہ جاری رکھو، مجھے بڑی دلچسپی ہو رہی ہے، نیند تو اپنی ہے، جب چاہوں گی سو جاؤں گی ـــــــ یا ہار مان لو!

ہار کیسی سرکار؟

یہی کہ دماغ پر بہت زور ڈالا مگر کوئی مثال نہیں یاد آئی!

(ہنستے ہوئے) سبحان اللہ ہار کیوں مان لوں؟ ایسے ہی آپ کے کہنے سے!

تو پھر بات ختم کرو کسی طرح!

دیکھئے سرکار قطب الدین ایبک کا نام تو آپ نے سنا ہو گا س جسکا قطب مینار دلی میں موجود ہے!

ہاں سُنا ہے ـــــــ تو کیا وہ بھی غلام تھا؟

جی خالص غلام ـــــــ سلطان شہاب الدین غوری کا ایک معمولی بہت معمولی غلام!

(حیرت سے) مگر بادشاہ بن گیا!

جی اور لوگوں نے دل سے اپنا فرماں روا ـــــــ بادشاہ مان لیا۔

خوب، ـــــــ اور کوئی مثال!

سلطان شمس الدین التمش کا نام بھی آپ نے سنا ہوگا ــــــــــــ؟

ہاں سُنا ہے، جس کی لڑکی رضیہ سلطانہ تھی!

ہاں وہی!

اب کہہ دو وہ بھی غلام تھا۔

وہی کہنے تو جا رہی تھی۔

اس کے تو بہت کارنامے ہیں!

ہاں ہیں ــــــــــــ اور بلبن کا نام بھی آپ نے سُنا ہوگا؟

کیوں نہیں سُنا؟

اسے بھی اس فہرست میں شامل کر لیجیے۔

(ہنس کر) اچھا بھئی کر لیا۔

بنگال اور بہار کے عجیب وغریب فاتح بختیار خلجی کے نام سے بھی آپ کو واقف ہونا چاہیے۔

واقف تو ہوں لیکن عجیب وغریب کیوں؟

اس لئے کہ وہ جیالا اور من چلا آدمی مٹھی بھر سپاہیوں کے ساتھ راجہ کے محل میں گھس گیا، اپنا جھنڈا گاڑا، اور نعرۂ اللہ اکبر اس شان سے لگایا کہ سب سمجھے کہ مسلمان فوج آ گئی، سب بھاگ کھڑے ہوئے، اور خلجی کا قبضہ مکمل ہو گیا۔[1]

واقعی غضب کا آدمی تھا۔

جی ہاں غضب کا آدمی تھا ــــــــــــ مگر غلام تھا۔

---

[1] تمام متداول تاریخی کتابوں میں یہ واقعات موجود ہیں،

کمال ہے ـــــــــ سچ تو یہ ہے کہ یہ مثالیں صرف مسلمانوں ہی کے ہاں مل سکتی ہیں۔

اور بختیار خلجی نے صرف بنگال و بہار پر اکتفا نہ کیا، آسام اور کوچ بہار تک پہنچ گیا، بلکہ تبت کی سرزمین تک اس کے قدم پہنچ گئے[2]

ایسے غلاموں پر تو ہر قوم فخر کر سکتی ہے۔

چنانچہ مسلمان اپنے غلاموں پر فخر کرتے ہیں۔

کرنا ہی چاہئے۔

اور یہ تو میں نے صرف چند نام گنائے ہیں، ورنہ اگر تاریخ کے اوراق اُلٹیں تو نہ جانے کتنے نام ملیں گے ـــــــــ ایک نام ہو تو بتاؤں؟ ـــــــــ ؟

یقین کریں گی آپ؟

سچائی کو کبھی کوئی جھٹلا سکتا ہے؟

اک بادشاہ گذرا ہے، سلطان محمود غزنوی!

محمود غزنوی ـــــــــ ؟

جی، جس نے ہندوستان پر بہت سے حملے کئے، اور ہر حملہ میں کامیاب رہا، کسی میدان جنگ میں اُسے کبھی شکست نہیں ہوئی ـــــــــ

ہاں جانتی ہوں، آخر میں سومنات تک ڈھا کر چلا گیا!

جی ہاں، جی ہاں!

کیا اب اس کے غلاموں کے کارنامے بیان کرو گی؟

کیا ضرورت ہے اس کے غلاموں کے کارنامے بیان کرنے کی، جب کہ وہ خود کافی ہے۔

---

[2] تاریخ ہند (ذکاء اللہ)

یعنی ـــــــ

یعنی وہ خود بھی غلام زادہ تھا!

(سراپا حیرت و پیکر اضطراب بن کر) یہ کیا کہہ رہی ہو تم گل اندام!

صرف بیان واقعہ، بیان حقیقت!

واقعی وہ قوم کتنی عالی ظرف ہے جو اپنے غلاموں کو بھی سر پر بٹھا لیتی ہے؟

آپ نے بھی تو ایک باندی کو سر پر بٹھا رکھا ہے۔

گل اندام سنجیدہ باتوں کے وقت دل لگی کی باتیں اچھی نہیں لگتیں!

غلطی ہوگئی معاف کر دیجئے۔

(مسکرا کر) معاف کر دیا مگر اب ایسی غلطی نہ ہو!

ہرگز نہ ہوگی۔

ایک بات سمجھ میں نہیں آئی، محمود غزنوی کو آخر مندروں سے اتنی دشمنی کیوں تھی؟ جہاں گیا پہلے مندروں پر ہاتھ صاف کیا، پھر کسی دوسری طرف متوجہ ہوا۔

پھر کچھ وقفہ کے بعد کچھ سوچتی ہوئی وہ کہنے لگی۔

بلکہ میں تو یہاں تک کہتی ہوں کہ ہمارے جہاں پناہ میں بھی یہ عادت ہے، بہت کم مندروں کو معاف کرتے ہیں۔

لیکن میری سرکار واقعہ یوں نہیں ہے!

پھر کس طرح ہے؟

محمود غزنوی نے، دوسرے بادشاہوں نے اور خود ہمارے جہاں پناہ نے صرف ان مندروں کو ڈھایا، جہاں ان کی حکومت کے خلاف سازشیں ہوتی تھیں، جو دشمنوں اور باغیوں کے خفیہ اڈے تھے، جہاں ان بادشاہوں کی حکومت کا چراغ گل کرنے کی تدبیروں پر غور کیا جاتا تھا۔

یہ تمہیں کیسے معلوم؟

اس کا ایک ثبوت تو یہ ہے کہ مسلمان بادشاہ اگر مندروں کے دشمن ہوتے تو آج اس دیس میں کوئی مندر کہیں دور دور دکھائی دیتا؟

ہاں یہ تو ٹھیک کہتی ہو تم!

یہی کیفیت ہمارے جہاں پناہ کی ہے وہ ان مندروں کو جاگیریں دیتے ہیں، جہاں صرف پُوجا ہوتی ہے، اور انہیں ڈھا دیتے ہیں جو دشمنوں اور باغیوں کا اڈہ بنے ہوئے ہیں۔

بات دل کو لگتی ہے۔

میری سرکار یہی بات ہے۔

(مسکرا کر) اچھا تم کہتی ہو تو مان لیتی ہوں!

* * *

داستان و حکایت

گل اندام اُٹھ کھڑی ہوئی، شوبھا نے ٹوکا۔

کہاں چلیں؟

وہ جمائی لیتی ہوئی بولی!

اب تو مجھے بھی نیند آنے لگی سرکار!

شوبھا نے ایک ادائے خاص سے اُسے دیکھا اور بولی،

لیکن ہماری نیند تو اڑا دی تم نے!

لیکن آپ ہی کی فرمائش پر!

(ہاتھ پکڑ کر بٹھاتے ہوئے) چلی جانا، ایسی جلدی کیا ہے، رات اپنی ہے!

بہت نیند آ رہی ہے سرکار ـــــــ!

دیکھو گل اندام، اب ایک بات چھڑ گئی ہے تو تم اس وقت تک نہیں جا سکتی جب تک وہ ختم نہ ہو جائے۔

ختم تو ہو گئی، اب کیا باقی ہے؟

تم نے خاص طور پر دو باتوں کا ذکر مسلمان بادشاہوں کے سلسلے میں کیا تھا، ایک تو یہی غلاموں کے ساتھ ان کے حسن سلوک کا اور دوسرا؟

(ہنستے ہوئے) بڑی یادداشت ہے آپ کی!

اور کیا اپنی طرح سمجھتی ہو کہ جب چاہا بھول گئیں؟ ـــــــ چلو شروع کرو

ـــــــ ہاں وہ دوسری بات؟

وہ دوسری بات یہ ہے کہ ان مسلمان بادشاہوں نے آپس میں خوب لڑائیاں

کیں، اوراپنی ذاتی ونجی زندگی میں بھی بہت کم ایسے تھے، جنہوں نے شرع کا مکمل خیال رکھا، لیکن ایک تو انہوں نے غلاموں کو سربلند کرنے میں کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا، دوسرے غیر مسلموں کے ساتھ اور مفتوح قوموں کے ساتھ بہت اچھا رویہ رکھا ــــــــ!

کیا مطلب ہے تمہارا؟

ان کی غلطیاں معاف کیں، ان کی بغاوتوں کو نظر انداز کیا!

لیکن کسی آزاد قوم کو غلام بنالینا کوئی اچھی بات ہے؟

بالکل اچھی بات نہیں ہے، جس طرح کسی آزاد شخص کو غلام بنالینا بُرا ہے اُسی طرح کسی آزاد قوم کو غلام بنالینا بُرا ہے۔

پھر ــــــــ!

لیکن مسلمانوں نے خود سے کسی قوم کو نہیں چھیڑا!

خود سے نہیں چھیڑا؟

جی ہاں ــــــــ اور جب انہیں چھیڑا گیا تو وہ بیشک میدانِ جنگ میں اُترے، اوراس میں کوئی شبہ نہیں، میدان جنگ کا فیصلہ آخری اور قطعی ہوتا ہے!

ہاں وہ تو ہوتا ہے، لیکن کیا ہر جگہ یہی ہوا؟

جی ہاں سرکار ہر جگہ یہی ہوا، مسلمانوں نے کہیں بھی پہل نہیں کی!

کیا ہندوستان کے بارے میں بھی تم یہی کہہ سکتی ہو؟

کیوں نہیں کہہ سکتی؟

اور یہ سچ بھی ہے؟

بالکل سچ ــــــــ!

کیا اس لئے کہ تم کہہ رہی ہو؟

جی نہیں، اس لئے کہ تاریخ پکار پکار کر یہی کہہ رہی ہے، میری تائید کر رہی

ہے ـــــــــــ!

دیکھئے نا ہندوستان پر دو طرف سے مسلمانوں نے حملہ کیا ـــــــــــ سندھ سے اور خیبر سے!

ہاں ٹھیک ہے ـــــــــــ؟

کیا آپ کو بتاؤں سندھ پر مسلمانوں نے کیوں حملہ کیا تھا؟

بتاؤ ہم سن رہے ہیں!

لنکا میں کچھ مسلمان تاجر رہتے تھے، ان میں سے ایک کا انتقال ہو گیا، اس کا مال اور اس کے متعلقین راجہ نے بغداد روانہ کر دیئے، سندھ کے پاس بحری ڈاکوؤں نے ڈاکہ ڈالا، اور مال دولت کے ساتھ اس مرحوم تاجر کی لڑکی کو بھی اڑا لے گئے، اس کی خبر بغداد پہنچی تو سندھ کے راجہ داہر سے بغداد کی حکومت نے استدعا کی کہ وہ ڈاکوؤں کی سرکوبی کرے، اور مسلمان تاجر کا مال اور اس کے افراد خاندان واپس دلائے، راجہ داہر قوت کے نشے میں مست تھا، اس نے مداخلت کرنے سے صاف انکار کر دیا، درحقیقت وہ ان ڈاکوؤں کا سب سے بڑا سرپرست تھا، آخر جب کوئی چارۂ کار نہ رہا تو مسلمانوں نے سندھ پر حملہ کیا، اور اُسے فتح کر لیا۔[1]

یہ تو کچھ بُرا نہ کیا ـــــــــــ قومی غیرت کا تقاضہ بھی یہی تھا۔

بے شک ـــــــــــ!

اور درۂ خیبر کے راستے سے جو حضرات تشریف لائے ان کی شانِ نزول کیا ہے؟

ہر جگہ واقعہ ایک نہیں ہوتا، لیکن واقعات میں یکسانیت ضرور ہوتی ہے۔

اب آ گئیں تم فلسفہ طرازی پر؟ ـــــــــــ ہمیں واقعات چاہئیں ٹھوس اور سچے واقعات!

---

[1] تاریخ سندھ

ان کا بھی اسی طرح معاملہ ہے؟

یعنی وہی راجہ داہر کا سا؟

مجھے ان کے عرض کرنے میں تامل نہیں!

لیکن اتنی دیر سے تامل کے سوا، اور کر کیا رہی ہو؟

(مسکراتے ہوئے) اس طرف بھی پہل مسلمانوں نے نہیں کی!

پھر کیا ہندو افغانستان کی طرف چڑھ دوڑے تھے؟

جی ہاں یہی واقعہ ہے ـــــــــــ راجہ لاہور جس کی حکومت پشاور تک تھی، اپنی حکومت پر قانع نہ رہ سکا، جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ سبکتگین ایک نرم خو بادشاہ ہے، اس نے خود افغانستان پر چڑھائی کر دی۔ سبکتگین کا لڑکا محمود غزنوی تھا وہ بھی باپ کے ساتھ میدان جنگ میں پہنچا۔

پشاور سے پرے لڑائی ہوئی، راجہ لاہور کو شکست ہوئی، سبکتگین جیت گیا[1]!

اور پھر اس نے اس کے علاقہ پر قبضہ کر لیا؟

نہیں اس نے معاف کر دیا!

معاف کر دیا!

جی ہاں ـــــــــــ نہ صرف معاف کیا بلکہ اس کا راج پاٹ واپس کر دیا ـــــــــــ!

راج پاٹ واپس کر دیا؟

سرکار میرا ایک ایک لفظ سچ ہے، آپ جس پڑھے لکھے سے چاہیے تصدیق کر لیجیے ـــــــــــ!

ہم تمہیں سچا ہی باور کر لیتے ہیں!

لاہور کے راجہ نے خراج دینے کا وعدہ کیا، مگر خراج بھی ادا نہیں کیا، اور کچھ دنوں

---

[1] ملاحظہ ہو تاریخ فرشتہ

کے بعد تیاری کر کے افغانستان پر پھر حملہ کیا۔

بڑا باہمت تھا، (مسکراتے ہوئے) ایسے باہمت لوگ کم ہوتے ہیں۔

پھر لڑائی ہوئی، پھر وہ ہارا اور مسلمان جیتے، لیکن اس مرتبہ محمود غزنوی سے لڑائی ہوئی تھی، کیونکہ اس کا باپ مر چکا تھا!

اس نے باپ کی طرح نرم خوئی سے کام نہیں لیا، اور مفتوح قوم کا حاکم بن گیا؟

جی نہیں ــــــــ وہ بھی باپ کے نقشِ قدم پر چلا، اُس نے بھی معاف کیا، راجہ نے اطاعت اور فوج دینے کا وعدہ کیا!

اور (مسکراتے ہوئے) سلطان نے اس مرتبہ بھی اس کا اعتبار کر لیا؟

جی ہاں واقعہ یہی ہے!

راجہ نے استدعا کی سلطان اپنے دو آدمی اس کے ساتھ کرے، اُن کے ہاتھ وہ خراج بھیج دے گا، اور یرغمال کے طور پر اپنے دو آدمی سلطان کے پاس چھوڑ دیئے ــــــــ

یرغمال؟ ــــــــ اچھا یرغمال!

جی ــــــــ لیکن راجہ کے لاہور جانے کے بعد سلطان نے سوچا، یرغمال کو لوٹا دینا چاہیئے۔ اعتماد پیدا ہوتا ہے، اس حسنِ سلوک کا راجہ پر اچھا اثر پڑے گا۔

یہ تو بڑی اونچی بات سوچی اُس نے!

ہاں وہ ایسا ہی آدمی تھا!

پھر کیا ہوا ــــــــ؟

اس نے راجہ کے دونوں آدمیوں کو رہا کر دیا، وہ لاہور پہنچ گئے، راجہ انہیں دیکھ کر بہت خوش ہوا اور اس خوشی میں اس نے سلطان کے ان دونوں آدمیوں کو جنہیں وہ خراج ادا کرنے کیلئے اپنے ساتھ لایا تھا۔ قتل کر دیا[1]!

---

[1] یہ واقعہ تاریخی اور بالکل صحیح ہے، تاریخ فرشتہ وغیرہ سے اسکی تصدیق ہو سکتی ہے

یہ سن کر راجکماری اپنی جگہ سے اُچھل پڑی، اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا،

اتنا بڑا وشواس گھات (فریب)؟

جی سرکار ـــــــــ!

پھر کیا ہوا اگلا اندام ـــــــــ؟

پھر سلطان کو جلال آ گیا!

آنا ہی چاہئے تھا ـــــــــ!

پھر وہ لاؤ لشکر لے کر آ گیا ہوگا؟

ہاں ـــــــــ لیکن دبے پاؤں نہیں اعلان کر کے دشمن کو تیاری کا موقع دے کر!

اور دشمن نے خوب تیاری کر لی!

بہت زیادہ ـــــــــ اُس نے ہندوستان کے تمام والیان ریاست کو مدد کیلئے بلایا مذہب کے نام پر دہائی دی، انہیں ڈرایا کہ اگر لاہور پر سلطان نے قبضہ کر لیا تو سارا ہندوستان اس کے زیر نگیں ہوگا۔

اور یہ لوگ اس کی مدد کو آئے؟

مذہب کے نام میں بڑی طاقت ہے ـــــــــ سب آئے!

سب؟ ـــــــــ؟

جی اجمیر، گوالیار اور قنوج جیسے دراز مقامات کے راجہ مہاراجہ تک مدد کے لئے اپنا لاؤ لشکر لے کر پہنچے۔ میدان جنگ آدمیوں کا نہیں بلکہ خیموں کا جنگل معلوم ہوتا تھا ـــــــــ

وہ تو معلوم ہونا ہی تھا ـــــــــ!

پھر لڑائی ہوئی ـــــــــ؟

ہوئی اور بڑی زبردست ہوئی۔

نتیجہ ——— ؟

سچائی کی فتح ——— !

یعنی سلطان جیت گیا، اُسے فتح حاصل ہوگئی؟

جی ہاں ——— !

پھر اس نے قبضہ کرلیا؟

صرف پنجاب پر، اور پنجاب پر قبضہ اس لئے تھا کہ اس کی حکومت کے تحفظ کا تقاضا یہی تھا۔

ہاں ٹھیک ہے ——— لیکن اس نے قنوج پر بھی تو حملہ کیا تھا؟ دہلی پر بھی چڑھائی کی تھی؟ گوالیار کے پاس جو قلعہ ہے اس پر بھی تو دھاوا بولا تھا، اور ان سب کو تہس نہس کر کے رکھ دیا تھا!

ہاں یہ سچ ہے ——— لیکن یہ اُس نے ملک گیری کیلئے نہیں کیا تھا، مسلم حکومت کے حدود میں توسیع کیلئے نہیں کیا تھا۔

پھر کیا مقصد تھا اس کا ——— ؟

پاس وفا ——— ؟

تم تو بہکنے لگیں گل اندام؟

سرکار میں بہکی نہیں ٹھیک ٹھیک واقعہ عرض کر رہی ہوں!

پاسِ وفا سے تمہارا مطلب کیا ہے؟

قنوج کے راجہ سے سلطان کی دوستی ہوگئی تھی، دونوں نے ایک دوسرے سے پیمانِ وفا باندھ لیا تھا، دونوں بات کے کھرے، دل کے صاف اور قول کے دھنی تھے!

ہاں وہ تو تھے مگر آگے؟

صرف پنجاب پر قبضہ کر کے اور باقی ہندوستان کو آزاد چھوڑ کر سلطان اپنے وطن واپس چلا گیا، اس کے بعد دلی اور کالنجر وغیرہ کے راجاؤں نے قنوج کے راجہ پر حملہ کر دیا

دفعتاً!

یہ کیوں؟ ــــــــ کس جرم میں؟

اس خطا پر کہ اس نے سلطان محمود غزنوی سے دوستی کیوں کر لی تھی؟

اس حملہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ قنوج کا راجہ ہلاک کر ڈالا گیا؟

آپ جانتی تو ہیں ــــــــ!

پھر محمود غزنوی کو اس کی خبر ہوئی اور وہ اپنے دوست کا انتقام لینے کیلئے اُٹھ کھڑا ہوا۔

جی یہی بات ہے ــــــــ!

(مسکراتے ہوئے) اچھا گل اندام ہم نے سلطان محمود غزنوی کو بھی معاف کر دیا ــــــــ!

شکریہ ــــــــ!

پھر دونوں ایک ساتھ کھلکھلا کر ہنس پڑیں،

کچھ دیر کے بعد راجکماری شوبھا نے کہا۔

گل اندام واقعی مسلمان جہاں بھی جاتے ہیں رحمت بن کر جاتے ہیں، اور یہ بھی سچ ہے کہ وہ غیر مسلموں کے ساتھ بہت اچھا سلوک کرتے ہیں۔

اور خاص طور پر ان کے مذہبی معاملات میں تو ذرا بھی دخل نہیں دیتے۔

ہاں یہ بھی سچ ہے!

مجھے جہاں تک معلوم ہے اُنہوں نے صرف ستی کے معاملہ میں مداخلت کی ہے وہ بھی انسانیت دوستی کے جذبہ سے، اور اس مداخلت میں بھی تشدد سے کام نہیں لیتے ــــــــ!

راجکماری شوبھا کانپ گئی، اُس نے کہا

لیکن یہی ایک معاملہ ایسا ہے، جس میں انہیں پوری قوت سے مداخلت کرنی

چاہئے ـــــــــ!

اس سے غلط فہمیاں پیدا ہوں گی، اس لئے وہ سختی کرتے ہوئے ہچکچاتے ہیں!

گل اندام تم نے کسی ہندو عورت کو ستی ہوتے نہیں دیکھا ہے، میں نے کئی مرتبہ دیکھا ہے، اس سے بڑھ کر ظالمانہ اور سفاکانہ رسم اور وہ بھی مذہب کے نام پر کوئی اور نہیں ہوسکتی، خیال کرتی ہوں تو تن بدن کانپنے لگتا ہے۔

ضرور کانپنے لگتا ہوگا، خود میرا یہی حال ہے!

گل اندام تم نے نہیں دیکھا، کس طرح مجبور کر کے عورت کو ستی ہونے کے لئے نذر آتش کیا جاتا ہے![1]

مجبور کر کے؟ راجکماری ـــــــ؟

ہاں گل اندام ـــــــ بھلا کوئی ہنسی خوشی بھی اپنی جان دیتا ہے!

ہاں ٹھیک ہی تو ہے!

اور جو خوشی سے جان دیتی ہیں، وہ بھی مجبور ہو کر!

وہ بھی کسی طرح مجبور ہو جاتی ہیں، خوشی بھی اور مجبوری بھی؟

تم نہیں جانتیں ہندو سماج میں ایک بیوہ عورت کس ذلت کی زندگی بسر کرنے پر مجبور ہوتی ہے، ایسی زندگی سے موت لاکھ درجہ بھلی۔

* * *

---

[1] ملاحظہ ہو فرانسیسی سیاح برنیر کا سفرنامۂ ہند

بس آج کی شب بھی سو چکے ہم ____!

گل اندام کے جانے کے بعد شوبھا بستر پر دراز ہوگئی، کافی رات ہو آ گئی تھی، اس نے آنکھیں بند کرلیں، اور خود ہی اپنے آپ کو لوریاں دے دے کر نیند بلانے لگی۔

مگر نیند کی دیوی روٹھی ہوئی تھی،

کروٹوں پر کروٹیں بدلیں، مگر نیند کا کہیں کالے کوسوں پتہ نہ تھا!

اس نے شہزادۂ عظیم کو آج ہی دیکھا تھا!

اور دیکھنے کے بعد پھر اُسے فراموش نہ کرسکی تھی!

گل اندام سے اس کی جو تعریفیں سُنی تھیں وہ تو رہیں ایک طرف لیکن اسے خود اپنی آنکھ سے جو کچھ دیکھا تھا، کیا اُسے بھلایا جا سکتا تھا؟

شہزادۂ عظیم حُسن مردانہ کا نمونہ کامل تھا!

اس میں بلا کی کشش تھی!

صرف اسی میں انہیں اس کی باتوں میں بھی، اس کے شیوۂ دلربا میں بھی، اور مجموعی حیثیت سے خود اس میں بھی!

اس محل میں دوسرے شہزادوں پر بھی اس کی نظر پڑی تھی، اور اپنے محل میں اُس نے بہت سے راجکماروں کو دیکھا تھا۔

لیکن جو بات شہزادہ عظیم میں تھی کسی میں نہ تھی ____ عالم میں تم سے لاکھ سہی تم سا مگر کہاں؟

دل میں کچھ کسک سی ہونے لگتی تھی ____ ایک میٹھا میٹھا سا درد عظیم کے تصور کے ساتھ ہی۔

لیکن یہ تصور تو ہاتھ دھو کر پیچھے پڑ گیا تھا، کسی طرح سامنے سے ہٹتا ہی نہیں تھا ــــــــ!

پھر اُسے وہ باتیں یاد آئیں جو عظیم اور گل اندام کے مابین ہوئی تھیں، ان باتوں میں کتنا رس تھا، کتنی مٹھاس تھی، کتنی بے تکلفی تھی، کتنا خلوص تھا، کیسی اپنائیت تھی ــــــــ!

یک بیک وہ چونک پڑی، اور اس نے اپنے آپ سے سوال کیا؟

میں کیا سوچ رہی ہوں؟

ایک غیر شخص کے بارے میں اور غیر بھی ایسا جس کا دھرم بھی جُدا مجھے سوچنے کا کیا حق ہے؟

لیکن میں کب جان بُوجھ کر ایسا کر رہی ہوں؟

میں تو اس خیال کو دل سے نکال رہی ہوں، مگر وہ نکلتا ہی نہیں!

کیوں ــــــــ؟

کیا اسی کو محبت کہتے ہیں؟

اسی طرح محبت کرنے لگتے ہیں لوگ ایک دوسرے سے؟

کیا گل اندام نے آصف خاں سے اسی طرح محبت کی تھی؟

میں نہیں جانتی محبت کیا ہوتی ہے؟ ـــــــــ کی ہو تو جانوں، لیکن ــــــــ

اس کے تصور سے روح میں تازگی اور رعنائی کہاں سے اور کیوں بیدار ہو جاتی ہے؟ ــــــــ

کیا ہوگا؟ ــــــــ بھگوان کیا ہوگا؟

یہاں کا طرز زمانہ و بود، یہاں کے انداز و اطوار، یہاں کے آدابِ محفل، اور آدابِ خانہ، یہاں کے رسم و رواج، یہاں کی سوسائٹی، معاشرت، تہذیب، تمدن، ہر چیز

میں میرے لئے ایک کشش تھی۔ میرا خیال تھا کہ کافی عرصہ تک اپنے گھر سے دور یہیں ڈیرا ڈالے پڑی رہوں گی۔

لیکن اب یہاں رہنا خطرناک ہے؟

اب مجھے یہاں سے رخصت ہی ہونا چاہئے۔

نہ جانے میرے منہ سے کب کیا بات نکل جائے، اور اس کا نتیجہ کیا ہو؟

ابھی تک جو کچھ ہے میرے دل میں ہے، شہزادے کی ملاقاتیں ہوئیں، باتیں ہوئیں، رسم و راہ بڑھی تو کیا ہوگا؟

غضب ہو جائے گا ——— !

قیامت آجائے گی ——— !

بس محبت کے نصیب میں پروان چڑھنا نہیں لکھا ہے، نہ جہاں پناہ اسے برداشت کر سکتے ہیں، نہ میرے پتا راجہ کرت سنگھ!

مفت کی رسوائی اور بدنامی سے کیا حاصل؟ اپنے ساتھ اس بے گناہ شہزادے کو بھی رسوا کروں؟ ——— نہیں یہ مجھ سے نہیں ہو سکتا، یہ میں نہیں گوارا کر سکتی، میرے لئے بہتر یہی ہے کہ یہاں سے رخصت ہو جاؤں، یہاں سے جانے کے بعد نہ یہ تصور میرے پیچھے پیچھے آئے گا، نہ شہزادے کو خبر ہوگی کہ شوبھا یہاں کس طرح آئی اور کیا لے کر گئی؟ ——— وہ کیسے جان سکیں گے کہ میں یہاں خوشی کی دولت لے کر آئی تھی، اور غم کی پونجی ساتھ لے کر جا رہی ہوں؟

وہ ایک جلیل القدر شہنشاہ کے فرزند ارجمند ہیں، جس ملک کی شہزادی سے چاہیں شادی کر سکتے ہیں، اپنے ملک میں جس خوب صورت سے خوبصورت مسلمان لڑکی کو چاہیں بیاہ لائیں، کون انہیں روک سکتا ہے؟ انہیں شوبھا کی کیا ضرورت؟ شوبھا کے حالِ دل سے کیوں واقف ہوں؟

اور سینکڑوں بہانے کئے جا سکتے ہیں، جھوٹ موٹ بیمار پڑ جاؤں گی، خود جہاں

پناہ مجبور ہو جائیں گے مجھ کرت پور (واپس کرنے پر)

ہاں بس یہ ٹھیک ہے۔

اب مجھے سو جانا چاہئے، صبح ہونے میں بس ذرا سی دیر رہ گئی ہے، اور صبح اُٹھتے ہی مجھے اپنے کام سے لگ جانا ہے!

جاتے جاتے شہزادے کی فرمائش تو پوری کرتی جاؤں، انہیں اپنے ہاتھ کا پکوان کھلاتی جاؤں، وہ بھی کیا یاد کریں گے کہ کچھ کھایا تھا——— شاید اسی بہانے اسی سہارے ان کے دل کے کسی گوشہ میں میری یاد رہ جائے!

بس صرف یاد، اور کچھ نہیں!

وہ کبھی کبھی مجھے یاد کر لیا کریں، میرے لئے یہی بہت ہے، اس سے بہتر ہے، اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں چاہئے۔

لیکن نہیں——— میں نہیں چاہتی کہ وہ مجھے یاد کریں، پکوان تو میں شہزادی زیب النساء کیلئے پکاؤں گی یہ دوسری بات ہے کہ گل اندام انہیں بھی اس میں شریک کر لے، جیسے آج کر چکی ہے!

ایک غیر شخص کے بارے میں سوچنا، ایک غیر شخص سے لگاؤ کی باتیں کرنا پاپ ہے! مہا پاپ ہے، مجھ سے اگر کوئی ثواب کا کام نہیں ہوا، تو میں نے آج تک گناہ بھی نہیں کیا——— ؟

لیکن کیا اب بھی میں کہہ سکتی ہوں، کہ میں نے کوئی پاپ نہیں کیا؟

گل اندام جب سے گئی ہے پاپ کے سوا اور کر کیا رہی ہوں؟ شہزادہ جو میرا کوئی نہیں، نہ ہو سکتا ہے اس کے تصور میں کیوں اُلجھی ہوئی ہوں؟

یہی پاپ ہے——— !

بھگوان، مجھے شما (معاف) کر دے!

دل ہی ل میں یہ دُعا مانگ کر پھر اُس نے کروٹ بدلی، اور آنکھیں موند لیں کہ

شاید نیند آ جائے، لیکن نیند کا کہیں دور نزدیک پتہ نہیں تھا!

رات کا باقی حصہ اسی طرح کروٹیں بدلتے گذر گیا، مگر نیند کی دیوی آج بالکل ہی روٹھ گئی تھی اُس نے نہ آنا تھا نہ آئی ______!

* * *

روزنِ در!

صبح ہوگئی ______ !

نیند تو آئی نہیں تھی اذان کی آواز سنتے ہی وہ بستر سے اُٹھ بیٹھی، نہا دھو کر پوجا پاٹ سے فارغ ہوئی، اور اس کے بعد سیدھی باورچی خانے میں پہنچ گئی۔

یہاں مہریاں پہلے سے موجود تھیں، اور اُنہوں نے ناشتے بنانے کا کا سلسلہ بھی شروع کر دیا تھا، اپنی رائے کے مطابق، لیکن شوبھا نے اندر داخل ہوتے ہی سب کو چلتا کر دیا۔

آج تم سب کی چھٹی ______ ہم خود پکائیں گے، اپنے ہاتھ سے سب کچھ ______ !

ایک منہ چڑھی مہری بولی

سرکار تو ہم لوگ کس مرض کی دوا ہیں، آپ صرف بتا دیجیے، ویسا ہی پک جائے گا جیسا آپ چاہیں گی!

شکریہ لیکن اپنا کام اپنے ہی سے ہوتا ہے!

لیکن سرکار، آپ تھک جائیں گی!

کیا میں تم سے کمزور ہوں؟

کمزور تو نہیں ہیں لیکن آپ ٹھہریں راجکماری اور ہمارا تو پیشہ ہی یہی ہے!

یہ سب واہیات باتیں ہیں!

اچھا ایسا کیجیے، کوئی ایک چیز آپ پکا دیجیے، باقی ہم کریں گے!

نہیں نہیں، نہیں ______ جاؤ تم سب!

اس اندازِ گفتگو کے بعد مہریوں کیلئے اس کے سوا کیا چارہ کار نہ تھا کہ چپ چاپ باہر آ جائیں!

شوبھا نے کئی چیزیں پکائیں، اور بڑی محنت سے تیار کیں، چکھا تو مزہ آ گیا دل ہی دل میں خوش ہوئی کہ جو بھی اس خوانِ نعمت پر ہاتھ صاف کرے گا، انگلیاں چاٹتا رہ جائے گا۔

جب ساری چیزیں تیار ہو چکیں تو گل اندام آئی، اسے مہریوں سے سارا واقعہ معلوم ہو چکا تھا، اُس نے آتے ہی بلائیں لیتے ہوئے کہا:

اے میں قربان یہ آپ کیا کر رہی ہیں صبح سے؟

شوبھا پسینہ میں شرابور ہو رہی تھی، اس نے کہا:

لو بھئی سب کچھ تیار ہو گیا، اب تم جانو اور تمہاری شہزادی!

شوبھا نے جواب دیا،

میں نے تو انہی کیلئے یہ محنت کی ہے ویسے وہ جسے چاہیں اپنے ساتھ شریک کر لیں!

لیکن کل تو آپ نے وعدہ کیا تھا کہ اس خوانِ نعمت میں شہزادے کا حصہ بھی ہوگا، اتنی جلدی بھول گئیں؟

ہاں اتنا سارا تو ہے، انہیں بھی ایک تھال پروس کر دے آنا ______! بھئی میرے سر میں تو ہو رہا ہے درد، میں چلی!

یہ کہہ کر شوبھا اپنے کمرے میں آ کر لیٹ گئی!

مزاج کی اس تبدیلی پر گل اندام کو کچھ حیرت ہوئی، لیکن اس نے زیادہ غور نہیں کیا، دو تھالوں میں اُس نے آج کی پکی ہوئی چیزیں پروسیں، اور دو باندیوں کے سر پر خوان رکھ کر چلی، سب سے پہلے شہزادہ عظیم کا محل آیا، جو بالکل قریب ہی تھا، وہ دروازے ہی پر کھڑا مل گیا، اُس نے گل اندام کو دیکھتے ہی کہا،

آج پھر پکڑی گئیں ـــــــــــ لاؤ جو کچھ لئے جاتی ہو، ادھر لاؤ!

اس نے ایک باندی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

جا یہ شہزادی کی خدمت میں پیش کر دے!

اور دوسری باندی کے سر پر رکھا ہوا تھال خود اپنے ہاتھ میں لے کر شاہزادے کی طرف بڑھی، اور لے جا کر سامنے رکھ دیا!

لیجیے تناول فرمایئے، خوب جی بھر کے!

کیا یہ راجکماری کا پکایا ہوا ہے!

ہاں ایک ایک چیز ـــــــــ!

پھر تو یہ سب کھانا پڑے گا!

تو کون سا اتنا زیادہ ہے؟ بسم اللہ کر کے کھا لیجیے، اگر ضرورت ہوئی تو چورن لا دوں گی ـــــــــ!

انشاء اللہ چورن کی ضرورت نہیں ہوگی۔

یہ کہہ کر عظیم نے تھال میں رکھی ہوئی چیزوں پر ہاتھ صاف کرنا شروع کر دیا۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے تھال خالی کر دیا، پھر اُسے ایک طرف کھسکاتے ہوئے پوچھا!

کیا کل بھی راجکماری تکلیف کریں گی؟

گل اندام ہنسنے لگی، ـــــــ واہ آپ کو تو مزا آ گیا لیکن ـــــــــ ہر ـــــــ روز ـــــــ حلوہ ـــــــ نیست ـــــــ!

تو اس کے معنی یہ ہیں کہ سالانہ یہ دعوت ہوا کرے گی، خیر یہی سہی!

سالانہ بھی نہیں ہوگی!

یہ کیوں بھئی ـــــــ؟

راجکماری کو جہاں پناہ نے بیٹی بنا کر چند دن کے لئے محل میں مہمان رکھا ہے، دس پانچ روز کے بعد چلی جائیں گی، چلی گئیں تو پھر کون آتا ہے؟

واہ یہ کیا بات ہوئی؟ آنا پڑے گا!

کیوں آنا پڑے گا؟ ــــــ کوئی زبردستی ہے!

زبردستی نہیں اخلاق اور شرافت بھی تو کوئی چیز ہے!

(ہنستے ہوئے) اخلاق اور شرافت کا تقاضا یہ ہے کہ راجکماری، ہر چھٹے مہینے کرت پور سے صرف اس لئے یہاں آیا کریں کہ آپ کو اپنے ہاتھ سے پکا کر پکوان کھلایا کریں؟

تو کیا ہوا؟ ــــــ ورنہ دنیا میں کیا نہیں ہوتا!

آپ کو تو نہ جانے کیا ہو گیا ہے ــــــ بھلا وہ کرت پور سے آ سکتی ہیں ــــــ؟

تو کرت پور کون سا اتنا دور ہے، جب چاہیں آ سکتی ہیں!

تو آپ خود کیوں نہیں فرما دیتے ان سے، دیوار پیچھے اسی کمرے میں تو ہیں!

ہم کیونکر کہہ سکتے ہیں؟ تم کیوں نہیں ہماری پیام رساں بن جاتیں؟

میری کچھ شامت تو آئی نہیں ہے!

کیا راجکماری بڑی غصہ ور ہیں؟ ماریں گی تم کو ــــــ؟

ماریں گی تو نہیں، اس لئے کہ مجھے بہت چاہتی اور مانتی ہیں، لیکن غصہ ور تو ہیں آج ہی ساری مہریوں کو کھڑے کھڑے باورچی خانے سے نکال دیا، اور تنِ تنہا بلا مدد غیرے سب کچھ پکا ڈالا!

سچ؟ ــــــ واقعی؟

ہاں اور کیا ــــــ صبح سے لگی ہوئی ہیں، پسینہ سے شرابور ہو رہی ہیں ــــــ!

اگر انہوں نے اتنی تکلیف اُٹھائی ہے تو ہم درگذر سے کام لے کر اپنا مطالبہ واپس لیتے نہیں تم بس شکریہ ادا کر دینا ہماری طرف سے، جب کبھی بہت جی چاہے گا ہم خود چار دن کیلئے کرت پور چلے جایا کریں گے!

بس یہ ٹھیک ہے، مجھے بھی اپنے ساتھ لے چلئے گا!

ضرور، تمہارے بغیر لطف کیا آئے گا، لیکن اگر آصف خاں نے ضد کی؟

اُنہیں بھی لے چلئے گا، ان کے بغیر بھی تو آپ کو لطف نہیں آئے گا ــــــــــ!

شہزادہ ہنسنے لگا، اُس نے کہا!

بڑی چالاک اور ہوشیار ہو تم!

اور یہ ساری باتیں روزنِ در سے لگی شوبھا سُن رہی تھی!

* * *

دل سے تیری نگاہ جگر تک اُتر گئی!

شوبھا روزنِ در سے لگی شہزادے کو دیکھ رہی تھی، اور باتیں سُن رہی تھی اس کے دل کی اس وقت عجیب کیفیت ہو رہی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا، جیسے وہ اس زمین کی پستی سے آسمان کی بلندی کی طرف اُڑی چلی جا رہی ہے، اس کا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا، لیکن ساتھ نشاط و مسرت کی عجیب کیفیت طاری تھی ــــــــــ! زندگی میں آج تک وہ ایسی کیفیت سے آشنا نہیں ہوئی تھی!

جب اس نے گل اندام کو تھال اُٹھا کر شہزادے کے کمرہ سے باہر نکلتے دیکھا تو جلدی سے اپنے بستر پر آ کر دراز ہو گئی، ذرا دیر میں گل اندام پہنچ گئی، اس نے کہا!

راجکماری ہمارے شہزادۂ عظیم نے آپ کا بہت بہت شکریہ ادا کیا ہے!

انجان بنتی ہوئی شوبھا بولی!

شکریہ کیسا؟

اس خوانِ نعمت کا جو آپ نے انہیں بھیجا تھا!

میں نے تو نہیں بھیجا تھا تم لے گئی تھیں، شکریہ بھی تمہارا ہی ادا کیا ہوگا!

ہاں راجکماری لے تو میں گئی تھی، لیکن پکایا تو میں نے نہیں تھا!

تو کیا تم نے کہہ دیا میں نے پکایا تھا؟

اور کیا نہ کہتی ــــــــــ!

کیا ضرورت تھی، کہہ دیتیں مہریوں نے پکایا ہے، مجھے تو صرف شکریہ ملا ان بیچاریوں کو انعام بھی مل جاتا!

واہ کرے کوئی اور انعام پائے کوئی، ہم اس کے قائل نہیں ہیں ــــــــــ!

اب آپ کی طبیعت کیسی ہے؟ درد تو نہیں ہے سر میں؟

بہت ہے گل اندام

لائیے میں دبا دوں؟

نہیں اس طرح اور بڑھ جائے گا!

تو میں حکیم صاحب سے کہتی ہوں جا کر! وہ کوئی اچھی سی دوا دے دیں گے!

اور راجکماری منع ہی کرتی رہ گئی، مگر گل اندام کب سنتی تھی، اس نے فوراً حکیم صاحب کو بلوایا، وہ تشریف لائے، انہوں نے نبض دیکھی اور فرمایا!

کوئی خاص بات نہیں ہے، اعصاب پر بوجھ کا نتیجہ ہے، دوا بھیجتا ہوں انشاءاللہ کل تک طبیعت بالکل ٹھیک ہو جائے گی۔

خواہ مخواہ اور زبردستی شوبھا کو دوا پینی پڑی، لیکن بڑی مزے دار تھی، اس لئے شوق سے پی ــــــــ!

شوبھا کی علالت کی خبر جہاں پناہ کو بھی پہنچی، وہ نفس نفیس دوسرے دن عیادت کیلئے تشریف لائے؛ انہوں نے شفقت و محبت کے ساتھ پوچھا!

بیٹی اب طبیعت کیسی ہے؟

وہ ادب سے سر جھکا کر گویا ہوئی،

اب تو بالکل ٹھیک ہوں جہاں پناہ!

لیکن تمہارا چہرہ اب تک اُترا ہوا ہے!

وہ شرما کر خاموش ہو گئی، جہاں پناہ نے فرمایا،

ہماری رائے ہے اب تم کرت پور چلی جاؤ، کچھ دنوں کے بعد پھر آ جانا، اب تو تم ہماری بیٹی بن چکی ہو، آنے کا جانے کا سلسلہ جاری ہی رہے گا۔ اس وقت ہم تمہیں اس لئے بھیج رہے ہیں کہ تبادلہ آب و ہوا سے تمہاری صحت پورے طور پر عود کر آئے گی۔

رات بھر جاگ کر شوبھا نے یہ فیصلہ کیا تھا کہ اُسے یہاں سے چلا جانا چاہئے لیکن

یہی بات یعنی اس کے دل کی بات جب جہاں پناہ کے منہ سے نکلی تو اسے معلوم ہوا کہ یہاں سے چلے جانے کا فیصلہ دل کا فیصلہ نہ تھا، دل کا فیصلہ تو یہیں رہنے اور ٹھہرے رہنے کا تھا، لیکن اب تیر کمان سے نکل چکا تھا، سو سر تسلیم خم کر دینے کے اور کوئی چارہ نہ تھا، ادب سے سر جھکا کر بولی:

جہاں پناہ کا ارشاد سر آنکھوں پر!

جہاں پناہ نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا، پھر اسے بہت سے قیمتی زیورات اور پارچہ جات عطا کیے، اس کے بعد گل اندام کو حکم دیا۔

- شہزادۂ عظیم کو حاضر کرو ہماری خدمت میں!

طلبی کا فرمان سن کر عظیم حیران، جہاں پناہ کے سامنے حاضر ہوا اور خاموشی سے سر جھکا کر کھڑا ہو گیا۔

جہاں پناہ نے اُسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

یہ راجکماری شوبھا ہماری بیٹی ہم اسے کرت پور بھیج رہے ہیں، تم اپنا دستۂ فوج لے کر اسے اپنی حفاظت میں وہاں پہنچا کر واپس آ ؤ!

شہزادہ عظیم نے آج پہلی مرتبہ راجکماری شوبھا کو مکمل طور پر دیکھا تھا۔

وہ دل ہی دل میں افسوس کر رہا تھا کہ اس سے پہلے کیوں یہ موقع حاصل نہ ہوا۔

شوبھا کو دیکھ کر وہ سب کچھ بھول گیا تھا۔

اس کی نظر سے حسن و جمال کے بہت سے پیکر گذرے تھے،

لیکن کوئی شوبھا کی برابری کر سکے، ایسا کوئی نظر نہ آیا تھا۔

شوبھا کے پیکر میں جمال بھی تھا، جلال بھی، رعنائی بھی، وقار بھی، دبدبہ بھی اور تحمل بھی! حسن و جمال، رنگ و بو، اور رعنائی کا ایسا پیکر آج تک ان کی نظر سے نہیں گزرا تھا!_____ وہ حسن نہیں نام خدا اور ہی کچھ ہے!

کیا ہے؟ اس کے اظہار میں الفاظ ساتھ نہیں دیتے!

شہنشاہ کے وقار کے باعث وہ نظر اٹھا کر شوبھا کو نہ دیکھ سکا، لیکن دزدیدہ نظروں سے جو کچھ دیکھ لیا تھا، وہ بھی بہت تھا ــــــــ دل سے تری نگاہ جگر تک اتر گئی!

شہنشاہ شوبھا کو انعام واکرام سے مالا مال کر کے تشریف لے گئے، شوبھا سر جھکائے بدستور خاموش کھڑی تھی، عظیم نے گل اندام سے کہا۔

راجکماری سے پوچھو کیا کل کیلئے سامانِ سفر تیار کیا جائے؟

گل اندام نے یہ الفاظ دہرا دیئے، راجکماری نے زبان سے کچھ نہیں کہا، اقرار میں گردن ہلا دی ــــــــ!

عظیم نے جاتے جاتے کہا:

تو کل صبح سویرے ہمارا قافلہ یہاں سے روانہ ہو جائے گا۔

شہزادہ عظیم چلے گئے گیا تو راجکماری نے سر اٹھایا اور خاموشی سے اپنے کمرے میں چلی گئی، شہنشاہ کے اس فرمان سے کہ تم فی الحال کرت پور چلی جاؤ، شوبھا کو جتنا صدمہ پہنچا تھا اتنی ہی مسرت ان کے اس فیصلہ سے ہوئی کہ عظیم اپنے دستہ فوج کے ساتھ اسے اپنی حفاظت میں لے کر جا رہا تھا!

وہ عظیم سے دور رہنے کیلئے یہاں سے بھاگ رہی تھی، لیکن عظیم ہی کی حفاظت میں اسی کے ساتھ، قدرت کی اس ستم ظریفی پر بے ساختہ مسکراہٹ اس کے ہونٹوں پر کھیلنے لگی، اس نے دل ہی دل میں کہا۔

بھگوان کے کھیل بھی نیارے ہیں، آدمی سوچتا کچھ ہے، ہوتا کچھ ہے!

* * * * *

ہمسفر!

راجکماری شوبھا کی حفاظت کیلئے عظیم اوراس کا دستہ فوج موجود تھا لیکن پالکی میں وہ تنہا کس طرح جاتی؟ ـــــــــ کسی عورت کا ساتھ ہونا ضروری تھا قرعۂ فال گل اندام کے نام پڑا، وہ بہت خوش تھی کہ شوبھا کے ساتھ کرت پور جا رہی ہے، جتنا اُسے شوبھا کے یوں اچانک رخصت ہونے کا غم تھا، اتنی ہی اس کے ساتھ جانے کی خوشی بھی تھی۔

پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ، شوبھا محل شاہی سے رخصت ہوئی، شہزادی زیب النساء بہ نفسِ نفیس اُسے چند قدم رخصت کرنے کیلئے تشریف لائیں، یہ اعزاز صرف شوبھا کو حاصل ہوا تھا، ورنہ اس سے پہلے محل میں بیسیوں شہزادیاں اور راجکماریاں آئیں، ان کے ساتھ ان کے شایانِ شان برتاؤ بھی ہوا، لیکن شہزادی زیب النساء نے اتنی محبت کا اظہار کسی اور کے ساتھ نہیں کیا تھا۔

رخصت ہوتے وقت شوبھا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، یہ سچے آنسو تھے، واقعی یہاں سے رخصت ہوتے وقت اس کا دل خون کے آنسو رو رہا تھا، اب یہ نعمت کہاں حاصل ہوگی؟ شاہی محل کی مختصر سی زندگی سے، اُس نے بہت کچھ سیکھا تھا، یہاں اس نے بہت کچھ پایا تھا، یہاں کے رہن سہن آدابِ معاشرت، اصول حیات اور روزمرہ زندگی میں اس نے جو دلکشی پائی تھی، یہی وجہ تھی کہ جاتے وقت خود بخود اس کی آنکھیں آنسوؤں سے چھلک رہی تھیں۔

راستہ بہت اچھی طرح کٹ رہا تھا!

دن بھر یہ قافلہ چلتا اور شام ہوتے ہوتے کسی موزوں اور مناسب جگہ پر ڈیرے ڈال دیتا، راجکماری کے خیمہ پر رات بھر کڑا پہرا رہتا، اور ان پہرے داروں میں خود شہزادہ

عظیم بھی شامل ہوتا۔

دوسرے روز رات کو جب ایک جگہ اس قافلہ نے پڑاؤ کیا تو رات کو حسب معمول راجکماری کے خیمہ پر پہرہ لگا، راجکماری نے گل اندام سے کہا۔

آخر شہزادے کو کیا ضرورت ہے پہرا دینے کی؟

وہ بہت سنجیدگی سے گویا ہوئی،

ذمہ داری کا احساس، شہنشاہ نے انہی کی حفاظت میں آپ کو روانہ کیا ہے آپ کو جان اور ناموس کی حفاظت ان کا فرض ہے!

لیکن یہ سب سپاہی آخر کس مرض کی دوا ہیں، رات رات بھر شہزادے کو جاگنے اور پہرا دینے کی کیا ضرورت ہے؟

کچھ تو ضرورت ہوگی، ورنہ وہ ایسا کیوں کرتے؟

لیکن مجھے تو یہ مناسب نہیں لگتا!

تو میں انہیں بلائے لیتی ہوں خود ہی کہہ دیجئے۔

بلاؤ، کیوں نہ کہوں گی، کیا ڈرتی ہوں کسی سے؟

گل اندام نے پھر شوبھا کو بات کرنے کا موقع نہ دیا، خیمہ کے دروازے پر کھڑی ہوگئی جا کر، اتفاق سے شہزادہ اسی وقت اس طرف سے گذر رہا تھا، اُسے دیکھ کر ٹھٹکا اور کہنے لگا،

تم یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو؟

آپ کا انتظار تھا ______!

کیوں خیریت ہے ______؟

راجکماری کچھ کہنا چاہتی ہیں آپ سے!

مجھ سے کچھ کہنا چاہتی؟

جی ہاں ______ آپ سے!

تو بتاؤ کیا بات ہے ــــــــــــ؟

کہنا وہ چاہتی ہے، اور بتاؤں میں؟ ــــــــــــ آیئے ذرا دیر کو اندر آ جایئے!

کچھ تامل کے بعد شہزادہ عظیم ایک سپاہی کی شان سے اسلحہ زیب تن کئے ہوئے اندر داخل ہوا، اور اسی طرح کھڑے کھڑے اُس نے کہا۔

راجکماری کیا آپ مجھ سے کچھ کہنا چاہتی ہیں؟

راجکماری نے وہی باتیں دوہرانا چاہیں، لیکن جیسے کسی نے اس کا حلق پکڑ لیا، گل اندام نے اُکسایا کہنے لگی۔

ـــ بتایئے راجکماری کیوں یاد کیا ہے ہمارے شہزادے کو؟

راجکماری اپنے آپ پر قابو پاتی ہوئی بولی۔

آخر آپ کیوں پہرا دیتے ہیں ہمارے خیمہ کا؟

کیا یہ میرا فرض نہیں ہے؟

یہ ان سپاہیوں کا فرض ہے، جو آپ کے ساتھ آئے ہیں!

اسے مجھ پر چھوڑیئے، میں جانتا ہوں کہ مجھے کیا کرنا چاہیئے۔

لیکن میں نہیں چاہتی کہ آپ پہرا دیں!

کیوں؟ کس لئے ــــــــــــ؟

یہ آپ کی توہین ہے!

آپ کی حفاظت کرنا میری توہین نہیں خوش بختی ہے ــــــــــــ!

پھر بھی آپ آرام کیجئے، سپاہی رات بھر جاگتے رہتے ہیں، یہ بہت ہے!

آخر آپ کو اس پر اتنا اصرار کیوں ہے؟

اس لئے کہ مجھے بھی رات بھر نیند نہیں آتی!

(حیرت سے) آپ کو رات بھر نیند نہیں آتی ــــــــــــ یہ کیوں؟

آپ رات بھر جاگتے رہیں، ٹہلتے رہیں، پہرا دیتے رہیں، اور میں اطمینان سے

خوابِ راحت کے مزے لیتی رہوں، یہ کس طرح ممکن ہے؟

کیوں ممکن نہیں ———— ؟

میرے سینہ میں ایک انسان کا دل ہے! ———— میں آپ کی یہ تکلیف کسی طرح برداشت نہیں کرسکتی، اگر آپ نے میری بات نہ مانی تو یقین کیجئے مجھے رات بھر نیند نہیں آئے گی، اور اس طرح میری طبیعت پھر خراب ہو جائے گی۔

آپ کے ان خیالات و جذبات سے بہت متاثر ہوا، میرے دل میں آپ کی عزت اور وقعت پہلے سے دوچند بڑھ گئی، لیکن راجکماری اگر خدانخواستہ کوئی حادثہ رونما ہو گیا، تو میں شہنشاہ کو کیا جواب دوں گا؟ خود اپنے آپ کو کیا جواب دوں گا؟

اطمینان رکھئے کوئی حادثہ رونما نہیں ہوگا!

یہ آپ کس طرح کہہ سکتی ہیں!

جہاں پناہ کا اقبال ہر حادثے کو روک لے گا!

پھر بھی ———— !

اور میں بھی موم کی گڑیا نہیں ہوں!

کیا مطلب ہے آپ کا؟

اگر کوئی حادثہ ہوگا تو میں گو صنفِ نازک ہوں لیکن ہر طرح کے حالات کا مقابلہ کرسکتی ہوں اچھی طرح ———— !

کس طرح ———— ؟

فنونِ سپہ گری تھوڑے بہت مجھے بھی آتے ہیں، اپنی حفاظت میں اچھی طرح کر سکتی ہوں ———— اور پھر آپ کو اطلاح ہو جائے گی!

شہزادے نے کوئی جواب نہیں دیا، اسی طرح کھڑا رہا!

راجکماری نے گل اندام سے کہا!

پوچھتی کیوں نہیں کیا فیصلہ کیا شہزادے نے؟

گل اندام ہنستی ہوئی بولی ــــــــــــ!

اتنی دیر سے تو خود باتیں کر رہی تھیں! اب مجھ سے کیوں پچھوا رہی ہیں ــــــــــــ! بتایئے شہزادے کیا فیصلہ کیا آپ نے؟ سوئیں گے یا جاگیں گے؟

تمہاری کیا رائے ہے؟

میری رائے بھی وہی ہے جو راجکماری کی ہے، خدا کے فضل سے کسی حادثہ کا اندیشہ نہیں ہے، راجکماری نے سچ ہی تو کہا، جہاں پناہ کا اقبال ہر حادثے کو روک لے گا ــــــــــــ!

شہزادے نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

اچھی بات اگر آپ کی یہی رائے ہے تو میں اپنا خیمہ میں جاتا ہوں!

پھر وہ سپاہیوں کو مزید ہوشیاری اور چوکسی کی تاکید کر کے اپنے خیمہ میں چلا گیا ــــــــــــ!

خیمہ میں آیا اور بستر پر دراز ہو گیا! لیکن نیند غائب تھی، آنکھوں کے سامنے شوبھا کی تصویر گھوم رہی تھی، کانوں میں شوبھا کی آواز گونج رہی تھی!

اس نے اپنے دل سے پوچھا،

کیا انجام ہوگا اس قلبِ بیقرار اور دلِ بے اختیار کا؟

دل نے جیسے آہستہ سے کانوں سے کہا،

یہ کون سی نئی بات ہے؟ دنیا میں ہمیشہ سے یہی ہوتا آیا ہے، اور ہمیشہ یہی ہوتا رہے گا!

عشق ازیں بسیار کردست و کند
سبحہ را زنار کردست و کند

خود بخود شہزادے کے ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگا!

اس نے دل بے اختیار کے سامنے سپر ڈال دی تھی!

عطا پر عطا ہے کرم پر کرم!

شہزادہ اپنے خیمہ میں واپس آ گیا! بستر پر دراز ہو گیا، سونے کیلئے آنکھیں بند کر لیں، مگر سو نہ سکا ــــــــ!

کبھی راجکماری کا چہرہ نگاہِ تصور کے سامنے آ جاتا کبھی شیر و شہد میں گھلے ہوئے الفاظ اس کے کانوں میں گونجنے لگتے!

زندگی میں آج تک وہ اس ذہنی کشمکش سے دو چار نہیں ہوا تھا، جس سے اب سابقہ پڑ رہا تھا!

وہ پہلی نگاہ ــــــــ!

وہ پہلی نگاہ، جو جہاں پناہ کی موجودگی میں اُس نے شوبھا پر ڈالی تھی، تیر بن کر اس کے دل پر لگی تھی، اور اُسے چیرتی ہوئی چلی گئی تھی۔

اور آج جو باتیں اس کے خوبصورت لبوں سے سُنی تھیں، وہ بار بار پردۂ گوش سے ٹکرا رہی تھی ــــــــ!

وہ کوشش کرتا تھا کہ اس خیال کو دل سے نکال دے، لیکن اپنی کوشش میں کامیاب نہیں ہو پاتا تھا،

ساری رات اسی طرح گذر گئی!

صبح اُٹھ کر اُس نے حسبِ معمول نماز پڑھی، اور پھر ناشتہ کیلئے دستر خوان بچھا دیا گیا، ناشتہ کے بعد ہی قافلے نے کوچ کرنا تھا،

مشکل سے اُس نے دو لقمے کھائے ہوں گے کہ گل اندام دوڑی دوڑی آئی اس کے ہاتھ میں تھال تھا، اور اس کے اندر سے بھاپ اُٹھ رہی تھی، شہزادے نے ہاتھ روک

لیا، اور پوچھا،

یہ کیا ہے ــــــ؟

اس نے تھال سامنے رکھ دیا، اور بولی!

من وسلویٰ! ــــــ تناول فرمایئے!

یہ گرما گرم پوری تھی اور ایک پلیٹ میں کچھ ترکاری، دوسری میں تھوڑا سا حلوا شہزادے نے پوری کھالی، اور کہا،

بس ایک ہی؟ ــــــ بڑی کنجوس ہیں تمہاری راجکماری!

لیکن گل اندام نے جواب نہیں دیا، وہ جا چکی تھی، اور جب اُس نے آخری لقمہ اس پوری کا توڑا تو وہ پھر ایک گرما گرم پوری لئے ہوئے حاضر تھی!

شہزادے نے نگاہِ تعجب سے اُسے دیکھا، اور پوچھا،

اور؟ ــــــ؟

وہ بولی ــــــ!

ہاں وہ خود بیٹھی تل رہی ہیں، اُتارتی جاتی ہیں اور بھیجتی جاتی ہیں، مجھے باتوں میں نہ لگایئے، ورنہ تار ٹوٹ جائے گا، اور وہ خفا ہوں گی مفت میں میرے اُوپر ــــــ!

یہ کہہ کر بغیر شہزادے کا جواب سُنے وہ پھر تیزی سے چلی گئی،

کوئی پندرہ منٹ میں دس پوریاں اسی طرح تابڑ توڑ آ گئیں، شہزادہ ایک ایک پوری کا لقمہ بنا کر کھاتا رہا، آخر تنگ آ کر اُس نے کہا،

خدا کیلئے راجکماری سے کہو اب رحم کرے، بہت کھا گیا میں نے، اب ذرا بھی گنجائش نہیں ہے!

وہ ہنستی ہوئی چلی گئی، ذرا دیر میں ہنستی ہوئی پھر ایک پوری لے کر حاضر ہوئی کہنے لگی۔

راجکماری نے کہا ہے بس یہ ایک اور!

اسے بھی شہزادے نے کھالیا۔

گل اندام نے کہا ــــــــ!

سچ کہیے کا کیسی ہیں ــــــــ؟

شہزادے نے ہاتھ منہ پونچھتے ہوئے کہا۔

بہت اچھی، ترکاری بہت عمدہ بنی تھی، اور حلوے کا تو کوئی جواب نہیں ــــــــ بڑا ذائقہ ہے تمہاری راجکماری کے ہاتھ ہیں!

ہاں وہ تو ہے ــــــــ حلوا اور ہے، کہیے تو تھوڑا سا لا دوں؟

بے بسی کے ساتھ اُس نے جواب دیا۔

لا دو ــــــــ لیکن نہیں بھئی نہ لاؤ!

وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی،

یہ کیوں؟ ــــــــ ابھی کہا لا دو۔ ابھی کہہ رہے ہیں نہ لاؤ!

بھئی بات یہ ہے کہ جی تو چاہ رہا ہے کھانے کو، لیکن سفر کا معاملہ ہے، اور سفر کی حالت میں بیمار پڑنا مجھے منظور نہیں، واقعی آج میں نے بہت کھا لیا ہے! ــــــــ

کیوں گل اندام تم نے بھی چکھی ہوں گی، یہ چیزیں تمہاری کیا رائے ہے؟

وہ بولی ــــــــ!

رائے تو بہت اچھی ہے، گو ابھی تک آپ کی وجہ سے چکھنے کا موقعہ نہیں ملا اب ہم لوگ کھائیں گے، آپ کو اچھی طرح کھلا چکنے کے بعد!

جاؤ جاؤ، اور جتنا زیادہ کھا سکتی ہو کھاؤ، ذرا بھی تکلف نہ کرنا، ایسی نعمتیں روز روز نہیں ملتیں!

آپ تو قصیدہ پڑھنے لگے راجکماری کی شان میں ــــــــ!

کیا وہ اس کی مستحق نہیں؟

ضرور ہیں، سوچیے تو سہی رات آپ کے جانے کے بعد بڑی دیر تک مجھ سے

کہانی سنتی رہیں، بہت دیر میں سوئیں، صبح جب میری آنکھ کھلی تو دیکھتی کیا ہوں، چولھے کے پاس بیٹھی ہیں، سارا سامان تیار رکھا ہے، اور پوریاں تل رہی ہیں ـــــــ کتنا خیال رکھتی ہیں آپ کا!

کس منہ سے شکر ادا کروں راجکماری کے لطف خاص کا ـــــــ!

* * *

حصہ سوم

ویرانۂ دِل!

دل کی بربادی کا احوال نہ پوچھ.....!

مارِ آستین

سیواجی کی تاخت وتاراج کا سلسلہ جاری تھا!

اور یہ سیواجی کون تھا ــــــــــ؟

مسلمانوں کا پروردہ، مسلمانوں کا ممنون کرم، وہ مسلمان ہی تھے جنہوں نے اس مارِ آستین کو پالا، اُسے اعزاز منصب سے نوازا اور کہیں سے کہیں پہنچا دیا،

اگر مسلمانوں نے اس خاندان کی سرپرستی نہ کی ہوتی تو شاید تاریخ کے صفحات پر اُبھرنے کا کبھی موقع نہ ملتا،

سیواجی[1] کا خاندان دراصل مہارانا اودے پور سے تعلق رکھتا ہے، اس خاندان میں سورسین نامی ایک شخص بعض اسباب سے چتوڑ چھوڑ کر پرگنہ کرکنب ضلع پرینده ریاست دکن میں چلا آیا۔ اس کے خاندان میں سے مالوجی اہل وطن سے ناراض ہو کر ایلورہ میں جو دولت آباد کے قریب ہے، آ کر آباد ہوا۔ اس زمانے میں دولت آباد

---

[1] سیواجی کے خاندان کا حال خافی خان نے اپنی تاریخ میں (جلد دوم صفحہ ۱۱۱ مطبوعہ کلکتہ) اور غلام علی آزاد نے خزانۂ عامرہ (صفحہ ۹۳) میں تفصیل سے لکھا ہے۔ لیکن سب سے زیادہ تفصیل اور محقق حالات مآثر الامرا میں ہیں، چونکہ سیواجی کا پوتا ساہو عالمگیر کے دربار میں ہفت ہزاری منصب رکھتا تھا اس لئے ماثر الامراء میں اس کا حال مستقل عنوان سے لکھا ہے اور اس کی ذیل میں اس کے خاندان کے ابتدائی حالات بھی نہایت تفصیل سے لکھے ہیں میں نے زیادہ تر حالات اسی کتاب سے لئے ہیں۔

نظام شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ اور یہاں کا دیس مکھ (یعنی تحصیلدار) لکھی جادو نامی ایک شخص تھا۔ مالوجی نے لکھی جادو کی سرکار میں ملازمت کر لی مالوجی کے دو بیٹے تھے چونکہ وہ شاہ شریف صاحب کا (جن کی قبر احمد نگر میں ہے) نہایت معتقد تھا۔ اس لئے اس نے بیٹوں کا نام شاہ صاحب موصوف کے تعلق سے شاہ جی اور شرف جی رکھا۔ یہی شاہ جی آگے چل کر ساہو جی کے لقب سے مشہور ہوا اور یہی ساہو جی ہے جو سیوا جی کا باپ تھا۔

لکھ جادو نے اس کو اپنا متبنیٰ بنا لیا اور چاہا کہ اپنی بیٹی اس کو بیاہ دے لیکن جادو کے خاندان والوں نے اس کو باز رکھا بالآخر مالوجی نے انگ پال (ایک معزز زمیندار تھا) کے دربار میں رسائی حاصل کی اور دباؤ ڈال کر مالوجی کی لڑکی سے شاہ جی کی شادی کرادی۔

ساہو جی نے سب سے پہلے نظام شاہی دربار میں توسل پیدا کیا۔ ۱۰۳۰ھ میں جب نظام شاہ کی فوجوں نے نربدا اُتر کر مالوہ کو غارت کیا اور جہانگیر نے اس کے دفعیہ کیلئے لشکر کشی کی تو نظام شاہ کے فوجی سرداروں میں ساہو جی اور اس کا خسر جادو رائے بھی تھا۔[1] جہانگیر نے جب اس کے انتظام کیلئے شاہجہان کو دکن بھیجا تو جادو رائے شاہجہان کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس کے صلہ میں اس کو پنجہزاری منصب ملا اور تمام خاندان کو حسبِ مراتب عہدے ملے، لیکن پھر باغی ہو کر ۱۰۴۰ھ میں نظام شاہ کے پاس چلا گیا نظام شاہ نے اس کو قتل کرادیا۔ اس بنا پر ساہو جی۔ نظام شاہ سے ناراض ہو کر شاہجہان کے دربار میں چلا آیا۔ اور پنجہزاری منصب پر سرفراز ہوا۔ اس کے ساتھ خلعت اسلحہ۔ مرصع علم۔ نقارہ۔ اسپ۔ فیل اور دو لاکھ نقد انعام میں ملے۔ ساہو جی کے سالوں کو بھی جن کا نام بہادر اور جگدیو تھا۔ پنجہزاری اور چار ہزاری منصب ملے۔ شاہجہان نے نظام شاہ کے بعض علاقے جو عنبر کی جاگیر میں تھے ساہو جی کو دیدیئے لیکن جب ۱۰۴۱ھ میں عادل

---

[1] خافی خان جلد اوّل صفحہ ۳۱۸ و مآثر الامرا جلد اوّل صفحہ ۵۳۰۔

شاہ والی بیجاپور سے جا کر مل گیا اور ایک فوج گراں بہا لے کر دولت آباد کی طرف بڑھا۔[1]

ساہو کی تنبیہ کیلئے شاہجہان نے فوجیں روانہ کیں اور اسی سن میں اس کے اہل و عیال گرفتار ہوئے ۱۰۴۲ھ میں ساہو جی نے ظفر نگر پر حملہ کیا ۱۰۴۴ھ میں اضلاع شاہی پر غارت گری کی جس کی پاداش کیلئے اورنگ زیب عالمگیر مامور ہوا۔

شاہجہان نے نظام شاہ کو گرفتار کر کے قید کر دیا۔ اس کی کوئی اولاد نہ تھی، ساہو جی نے ایک مجہول النسب لڑکے کو نظام شاہ کا وارث قرار دے کر تخت نشین کیا۔ تیموری حکومت کے بعض اضلاع دبا لئے۔[2] ان دست درازیوں میں عادل شاہ والی بیجاپور بھی ساہو جی کا برابر شریک تھا۔ چنانچہ ساہو کی اعانت کیلئے عادل شاہ نے رندولہ کو فوج دے کر بھیجا تھا۔[3]

یہ دست درازیاں، اس حد تک پہنچیں کہ شاہجہان نے بڑے زور شور سے اس کے استیصال کا عزم کیا۔ ۱۰۴۵ ہجری کو اڑتالیس ہزار فوج بڑے بڑے امرا کی سپہ سالاری میں دے کر دکن کو روانہ کی۔ ان میں سے بیس ہزار فوج کا سردار خان زماں کو بنا کر حکم دیا کہ چمار کونڈہ جو ساہو کا مستقر ہے برباد کر کے کوکن کے اضلاع کی طرف بڑھے۔ چنانچہ ان فوجوں نے ساہو کے پچیس قلعے فتح کر کے ساہو کو بیجاپور تک بھگا دیا ۱۰۴۶ھ میں ساہو، نظام شاہی علاقے سے بھی نکال دیا گیا۔[4]

ساہو جی نے عادل شاہ کے دربار میں ملازمت اختیار کی۔ عادل شاہ نے پونہ اور سوپہ اس کو جاگیر میں دیئے۔ سیوا جی اب جوان ہو چکا تھا۔ اور حوصلہ مندی کے جوہر دکھانے لگا۔ ان اضلاع کا انتظام اس نے اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ اور جا بجا قلعے تیار کرنے

---

[1] خافی خاں صفحہ ۴۷۶ و مآثر الامرا جلد اوّل صفحہ ۵۲، ۵۲۲

[2] خافی خان صفحہ ۵۲۰۔

[3] سیر المتاخرین جلد دوم صفحہ ۱۱۴، ۱۱۸

[4] خافی خاں حالات شاہجہاں صفحہ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۹۔

شروع کر دیئے۔ رفتہ رفتہ ایک بڑی فوج جو پندرہ ہزار تھی تیار کر لی اور اپنی حکومت کے علاقے وسیع کرنے شروع کئے۔ اسی اثنا میں عادل شاہ بیمار پڑا۔ اور دربار میں سخت ابتری پیدا ہوگئی۔ سیوا جی نے آس پاس کے علاقوں پر دست درازی شروع کی۔ دردور تک کے علاقے زیر اثر کر لئے تھوڑے دنوں میں کوکن کے تمام علاقے پر جو بیجاپور کی حکومت میں داخل تھا متصرف[1] ہوگیا سیوا جی نے قوت پا کر یہ طریقہ اختیار کیا کہ جو شہر یا قصبہ آباد اور خوش حال ہوتا اس پر چھاپہ مارتا اور لوٹ لیتا۔ وہاں کا حاکم جب عادل شاہ کو خبر کرتا تو ساتھ ہی سیوا جی کی عرضی پہنچتی کہ اس کی آمدنی میں بہت اضافہ ہوسکتا ہے۔ اضافہ کی شرط پر میری جاگیر میں دے دیا جائے۔

دربار میں عادل شاہ کی بیماری کی وجہ سے ابتری پھیلی ہوئی تھی۔ اس لئے جاگیروں کی تحریر پر کوئی متوجہ نہیں[2] ہوتا تھا۔ اور رشوت خوار عمال سیوا کو جاگیر کی سند لکھ کر بھیج دیتے تھے۔ اسی اثناء میں یعنی ۱۰۶۶ھ مطابق ۳۰ھ جلوس میں عادل شاہ مرگیا اور چونکہ اس کے کوئی اولاد نہ تھی۔ درباریوں نے ایک مجہول النسب لڑکے کو تخت نشین کیا جو علی عادل شاہ کے نام سے مشہور ہے۔ شاہجہان کو خبر ہوئی تو اس نے عالمگیر کو لکھا کہ بیجاپور پر قبضہ[3] کر لیا جائے۔ عالمگیر نے بیجاپور کا محاصرہ کیا۔ عادل شاہ نے مجبور ہو کر کروڑ روپیہ نذرانہ دینا منظور کیا۔

اسی اثنا میں شاہجہان بیمار ہوا۔ داراشکوہ نے ولی عہدی کے دعوے سے زمام سلطنت اپنے ہاتھ میں لے لی تمام امراء اور فوجی افسروں کو جو عالمگیر کے ساتھ تھے حکم بھیج دیا کہ پایہ تخت میں واپس آئیں۔ عالمگیر مجبوراً محاصرہ چھوڑ کر اورنگ آباد چلا آیا۔

---

[1] خافی خاں جلد دوم صفحہ ۱۱ تا ۱۸۔

[2] خافی خان جلد دوم صفحہ ۱۱۴، ۱۱۵۔

[3] خافی خاں جلد دوم صفحہ ۴۵۴۔

اب حالت یہ تھی کہ شاہجہان بیمار اور مسلوب الاختیار ہے۔ داراشکوہ نے بھائیوں کے استیصال کی تیاریاں کی ہیں۔ مراد نے گجرات میں سکہ وخطبہ جاری کیا ہے۔ شجاع بہ ارادہ حکومت بنگالہ سے دارالسلطنت کی طرف بڑھتا آتا ہے۔ عالمگیر دکن سے روانہ ہوگیا ہے۔ سیواجی کو کھل کھیلنے کیلئے اس سے زیادہ اور کیا موقع نصیب ہوسکتا تھا، اُس نے ہرطرف دست درازیاں شروع کردیں۔ چالیس قلعے تیار کرائے۔ جزیروں میں بحری قوت کا سامان[1] کیا۔ مرہٹوں کی ایک فوج گراں تیار کی اور رفتہ رفتہ بیجاپور کے اکثر اضلاع پر متصرف ہوگیا۔

دست گل چیں قتل عام لالہ وگل می کند!
باغبان در صحن گلشن مست خواب افتادہ است

علی عادل شاہ نے ہوش سنبھالا تو اپنے سپہ سالار افضل خان کو سیواجی کے استیصال کیلئے بھیجا۔ افضل خان نے اس کو محصور کرلیا۔ سیواجی نے عاجز ہوکر مکروفریب سے کام لینا چاہا۔

جب عادل خاں نے سیوا پر لشکرکشی کا ارادہ کیا تو سیوا نے پیش دستی کر کے عفو تقصیر کی درخواست کی اور لکھا کہ افضل خاں کو بھیجئے کہ میں ان کے ہمرکاب آکر رودررُو اپنی معروضات پیش کروں۔ غرض افضل خاں دوہزار سوار کے ساتھ روانہ ہوا۔ شرط یہ قرار پائی کہ ملاقات کے وقت کسی کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہو۔ چنانچہ افضل خاں جریدہ گیا لیکن سیوا بچھوآستین میں چھپائے ہوئے تھا۔ معانقہ کے ساتھ اس نے افضل خاں کا کام تمام کر دیا۔

سیوا نے اس پر اکتفا نہ کر کے تیموری حدودِ حکومت میں بھی دست درازیاں شروع کیں، عالمگیر اگرچہ ابھی رقیبان سلطنت کے معرکوں سے فارغ نہیں ہوا تھا تاہم

---

[1] خافی خان جلد دوم صفحہ ۱۱۵۔

سنہ ۳ جلوس مطابق جمادی الاول ۱۰۷۰ھ میں شائستہ خاں امیر الامراء کو اس ہنگامہ کے فرد کرنے کیلیے دکن بھیجا امیر الامرا کی آمد سن کر وہاں سے نکل گیا۔ امیر الامرا نے سوپہ قبضہ کیا اور رفتہ رفتہ پونا اور سیوا پور بھی فتح ہو گئے۔ پھر جالنہ کا محاصرہ ہوا اور کئی مہینے کے بعد محصورین نے امان طلب کی اور قلعہ حوالے کر دیا[۱]!

امیر الامرا نے پونہ کو صدر مقام قرار دے کر خود اسی محل میں قیام کیا، جو سیوا جی نے اپنے لئے تعمیر کرایا تھا، پھر ہر طرف سیوا کے تعاقب کے لئے فوجیں بھیج دیں، وہ جا بہ جا بھاگتا پھرتا تھا یہاں تک کہ دشوار گذار پہاڑیوں کی گھاٹیوں میں بھی ایک ایک دو دو ہفتے سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتا تھا،

سیوا جی نے اپنے قدیم طریقہ سے کام لیا ۱۰۷۰ھ میں امیر الامرا پر شب خون مارا چونکہ امیر الامرا کی بے احتیاطی سے سیوا جی کو یہ موقع ہاتھ آیا تھا، اس لئے عالمگیر نے امیر الامرا کو معزول کر کے شاہزادہ معظم کو اس مہم پر مامور کیا۔

سیوا جی نے اب اور ہاتھ پاؤں نکالے، سورت کے پاس جو بندرگاہ تھے، یعنی جیول اور پایل ان پر قبضہ کر لیا، اور عام غارت گری کے ساتھ حجاج کے جہازوں کو بھی لوٹنا شروع کر دیا[۲]!

حجاج پر یہ دراز دستیاں عالمگیر کیلیے نا قابل برداشت تھیں، نہ صرف عالمگیر بلکہ مسلمانوں کیلیے اس موقع پر طرح دینے کے معنی یہ تھے، کہ مسلمانوں کا وقار خاک میں مل جائے اور سیوا جی کو کھلی آزادی مل جائے کہ وہ جو جائے کرے جس طرح چاہے مسلمانوں کو لوٹے اور تباہ و برباد کرے، اور رفتہ رفتہ سارے ہندوستان کا مالک اور حاکم بن جائے۔

سیوا جی خود جو کچھ تھا وہ تھا، لیکن اس کے ساتھی بھی کم نہ تھے، اودے پور اور جودھ پور سے اُسے خفیہ امداد مل رہی تھی، اور دکن کی نام نہاد اسلامی ریاستیں تو علانیہ اس کا

---

[۱] ان واقعات کو مصنف ماثر عالمگیری اور خافی خاں نے نہایت تفصیل سے لکھا ہے

[۲] اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر (شبلی)

ساتھ دے رہی تھیں، ورنہ اس گیا ضیعف میں یہ حوصلہ پیدا ہی نہیں ہو سکتا تھا!

* * *

شہادت ہے مطلوب و مقصود مومن

سورت کی بندرگاہ پائل پر جو آخری حملہ سپہ سالار لشکر عالمگیری مہاراجہ جے سنگھ کی آمد سے پہلے کیا تھا، اس میں اس کے قزاقوں اور لٹیروں کے علاوہ اس کا داماد نیتو بھی شریک تھا۔

یہ نیتو بھی اپنے خسر سیوا جی کی طرح، ڈاکہ زنی اور قزاقی میں برق تھا میدانی لڑائیوں سے یہ بھی گھبراتا تھا، لیکن جنگ گریز پا (گوریلا وار) کے فن میں یہ بھی طاق تھا، شاہی لشکروں کے ساتھ سیوا جی، نیتو اور دوسرے ساتھی اس طرح کی جنگ کیا کرتے تھے لیکن یہ حجاج نہتے تھے۔ فنِ جنگ سے ناآشنا تھے، ان کے پاس نہ سازوسامانِ جنگ تھا، نہ آلات و اسلحہ، نہ ان کا لڑنے ارادہ تھا، نہ لڑنے کیلئے یہ تیار تھے۔

سیوا جی اور نیتو کو یہ حقیقت معلوم تھی!

یہی وجہ تھی کہ انہوں نے اس موقع پر گوریلا لڑائی نہیں کی بلکہ باقاعدہ میدان میں گئے۔

اُنہوں نے حاجیوں کو جی بھر کے لوٹا اور قتل کیا، ان کے مردوں کے علاوہ بچوں اور عورتوں تک کو بھیڑ بکری کی طرح ذبح کر دیا، اور یہ سب بھیڑ بکری کی طرح ذبح ہو گئے اس لئے کہ لڑنے کا مقدور نہ رکھتے تھے۔

لیکن انہی میں ایک صاحب مولانا روح اللہ تھے، عمر کوئی ساٹھ کے لگ بھگ ہوگی، لیکن کلے ٹھلے کے آدمی تھے، جوانی میں کسرت بھی کی تھی، فوج میں بھی رہے تھے، اور رن بھی بیتے تھے، ان کے ساتھ ان کی بوڑھی اور بیمار بیوی تھیں اور نوجوان و خوب رو اکلوتی لڑکی عائشہ، یہ نہتے بھی نہیں تھے، تلوار اور خنجر سے مسلح بھی تھے۔

جب تک سیوا جی کے آدمی ان تک نہیں پہنچے، یہ خاموش، اپنی جگہ بیوی اور لڑکی کی حفاظت کیلئے بیٹھے رہے۔

بیمار بیوی نے پوچھا۔

اب کیا ہوگا؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟

وہ ایک تاثر کے عالم میں گویا ہوئے۔

اب ہم میں سے کوئی نہیں بچ سکتا!

عائشہ سہم گئی، اُس نے لرزتی ہوئی آواز میں پوچھا۔

پھر؟ ——— پھر کیا ہوگا ابا جی؟

انہوں نے شفقت سے بیٹی کے سر پر ہاتھ پھیرا، اور کہا،

تو کیوں گھبراتی ہے، جب تک میں زندہ ہوں ادھر کوئی نہیں آ سکتا، تیری ہی وجہ سے مجھے بزدل بننا پڑا ہے، مسلمان اس طرح کٹ رہے ہوتے اور میں بیٹھا رہتا صرف اس خیال سے بیٹھا ہوں کہ کہیں تجھ پر آنچ نہ آ جائے، کہیں ان ظالموں کا ہاتھ تجھ تک نہ پہنچ جائے!

اور پھر وہ ایک جذبہ کے عالم میں بولے۔

اور اگر دشمن یہاں تک آ گیا میری بچی، تو اس تلوار سے پہلے تیرا خاتمہ کروں گا پھر دشمنوں سے لڑتا ہوا مر جاؤں گا۔

عائشہ کو جیسے زندگی کی نوید مل گئی، اُس نے کہا۔

ابا جی تو ان کا انتظار نہ کیجئے، مجھے مار ڈالئے جلدی سے!

مولوی روح اللہ نے حیرت سے بیٹی کی طرف دیکھا، اور سوال کیا،

کیوں تجھے کیوں مار ڈالوں ابھی سے؟

وہ گویا ہوئی،

اس لئے کہ دشمن کے سپاہیوں کا ایک جتھا اسی طرف آ رہا ہے، اس کے آنے

کے بعد شاید آپ کو موقع نہ ملے اور لڑائی شروع ہو جائے، میں بھی وہ جنگ نہیں دیکھنا چاہتی، جس کا انجام آپ کے قتل کی صورت میں نمودار ہو اور میں جانتی ہو یہی ہو گا۔

مولوی روح اللہ نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ پندرہ بیس آدمیوں کا ایک خون آشام اور مسلح جتھا بالکل سر پر آ گیا، اس جتھہ کا سردار نیتو تھا، اس نے مولوی روح اللہ سے کہا۔

اپنا تمام مال و اسباب ساز و سامان اور زر نقد یہاں جمع کر دو!

مولوی روح اللہ اس کیلئے شاید پہلے ہی سے تیار تھے، انہوں نے سب کچھ سامنے ڈھیر کر دیا۔

نیتو نے اپنے ایک ساتھی کو اشارہ کیا، اس نے اس سب مال و اسباب اور زر نقد پر قبضہ کر لیا۔

مولوی روح اللہ نے کہا۔ تمہارا مقصد پورا ہو گیا اب کیوں کھڑے ہو، جاتے کیوں نہیں،

لیکن نیتو کی آنکھیں عائشہ کو تک رہی تھیں اور اس کام میں وہ اتنا منہمک تھا کہ اس نے سُنا ہی نہیں کہ مولوی صاحب کیا فرما رہے ہیں؟

لیکن مولوی صاحب نے نیتو کی گستاخ نگاہی دیکھ لی، ان کے چہرہ وفور غیرت سے تمتما اُٹھا انہوں نے دانت پیستے ہوئے کہا۔

بدبخت مردوں سے آنکھیں ملا، عورتوں کو کیا تک رہا ہے؟

یہ الفاظ نیتو نے سُن لئے اور وہ چونک پڑا، اس کے ساتھی قہقہہ مار کر ہنس پڑے،

اس موقع پر اگر مولوی صاحب نے نیتو پر حملہ کر دیا ہوتا تو وہ قطعاً ہلاک ہو جاتا اس لئے کہ بے خبر تھا، لیکن وہ چوک گئے اس کے ساتھیوں کا قہقہہ سُن کر، ان سے ضبط نہ ہو سکا، ان کی غیرت انہیں للکار رہی تھی، انہوں نے میان سے تلوار نکالی، وہ تلوار بجلی کی طرح چمکی!

نیتو اور اس کے ساتھیوں نے بھی تلواریں میان سے نکال لیں، لیکن مولوی صاحب کی برق صفت تلوار ان میں سے کسی کے سر پر نہ گری، سب سے پہلے اُس نے ان کی بوڑھی اور بیمار بیوی کا خون بہایا، پھر وہ عائشہ کے سر پر گری!

بیوی کے ہلاک کرتے وقت ان کا عزم اور جذبہ قائم تھا، لیکن عائشہ پر تلوار چلاتے وقت ان کے ہاتھ کانپ گئے، بیوی کا ایک ہی وار میں خاتمہ ہو گیا، لیکن عائشہ پر اوچھا وار پڑا، اس کی گردن نہ کٹ سکی، لیکن اس میں سے خون کا فوارہ اُبل پڑا۔

نیتو نے اپنے ایک ساتھی سے کہا۔

اس لڑکی کی خبر لو!

پھر وہ مولوی روح اللہ سے مخاطب ہوا۔

بوڑھے کھوسٹ یہ تو نے کیا کیا؟

مولوی صاحب نے اطمینان سے بغیر کسی اضطراب اور گھبراہٹ کے جواب دیا،

وہی جو میرا فرض تھا! ــــــــ میں اتنا بے غیرت نہ تھا کہ اپنے ناموس کو تیرے ہاتھوں میں جانے دیتا، میں نے بیوی اور لڑکی کو موت کے گھاٹ اتار دیا، اب تیری باری ہے ــــــــ لے سنبھل!

یہ کہہ کر مولوی صاحب نے نیتو پر تلوار چلائی، لیکن بہت سی تلواروں نے سپر بن کر ان کی شمشیر آب دار کو روک لیا اور پھر کئی تلواریں ان کے جسم پر لپک پڑیں اور وہ کلمۂ شہادت پڑھتے شہید ہو گئے۔

نیتو نے حیرت سے اپنے ایک ساتھی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

اس بوڑھے میں کتنا خون تھا، پورا دریا بن گیا ہے ــــــــ یہ عمر اور یہ دم!

ــــــــ جوانی میں واقعی مردِ میدان رہا ہوگا!

پھر اس نے دوسری ساتھی سے سوال کیا،

کیا وہ مر گئی ــــــــ؟

وہ بولا مری تو نہیں لیکن مر جائے گی، خون بہت نکل گیا ہے، حالت نازک ہے ـــــــــ!

نیتو نے کہا، اسے زندہ رہنا چاہئے ـــــــــ وہ بھی ایک دولت ہے ہمارے ساتھ جائے گی۔

* * *

عائشہ

عائشہ کئی روز موت وزیست کی کشمکش میں مبتلا رہی، علاج میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا گیا، لیکن خون اتنا زیادہ نکل گیا تھا، اور زخم ایسا کاری تھا کہ حالت کسی طرح سنبھلنے ہی میں نہیں آتی تھی، بعض وقت تو مایوسی ہو جاتی تھی، اور ایسا معلوم ہوتا تھا بس اب چند گھڑی کی مہمان ہے۔

چند روز کے بعد اس کی حالت ذرا سنبھلی، اُس نے آنکھیں کھولیں، اور متعجبانہ طور پر گرد و پیش کے اجنبی سے ماحول کا جائزہ لیا، پھر اُس نے کمزور اور نحیف آواز میں پاس بیٹھی ہوئی ایک باندی سے جس کا نام رادھا تھا پوچھا۔

میں کہاں ہوں ______؟

رادھا جلدی سے اُٹھ کر کھڑی ہوگئی، اُس نے ہمدردانہ طور پر اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھا، اور پوچھا:

اب طبیعت کیسی ہے؟

خشک ہونٹوں پر زبان پھیرتے ہوئے عائشہ نے سوال کیا،

یہ کون جگہ ہے؟

رادھا نے دلاسا دیتے ہوئے کہا۔

اپنی ہی جگہ ہے ______!

عائشہ ضد کرتی ہوئی بولی!

نہیں یہ میری جگہ نہیں ہے، بتاؤ یہ کون جگہ ہے؟ میں کہاں ہوں؟ ______ نہیں بتاؤ گی؟

یہ کہتے کہتے وہ اُٹھ کر بیٹھ گئی، رادھا نے اُسے چمکارتے ہوئے، پھر بستر پر لٹا دیا، اور کہنے لگی،

میں سب کچھ بتائے دیتی ہوں، لیٹ جاؤ چپ چاپ!

کچھ دیر عائشہ خاموش رہی پھر کہا۔

بتاؤ ——— !

رادھا نے بتایا،

ہم پونہ سے ۳۵ میل کے فاصلہ پر ہیں، اس جگہ کا نام اندولہ ہے، جو رانا نیتو سنگھ کی جاگیر ہے، اور یہ انہی کا محل ہے!

عائشہ نے سوال کیا

رانا نیتو سنگھ کون ——— ؟

رادھا مسکراتی ہوئی بولی!

ارے تم نیتو سنگھ کو نہیں جانتیں؟

وہ بے پروائی اور حقارت سے بولی۔

میں کیا جانوں؟ ——— وہ بھی ایک کافر کو ——— ؟

لیکن کون ہے یہ شخص ——— ؟

رادھا نے ادھر اُدھر دیکھا، پھر سرگوشی کے انداز میں کہا:

رانا نیتو سنگھ، مہراج سیوا سنگھ کے داماد ہیں، ان کی منگنی انہی کی لڑکی سے ہوئی ہے، چھ مہینہ کے بعد وہ رانی بن کر یہاں آجائیں گی ——— ! مہراج سیوا سنگھ نے انہیں بہت بڑی جاگیر دے رکھی ہے، ویسے وہ خود بھی بڑے زمیندار اور دولت مند آدمی ہیں ——— !

شاید رادھا نیتو سنگھ کی شان میں قصیدہ جاری رکھتی، لیکن عائشہ نے اُکتاتے ہوئے انداز میں کہا،

بس سُن لیا!______ ختم کرو کہانی!

رادھا چپ ہوگئی، کچھ دیر کی خاموشی کے بعد عائشہ نے ایک سوال اور کیا، لیکن میں یہاں کس طرح آ گئی آخر؟

رادھا مسکراتی ہوئی بولی!

آپ یہاں کس طرح آ گئیں؟______ آپ کو نہیں معلوم؟

وہ دماغ پر زور دیتی ہوئی بولی۔

ہاں یاد آیا سورت کے پاس پائل کے بندرگاہ پر ہمارے جہاز کو مرہٹہ لٹیروں نے لوٹ لیا تھا، میرے والد نے جب ان کا ایک جتھا ہماری طرف آتے دیکھا، تو جیسا پہلے بتا چکے تھے، تلوار کے ایک وار میں میری ماں کو قتل کر ڈالا، پھر مجھ پر تلوار چلائی میں بیہوش ہوگئی، نہ جانے ان کا کیا حشر ہوا، شاید وہ شہید ہو گئے۔

ہاں وہ شہید ہو گئے۔

شاید تلوار کا وار اوچھا پڑا ہوگا کہ میں بچ گئی!______

لیکن تمہارے باپ نے تمہاری ماں کو بھی مار ڈالا اور تمہیں بھی مار ڈالنے میں کوئی کسر نہیں اُٹھا رکھی

کیوں______؟

وہ اسے گوارا نہیں کر سکتے تھے کہ ان کی بیوی اور لڑکی کافروں کے قبضہ میں آ جائیں، ان کے رحم و کرم پر زندگی بسر کریں!

بڑے باغیرت تھے!

ہاں______ اور بڑے بہادر بھی دس پانچ کو مار کر مرے ہونگے!

ہاں ایسا ہی ہوا تھا، میں نے سُنا ہے!

تم نے سُنا ہے کس سے؟

رانا نیتو سنگھ سے!

انہیں اس لڑائی کا حال کیا معلوم؟

ارے ــــــــ وہی تو مسلمانوں کو لوٹنے گئے تھے پائل!

اوہ ــــــــ تو وہ لٹیروں اور ڈاکوؤں کے سردار بھی ہیں، پھر تو گھر بھر لیا ہوگا، انہوں نے سونے چاندی سے!

ویسے بھی بھگوان نے انہیں کیا نہیں دے رکھا ہے، سب کچھ ہے ان کے پاس ــــــــ!

پھر بھی ڈاکے ڈالتے اور چوری کرتے رہتے ہیں!

(سہم کر) آہستہ آہستہ بولو

کیوں؟ آہستہ کیوں بولوں؟

کہیں ان باتوں کی بھنک ان کے کان میں پڑ گئی تو غضب ہو جائے گا!

یہ کیوں؟ کس لئے؟

ان کا غصہ بہت بُرا ہے، پھر وہ ہوش میں نہیں رہتے!

تو کیا کرلیں گے وہ میرا؟

وہ کیا نہیں کرسکتے؟

زیادہ سے زیادہ یہی نا کہ مار ڈالیں گے!

ہاں نہ جانے کتنوں کو موت کے گھاٹ اُتار چکے ہیں!

مگر میں موت سے نہیں ڈرتی!

ارے یہ کیا کہہ رہی ہو؟ تم موت سے نہیں ڈرتیں!

بالکل نہیں ــــــــ مجھے تو زندہ رہنے سے شرم آرہی ہے، موت چاہتی ہوں، زندگی نہیں چاہتی!

لیکن کیوں میری بہن؟

عزت کی موت ذلت کی زندگی سے لاکھ گنا بہتر ہوتی ہے، میں ذلت کی زندگی

نہیں جینا چاہتی، عزت کی موت مرنا چاہتی ہوں!

لیکن یہاں تو تمہاری کوئی ذلت نہیں ہو رہی ہے، تمہیں اس طرح رکھا جا رہا ہے، جیسے کوئی شہزادی رکھی جاتی ہے!

کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی ذلت ہو سکتی ہے؟

پھر وہی بات!

ایک مسلمان اور غلامی یہ دونوں چیزیں ایک جگہ نہیں جمع ہو سکتیں، اگر کوئی مسلمان غلامی کی زندگی بسر کرتا ہے، تو اس کا ایمان کمزور ہے!

یہ باتیں تو آج پہلی مرتبہ تمہارے منہ سے سُن رہی ہوں!

لیکن ہیں بالکل سچی باتیں!

مگر میری بہن انسانیت بھی تو کوئی چیز ہے؟

کیا کہنا چاہتی ہو تم ——— ؟

میرا مطلب یہ ہے کہ جو تمہیں اتنی عزت سے، اتنی راحت اور آسائش سے رکھے اگر اس کے پاس رہنے کو تم ذلت سمجھو یہ کتنا بڑا ظلم ہے!

ظلم کیوں ہے؟

وہ سُنے گا تو اس کا دل نہیں ٹوٹ جائے گا؟

میرا اس کا ناتہ کیا؟ ——— اس کا دل ٹوٹے یا جڑے مجھے اس سے کیا سروکار ——— ؟

(مسکراتے ہوئے) بڑی کٹھور ہو تم!

اچھا یہی سہی، لیکن میں یہاں نہیں رہ سکتی!

جاؤ گی کہاں؟ تمہارے والد لڑتے ہوئے شہید ہو گئے، ماں کو خود انہی نے مار ڈالا، کیا کوئی بھائی بہن ہیں ابھی؟

ہاں کیوں نہیں ——— لاکھوں بلکہ کروڑوں!

(حیرت سے تکتے ہوئے) لاکھوں اور کروڑوں بھائی بہن؟

ہاں ـــــــــ ہر مسلمان میرا بھائی ہے، ہر مسلمان لڑکی میری بہن ہے!

میں سمجھی ـــــــــ لیکن کوئی سگا بھائی بہن بھی ہے؟

نہیں ـــــــــ میں اپنے ماں باپ کی اکلوتی لڑکی تھی!

گویا سارے کنبہ میں اب تمہارے سوا کوئی نہیں؟

کوئی نہیں سوا میرے!

بڑا دکھ ہوا یہ کہانی سُن کر، بھگوان تمہیں شکتی دیں، کرپا کریں تم پر!

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

رانا نیتو سنگھ اور رادھا

اتنی باتیں کر کے عائشہ تھک گئی، بے حد کمزور ہو گئی تھی!

رادھا نے اس کی یہ کیفیت بھانپ لی، اُٹھ کر جلدی سے دوا پلائی، یہ دوا کچھ خواب آور بھی تھی ذرا دیر میں اُسے نیند آ گئی، اور وہ بے خبر سو گئی!

وہ سو رہی تھی کہ دبے پاؤں نیتو سنگھ آیا، نیتو کو دیکھ کر رادھا کھڑی ہو گئی، اُس نے بہت ہی آہستہ پوچھا،

اب کیسی طبیعت ہے؟

وہ بھی بہت آہستہ سے بولی۔

آج پہلی مرتبہ کافی دیر تک مجھ سے باتیں کیں!

(خوش ہو کر) کیا واقعی رادھا؟

سرکار بالکل سچ ــــــــ!

کیا کیا باتیں کیں ــــــــ؟

بہت کچھ ــــــــ!

پوچھا ہو گا یہ کون جگہ ہے؟

جی ہاں پوچھا تھا ــــــــ!

پھر تم نے کیا بتا دیا ــــــــ!

میں نے وہ جگہ بتا دی ــــــــ!

میرا ذکر بھی آیا تھا ــــــــ!

ہاں آیا تھا سرکار ــــــــ!

میرے بارے میں بھی پوچھا ہوگا کون ہے؟

جی ہاں پوچھا تھا ــــــــــ ؟

پھر کیا بتایا تم نے ــــــــــ ؟

آپ کون ہیں، کیا میں نہیں جانتی؟ جو جانتی تھی بتا دیا!

گھر تو بہت یاد آتا ہوگا؟

گھر نہیں، وہاں اب کون باقی رہا ہے، نہ کوئی بھائی نہ بہن!

(خوش ہوکر) یہ تو اچھا ہی ہوا رادھا، پھر تو اس کا جی یہاں لگ جائے گا!

مشکل ہے سرکار!

(کچھ پریشان ہوکر) کیوں ــــــــــ ؟

وہ کہتی ہے میرے کئی لاکھ بھائی بہن ہیں!

کئی لاکھ بھائی بہن ــــــــــ ؟

(مسکرا کر) جی ــــــــــ ہر مسلمان چاہے وہ مرد ہو یا عورت!

اوہ ــــــــــ یہ بات ہے؟

جی!

پھر کیا ہوگا رادھا؟

راہ پر آجائے گی، البتہ ذرا دیر لگے گی!

لیکن کوئی ایسی بات نہیں ہونی چاہئے جس پر اُسے غصہ آئے، جو اُسے بری لگے، جس پر وہ ناگواری کا اظہار کرے ــــــــــ !

ایسا ہی ہوگا سرکار!

وہ اگر مجھے گالیاں دے، تو بھی چپ چاپ سُن لینا!

سنتی تو رہی ــــــــــ !

کیا وہ مجھے گالیاں دے رہی تھی؟

ہاں ــــــــ آپ کو بھی آپ کی قوم کو بھی!

کیا کہہ رہی تھی رادھا ــــــــ؟

کہہ رہی تھی یہ مرہٹے لٹیرے اور ڈاکو ہیں، اور آپ کا نام لے کر کہا، وہ ان لٹیروں کے سردار ہیں ــــــــ!

(مسکراتے ہوئے) کہنے دو!

کہنے دیا ــــــــ!

اس سے زیادہ کہے تو بھی کہنے دو!

اس سے زیادہ کہے تو نہیں کہنے دوں گی ــــــــ!

یہ کیوں ــــــــ؟

ضبط و صبر کی بھی ایک حد ہوتی ہے سرکار! میں آپ کے خلاف اس سے زیادہ نہیں سُن سکتی!

تم احمق ہو، گاؤدی ہو، بے وقوف ہو، تمہیں سُننا پڑے گا!

آپ کا حکم ہے تو سُن لوں گی!

ہاں یہ میرا حکم ہے ــــــــ!

بہت بہتر ــــــــ لیکن سرکار ایک بات تو بتایئے!

کیا پوچھنا چاہتی ہو؟

مجھے تو کچھ دال میں کالا نظر آتا ہے، کیا سچ؟

(انجان بن کر) کیا بکتی ہے؟ سچ کیا؟

کیا آپ محبت کرنے لگے ہیں اس لڑکی سے؟

کیا محبت کی جاتی ہے پگلی؟

لیکن ــــــــ!

لیکن کیا؟ چپ کیوں ہو گئی؟

راجکماری کو کیا جواب دیں گے آپ؟

راجکماری؟ ________

ہاں ________ مہراج سیوا سنگھ کی بیٹی، جن سے آپ کی منگنی ہو چکی ہے، جو چھ ماہ کے بعد اس گھر میں رانی بن کر آئیں گی؟

آیا کریں ________!

کیا جب بھی محبت کرتے رہیں گے آپ؟

محبت کرنے سے تو بھگوان بھی نہیں روک سکتے کسی کو، پھر مہراج اور راجکماری کیا کر لیں گے؟

کہیں اس کا انجام خراب نہ ہو؟

وہ کیا نہیں کر سکتے ________؟

وہ میری جاگیر ضبط کر سکتے ہیں، مجھے گرفتار کر سکتے ہیں، میری جان لے سکتے ہیں اس سے زیادہ تو کچھ نہیں کر سکتے؟

تو کیا یہ سب کچھ آپ برداشت کر لیں گے؟

کیوں نہیں کر لوں گا؟ کیا تو مجھے کاہڑ (بزدل) سمجھتی ہے؟

آپ اتنا آگے بڑھ چکے ہیں سرکار؟

ہاں رادھا، دل کی بات پوچھتی ہو تو جواب ''ہاں'' کے سوا کچھ نہیں ہو سکتا ________!

لیکن ایک بات تو بتایئے سرکار!

پوچھ لو، جو پوچھنا ہو، لیکن تمہاری آواز کبھی کبھی بلند ہو جاتی ہے، وہ جاگ نہ جائے ________؟

جاگ گئیں تو کیا ہوگا ________؟

اس کی صحت ابھی کمزور ہے، اسے آرام کی ضرورت ہے!

ہے بھگوان اتنا خیال! کیا ہو گیا ہے آپ کو؟

وہی جو بھگوان کرے، تجھے نہ ہو کبھی ـــــــ ہاں کیا پوچھ رہی تھی؟ خواہ مخواہ دوسری باتیں چھیڑ دیں تو نے ـــــــ!

میں یہ پوچھ رہی تھی کہ ایسی کون سی خاص بات ہے اس لڑکی میں؟

تجھے کچھ نہیں نظر آتا ـــــــ؟

اندھی کہیں کی ـــــــ!

تو آپ دکھا دیجئے ـــــــ!

اگر کسی طرح میری آنکھیں تجھے مل جائیں، پھر تو ایسی بات تیرے منہ سے نہیں نکلے گی، پھر تو یہ نہیں کہے گی!

پھر کیا کہوں گی سرکار؟

پھر؟ ـــــــ پھر تو کہے گی دنیا کی ساری خوبیاں اور رعنائیاں سمٹ کر جمع ہو گئی ہیں، گلاب کا رنگ، نرگس کی آنکھ، چمبیلی کی باس، چاند کا روپ کیا نہیں ہے اس میں؟

میں پاگل ہو جاؤں گی سرکار؟

پاگل ہونے کا جی کیوں چاہ رہا ہے تیرا ـــــــ؟

آپ کی یہ باتیں سُن سُن کر پاگل ہو جاؤں گی!

میں تو تجھے اب بھی پاگل ہی سمجھ رہا ہوں، جو چاند کا روپ نہ دیکھ سکے گلاب کا رنگ نہ دیکھ سکے نرگس کی آنکھ نہ دیکھ سکے، چمبیلی کی باس نہ سونگھ سکے وہ ـــــــ!

پاگل ہے ـــــــ!

(مسکراتے ہوئے) ہاں، اس کا کوئی علاج نہیں!

لیکن اگر اس لڑکی نے آپ کو اس نگاہ سے نہ دیکھا، جس سے آپ دیکھ رہے

ہیں تب کیا ہوگا ــــــــــــــــ؟

یعنی اگر اس نے میری محبت کا جواب محبت سے نہ دیا؟

جی سرکار ــــــــــــ؟

نہ دے ــــــــــ محبت کوئی سودا اور کاروبار تو نہیں ہے کہ اس ہاتھ دے اس ہاتھ لے!

ایسے بول میں نے کبھی پہلے آپ کے منہ سے نہیں سُنے تھے!

پہلے میں محبت کب کرتا تھا!

اس نے نفرت کی تب بھی آپ محبت کرتے رہیں گے؟

ہاں، بلکہ شاید زاید!

زائد کیوں؟

پھر مجھے اس کی نفرت سے بھی محبت ہو جائے گی!

(سر پر ہاتھ مار کر) ہائے بھگوان کیا انجام ہوگا ان باتوں کا؟

تو گھبرائی کیوں جاتی ہے؟

سرکار، آپ جیسا بانکا سجیلا اور خوب صورت نوجوان، جس کی ایک ایک بات پر بڑے بڑے گھرانوں کے روپ وتی (خوب صورت) کنیائیں (لڑکیاں) جان دینے کو تیار رہتی ہیں، بلکہ میں تو کہتی ہوں خود راجکماری بھی ہزار جان سے فریفتہ ہیں آپ پر ــــــــــ اور ٹھوکر کھا جائے!

ٹھوکر کیسی پگلی ــــــــــ؟

ایک غیر قوم کی لڑکی سے آپ نے پریم شروع کر دیا، جس کا ہمارا کوئی میل نہیں ــــــــــ!

محبت خود ایک قوم ہے ــــــــــ!

لیکن اگر وہ ہندو نہ ہوئی؟

تو میں مسلمان ہو جاؤں گا ــــــــــــ!

آپ مسلمان ہو جائیں گے ــــــــــــ؟

ہاں، بلکہ آدھا مسلمان تو ابھی سے سمجھ لو!

آدھا مسلمان ابھی سے سمجھ لوں یہ کیوں؟

جس شان سے اس کے بوڑھے باپ نے جان دی ہے، اسی وقت میرے دل سے آواز اُٹھی تھی کہ یہ آن کسی جھوٹے مذہب کے پیرو میں نہیں ہو سکتی، اسی وقت سے میرا دل اس قوم اور مذہب کی طرف کھنچ رہا ہے ــــــــــــ!

اتنے میں عائشہ نے کروٹ بدلی، نیتو سنگھ نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر رادھا کو خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور دبے پاؤں واپس چلا گیا!

رادھا اور نیتو سنگھ میں سے کسی کو نہیں معلوم تھا کہ عائشہ جاگ چکی ہے اور ساری باتیں سُن رہی ہے!

عائشہ جاگ رہی تھی، اس نے ان دونوں کی باتیں سُن لی تھیں، وہ جو ایک انجانا سا خطرہ، ایک بے جانا سا اندیشہ، ایک مبہم سا خوف اس عرصہ میں محسوس کرتی رہی تھی۔ وہ اب حقیقت اور واقعہ کی صورت میں نظر کے سامنے تھا!

پھر اب کیا ہوگا؟

اب راہِ عمل کیا ہونی چاہیے؟

آخر انجام کار کیا ہوگا؟

یہ تھے وہ سوالات جو ذہن و دماغ میں گردش کر رہے تھے، لیکن ان کا جواب؟ ــــــــــــ کس کے پاس تھا؟

* * * * *

عائشہ اور رادھا

نیتو سنگھ کے جانے کے بعد رادھا پھر آ کر اپنی جگہ خاموشی کے ساتھ بیٹھ گئی!

ذرا دیر کے بعد عائشہ نے آنکھ کھولی، رادھا نے پوچھا!

جاگ گئیں؟______ خوب اچھی طرح سو لیں؟

وہ کروٹ بدل کر اس کی طرف رُخ کرتی ہوئی بولی!

ہاں اچھی طرح سو لی، ______ پیاس لگ رہی ہے!

رادھا بجلی کی سی تیزی سے اُٹھ کھڑی ہوئی!

ابھی لاتی ہوں انار کا شربت۔

ذرا دیر میں شربت انار سے لبریز ایک گلاس لے کر حاضر ہو گئی، عائشہ اُٹھ بیٹھی گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر اُس نے گلاس رادھا کے ہاتھ سے لیا، اور پی لیا______!

رادھا نے پوچھا______!

اب طبیعت ہلکی ہے______؟

اس نے جواب دیا______

ہاں پہلے سے کچھ ٹھیک ہے!

رادھا نے شفقت اور ہمدردی کے ساتھ دریافت کیا۔

بھوک بھی لگی ہے______؟

وہ بولی، ہاں کچھ کچھ!

رادھا نے مستعدی کے ساتھ اُٹھتے ہوئے کہا۔

تو جاؤں تاکید کر آؤں تا کہ جلدی سے کھانا تیار ہو جائے!

عائشہ نے کوئی جواب نہیں دیا، رادھا گئی اور تاکید کر کے چلی آئی، ذرا دیر چپ چاپ بیٹھی رہی، پھر اس نے سوال کیا۔

ایک بات بتاؤ گی بی بی؟

ہاں اگر بتانے والی ہوگی تو ضرور بتاؤں گی!

کیا تمہاری شادی ابھی نہیں ہوئی؟

(کسی قدر شرماتے ہوئے) نہیں!

بات تو کہیں پختہ ہوگئی ہوگی ـــــــــ کیوں؟

پیام کئی جگہ سے آئے لیکن ابا جان نے کوئی بھی منظور نہیں کیا ـــــــــ

سب نامنظور کر دیئے؟

ہاں ـــــــــ ان کا خیال تھا کہ حج سے واپسی پر دیکھا جائے گا، اتنی بڑی تو ہوں لیکن وہ کہا کرتے تھے لڑکی کی ابھی عمر ہی کیا ہے!

(ہنستے ہوئے) ہاں ماں باپ کی نظر میں لڑکی ہمیشہ لڑکی ہی رہتی ہے چاہے کئی بچوں کی ماں بن جائے ـــــــــ!

اور کیا ـــــــــ!

اچھا ایک بات اور پوچھنا چاہتی ہوں بی بی!

پوچھ لو، پوچھو ـــــــــ!

سچ سچ بتانا ـــــــــ!

بتاؤں گی سچ ہی بتاؤں گی، میں نے آج تک کبھی جھوٹ نہیں بولا، نہ ارادہ ہے ـــــــــ!

تم نے محبت بھی کی کسی سے؟

(ذرا شرماتے ہوئے) اس سوال سے تمہارا کیا مطلب ہے؟

مطلب کچھ نہیں، یوں ہی جی میں آئی پوچھ لیا!

پہلے تم بتاؤ ـــــــــ تم نے بھی کی ہے کسی سے محبت؟

کیوں نہیں کی ـــــــــ؟

کس سے، کون ہے وہ؟

وہ ایک سپاہی کے سوا کون ہو سکتا ہے؟

سپاہی کہہ کر اس لفظ کی توہین نہ کرو!

اس لفظ کی توہین؟ میں نے اس لفظ کی توہین کی ہے؟

ہاں اور نہیں کیا ـــــــــ!

وہ کیسے میری سرکار ـــــــــ؟

سپاہی بہادر ہوتا ہے، کمزوروں کو ستاتا نہیں، ظلم نہیں کرتا، مظلوموں کا ساتھ دیتا ہے، ان کے لئے اپنی جان تک قربان کر دیتا ہے، اپنے ملک پر، قوم پر، مذہب پر مردانہ وار جان کی بازی لگا دیتا ہے ـــــــــ

ٹھیک ـــــــــ تو میں کب کہتی ہوں سپاہی ایسا نہیں ہوتا؟

کیا تمہارا وہ محبوب بھی ایسا ہی ہے؟

ہاں بالکل ایسا ہی ـــــــــ سارے مرہٹو میں کون ہے جو اجلا کی دلیری اور بہادری کا لوہا نہ مانتا ہو!

(مسکراتے ہوئے) دلیری اور بہادری کا، یا ڈکیتی اور قزاقی کا؟

آپ تو پھر وہی بات لے آئیں؟

لیکن رادھا سچ کہنا، میں غلط تو نہیں کہتی!

آپ نے غلط کہا یا صحیح، میں نہیں جانتی، صرف اتنا جانتی ہوں کہ ہمارا اجلا بڑا اچھا ہے ـــــــــ!

اس معصومانہ جواب پر عائشہ کو ہنسی آ گئی، اس نے کہا!

تمہارا اجلا بڑا اچھا آدمی ہوگا، لیکن بُروں کی سنگت میں اسے بھی بُرا بننا پڑ گیا ـــــــــ!

وہ بُرا کیوں ہوتا؟

میری بہن سپاہی جنگ کے میدان میں دشمن کو للکار کر لڑتا ہے، پیٹھ پر حملہ نہیں کرتا، تمہارے مرہٹواڑے کے سورما اس کے سوا اور کیا کرتے ہیں!

شاہی فوجوں سے بھی لڑتے ہیں!

لیکن وہی پیچھے سے داؤں کر کے، کبھی شب خون مار دیا، کبھی اچانک آ پڑے، کبھی اکا دُکا دشمن کے کچھ آدمی نظر پڑے انہیں ذبح کر ڈالا، پُر امن دیہاتوں پر راتوں رات چڑھ دوڑے، شہروں کو لوٹ لیا، نہتے شہریوں کا قتل عام کر ڈالا، مسافروں کی جان لے لی، کشتیوں اور جہازوں کو لوٹ لیا ——— کیا یہ سپاہیانہ شان ہے رادھا، سچ کہنا؟

رادھا نے کچھ کہنا چاہا مگر کہہ نہ سکی، شاید جواب بن نہ پڑا، صرف مسکرا کر رہ گئی اس کے بعد بولی،

باتیں تو آپ کی ٹھیک ہیں ———، ذرا اجلا کو پونا سے آنے دیجئے شاید دس ہی پانچ دن میں آجائے اس سے کہوں گی دیکھوں اس سے جواب بن پڑتا ہے یا نہیں؟

ضرور کہو! اور میرا دل گواہی دیتا ہے اگر وہ واقعی بہادر ہے ——— رادھا بیچ میں بات کاٹ کر بولی!

ایسا نہ کہئے، وہ سچ مچ بہادر ہے، اس کی بہادری کو تو ہمارے سرکار بھی مانتے ہیں ———!

عائشہ نے تیوری چڑھا کر سوال کیا!

تمہارے سرکار کون؟

رادھا نے سادگی کے ساتھ جواب دیا!

رانا نیتو سنگھ جی اور کون؟

عائشہ جانتی تھی جواب میں رادھا یہی کہے گی، پھر بھی خاموشی سے اُس نے یہ نام سُنا اور کہا۔

اگر تمہارے سرکار یعنی رانا نیتو سنگھ جی بھی اجلا کو بہادر مانتے ہیں تو ہم نے فیصلہ کر دیا وہ بہادر نہیں ہے!

رادھا چونک سی پڑی، پھر کہنے لگی!

یہ کیوں میری سرکار؟

وہ جواب دیتی ہوئی کہنے لگی!

اس لئے کہ جو بزدل ہو، وہ دوسروں کو بہادری کی سند کیسے دے سکتا ہے؟ کون قبول کرے گا اُسکی سند؟

رادھا نے اور زیادہ متحیر ہو کر پوچھا!

بزدل کون ہے میری سرکار؟ ـــــــ کیا رانا جی؟

عائشہ نے جواب دیا۔

ہاں اور کون؟ ـــــــ کیا تم انہیں بھی بہادر سمجھتی ہو؟

ان کی بہادری کا توڈنکا بجتا ہے سرکار!

کیوں نہ بجتا ہوگا، بھلا آج تک چھاپے مارنے، شب خون مارنے اور نہتوں پر حملہ کرنے کے سوا اور کوئی کارنامہ بھی انجام دیا ہے انہوں نے؟ ـــــــ جو میدان میں نہ لڑ سکے چھپ کر وار کرے، اُسے تم چاہو تو بہادر کہہ لو، میں تو بزدل ہی کہوں گی ـــــــ!

بڑی بے بسی کے ساتھ رادھا بولی،

پھر تو اجلا بھی بزدل ہوا!

اس بے بسی پر عائشہ کو ترس آ گیا، کہنے لگی،

نہیں اجلا کو تو نہیں کہہ سکتی کیوں کہ وہ ٹھہرا ملازم، آقا کیلئے جان دینا، اور آقا کے کہنے پر دوسروں کی گردن کاٹنا اس کا فرض ہے، نمک حلالی کا تقاضہ یہی ہے لہٰذا اسے تو

ایک حد تک معذور قرار دیا جاسکتا ہے، لیکن تمہارے سرکار یعنی رانا صاحب کو معذور نہیں قرار دیا جاسکتا، بلکہ سچ پوچھو تو انہی نے ہمارے اجلا کو بھی بزدلی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کیا ہے۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ دو خادمائیں سر پر خوان رکھے عائشہ کیلئے کھانا لے کر حاضر ہوئیں ——— !

رادھا نے جلدی جلدی دسترخوان بچھانا شروع کیا!

لیجئے سرکار کھانا آیا گیا، ہاتھ دھو لیجئے!

لیکن عائشہ نے اس طرف توجہ نہیں کی، اسی طرح بیٹھی رہی، رادھا نے پھر یاد دلایا،

سرکار ہاتھ دھو لیجئے، ٹھنڈا ہو جائے گا کھانا!

وہ بے پروائی کے ساتھ گویا ہوئی،

ہو جانے دو ——— بھوک نہیں ہے ذرا بھی!

رادھا نے پاؤں پکڑ لیے آ کر،

میری سرکار نہیں، بس صرف دو لقمے، فاقہ نہیں کرتے، اور پھر آپ تو ویسے ہی کمزور ہو رہی ہیں!

عائشہ نے پوچھا کیوں فکر کرتی ہو اتنی میری؟

وہ بولی میں تو نہیں کرتی، دل کرتا ہے، جانے کیوں آپ سے محبت ہو گئی ہے، ایسی محبت تو آج تک مجھے کسی سے نہیں ہوئی تھی!

عائشہ نے مسکراتے ہوئے کہا، اور اگر اجلا نے سُن لیا؟

وہ بولی، کیا کر لے گا؟ کیا وہ جانتا ہے نہیں ——— میری سرکار اُٹھئے ہاتھ دھوئیے!

عائشہ کو اس کی بات مان لینا پڑی!

* * *

ذکر اس پری وش کا...

عائشہ کو نیتو سنگھ کی حویلی میں رہتے ایک مہینہ سے زیادہ مدت گزر چکی تھی، اب وہ بالکل تندرست اور توانا تھی، کمزوری دور ہو چکی تھی، رنگ نکھر چکا تھا، صحت عود کر چکی تھی۔

یہاں اُسے وہ تمام راحتیں اور آسائشیں حاصل تھیں جن کا تصور وہ اپنے گھر میں کر ہی نہیں سکتی تھی، مولوی روح اللہ ایک شریف اور معزز گھرانے کے کھاتے پیتے آدمی تھے، دو کو کھلا کے کھاتے تھے، لیکن وہ امیر کبیر یا رئیس اعظم نہ تھے، لیکن نیتو کے ہاں ہن برس رہا تھا، ویسے بھی وہ بڑا زمیندار اور جاگیر دار تھا، اور مسلمانوں پر، اور کبھی مندروں پر بھی روز روز کی تاخت و تاراج اور غارت گری سے اُسے جو دولت حاصل ہوئی تھی وہ اندازے اور تصور سے کہیں زیادہ تھی، اُسے کسی چیز کی کمی نہ تھی، ہر چیز ہر قیمت پر حاصل کر سکتا تھا۔

لیکن عائشہ کو بھی؟

یہ ٹیڑھا سوال تھا، اور اسی سوال کو حل کرنے کیلئے اسی وقت اس نے رادھا کو، جو اس کی منہ چڑھی کنیز تھی طلب کیا تھا،

رادھا آئی اور ایک گوشے میں کھڑی ہو گئی!

نیتو نے اس کی طرف نگاہِ اُمید سے دیکھا اور پوچھا!

کیوں رادھا کیا حال چال ہیں؟

وہ سنجیدگی کے ساتھ گویا ہوئی،

ٹھیک ہے کرپا ہے بھگوان کی، دیا ہے آپ کی!

بہت بن بن کر باتیں کر رہی ہو، بات کیا ہے؟

کچھ نہیں سرکار ——— !

کہو تمہاری بیگم صاحبہ کا کیا حال ہے؟

اب تو اچھی ہیں بالکل، روپ بھی نکھر آیا ہے!

خوش بھی ہیں ——— !

بھلائی کو لٹیروں کے ہاں رہ کر خوش بھی ہو سکتا ہے؟

لٹیرا کون ہے ——— !

ہماری پوری قوم، اجلا، آپ، ہم سب!

(ہنستے ہوئے) وہ یہ کہتی ہیں؟

وہ تو نہ جانے کیا کیا کہتی ہیں ——— !

تم نے انہیں سمجھایا نہیں ——— ؟

میں کیا سمجھاتی، وہ الٹا مجھی کو سمجھانے لگیں؟

اور تم سمجھ بھی گئیں ——— !

باتیں تو اُن کی دل کو لگتی ہیں ——— !

وہ دل کو لگنے والی باتیں ذرا ہمیں بھی سناؤ!

اجلا کا ذکر چھڑ گیا، پوچھا وہ کیا کرتا ہے؟ میں نے کہا سپاہی ہے، میرا یہ کہنا تھا کہ موقع مل گیا انہیں ——— !

آخر کیا کہا انہوں نے؟

کہنے لگیں، سپاہی بزدل نہیں ہوتا وہ پیچھے سے وار نہیں کرتا، وہ دکھیاروں کو نہیں ستاتا، وہ مظلوموں کی آہ نہیں لیتا، وہ نہتوں پر حملہ نہیں کرتا، وہ اکیلے دوکیلے مسافروں کی جان نہیں لیتا، وہ دشمن کو للکار کر تلوار چلاتا ہے، پیٹھ میں چھری نہیں گھونپتا ——— !

ٹھیک تو ہے یہ سب کچھ ——— !

غلط تو میں بھی نہیں کہتی، لیکن اس سے انہوں نے جو نتیجہ نکالا ہے، کیا وہ بھی صحیح

ہے؟

کیا نتیجہ نکالا ہے، کچھ بتاؤ بھی تو ـــــــ!

نتیجہ یہ نکالا ہے کہ چونکہ آپ اجلا اور مرہٹہ سردار، دکھیاروں کو ستاتے ہیں، مظلوموں کی آہیں لیتے ہیں نہتوں پر حملے کرتے ہیں، اکیلے دوکیلے مسافروں کی جان لیتے ہیں، دشمن کو للکار کر حملہ نہیں کرتے، پیٹھ میں چھرا گھونپتے ہیں، لہٰذا سپاہی نہیں بزدل ہیں!

(خوشی کے عالم میں) واقعی رادھا تمہاری بیگم صاحبہ نے یہ کہا؟

جی ہاں ـــــــ لیکن آپ تو اس طرح خوش ہو رہے ہیں جیسے انہوں نے کوئی بہت بڑی سند دے دی۔

سند تو نہیں دی، منہ پر طمانچہ مار دیا ہمارے، لیکن ایمان سے کہنا، کیا انہوں نے سچ نہیں کہا؟

سچ تو کہا، لیکن آپ کو، اجلا کو، اور مرہٹہ سرداروں کو بزدل کیسے مان لوں؟

(ہنستے ہوئے) ہاں یہ واقعی بڑا مشکل کام ہے ـــــــ لیکن رادھا ماننا ہی پڑے گا!

کیا ماننا پڑے گا سرکار؟

یہی کہ ہم سب بزدل ہیں ـــــــ!

آپ بھی یہ مانتے ہیں؟

ہاں بھئی کیسے نہ مانیں، سفید کو سفید، اور کالے کو کالا کیسے نہ کہیں؟

زندگی میں پہلی بار میں نے سُنا ہے کہ اتنا بڑا سردار اپنے آپ کو اور اپنے ساتھیوں کو بزدل تسلیم کر سکتا ہے۔

خیر یہ باتیں تو پھر ہوتی رہیں گی تم ذرا ان کا دل تو ہاتھ میں لینے کی کوشش کرو!

اول تو ویسے ہی مجھے ان سے کچھ چاہت سی ہو گئی ہے ـــــــ!

کیا کہا، تمہیں ان سے چاہت سی ہو گئی ہے؟ رقیب ہو ہماری؟

کیسے نہ ہوں، سرکار وہ ہمارے بارے میں جو رائے رکھتی ہیں وہ دوسری چیز ہے لیکن بھگوان کو منہ دکھانا ہے جھوٹ نہیں بولوں گی، ان میں بڑے گن ہیں، بڑے سبھاؤ ہیں ـــــــ!

کیا واقعی رادھا ـــــــ؟

جی ـــــــ!

کیا کیا مثلاً ـــــــ؟

بڑے نیک ہیں، اپنے طریقہ پر بھگوان کی عبادت بھی خوب کرتی ہیں، ایک کتاب ہے، نہ جانے کس زبان میں اسے تو کچھ ایسے سوز اور لے کے ساتھ صبح صبح پڑھتی ہیں کہ بے ساختہ دل کھینچنے لگتا ہے! ـــــــ نہ جانے کیا جادو ہے۔

اَن اَن جانے بولوں میں!

میں سمجھ گیا ـــــــ!

کیا سمجھے سرکار؟

وہ عربی زبان کی کتاب ہے اس کا نام قرآن ہے، مسلمانوں کا عقیدہ ہے یہ خدا کی آخری کتاب ہے جو ان کے نبی ﷺ پر نازل ہوئی ہے ـــــــ!

ضرور یہ عقیدہ صحیح ہے ورنہ دل کیوں کھنچتا ہے ان بولوں کی طرف ـــــــ ـــــــ؟

یہی تو میں بھی سوچتا رہتا ہوں!

کیا آپ نے بھی اس کتاب کے بول سُنے ہیں کسی سے؟

ہاں کئی مرتبہ ـــــــ!

کہاں ـــــــ؟

دکن کی اسلامی ریاستوں سے تو ہمارا پُرانا تعلق ہے، وہاں آنا جانا بھی ہوتا رہتا ہے، وہاں انہیں نماز پڑھتے بھی دیکھا ہے، قرآن کی تلاوت کرتے بھی سُنا ہے

______ دونوں چیزیں دل کو اپنی طرف کھینچتی ہیں نہ جانے کیوں؟

ان کی سچائی کھینچتی ہے دلوں کو اپنی طرف!

ہاں یہی بات ہو گی ______ لیکن رادھا ______؟

جی سرکار ______؟

معلوم ہوتا ہے آدھی مسلمان تم بھی ہو چکی ہو!

(مسکرا کر) شاید آپ سے پہلے پوری مسلمان بھی ہو جاؤں!

پھر اجلا کو کیا جواب دو گی؟

وہ میرا ساتھ دے گا تو سرتاج بنا لوں گی اسے، ساتھ نہ دیا تو اس کی منزل اور میری منزل جُدا ______!

واہ بھئی تم تو ہم سے بھی دو قدم آگے نکلیں!

کئی دن سے ایک عجیب بات دیکھ رہی ہوں سرکار؟

وہ بات بھی سنا ڈالو!

یہ بیگم صاحبہ دن بھر کچھ نہیں کھاتیں، جب سورج ڈوب جاتا ہے تب پانی کا ایک گھونٹ پی لیتی ہیں، پھر رات کو جب کھانا آتا ہے، وہ کھا لیتی ہیں، میں پوچھتی ہوں یہ کیا؟ وہ کہتی ہیں یہ روزہ ہے ______ روزہ کیا ہوتا ہے سرکار؟

تم بڑی بے وقوف ہو رادھا تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں، وہ اتنی بڑی بیماری سے اُٹھی ہیں روزہ کیسے رکھ سکیں گی؟

لیکن آپ کو بتاتی کیسے؟ آپ تو بقول ان کے لوٹ مار کو نکلے ہوئے تھے!

ہاں خیر ______ لیکن تم نے سحری کا اور افطاری بھی کچھ بندوبست کیا یا نہیں؟ ______ بالکل نہیں کیا ہو گا!

میں کیا جانوں سحری اور افطاری کو ______!

تم تو ذراسی چھوکری ہو، تم کیا جانو؟ تمہیں تو کچھ بھی معلوم نہیں ______ کیا

آج بھی وہ روزہ سے ہیں؟

ہیں تو ــــــــــــ!

چلو ہم چلتے ہیں ــــــــــــ!

آیئے چلئے ــــــــــــ!

* * *

ہائے مجبوریاں محبت کی!

نیتو عائشہ کے کمرے میں پہنچا تو وہ ظہر کی نماز سے فارغ ہو کر مصلے پر بیٹھی دُعا مانگ رہی تھی، رادھا اور نیتو ادباً اور تعظیماً اس سے پرے ہٹ کر ذرا دور کھڑے رہے ______!

آج تک نیتو نے اور عائشہ سے کوئی بات بغیر واسطہ کے نہیں ہوئی تھی، نہ نیتو نے اس کے کمرے میں قدم رکھا تھا، آج پہلی مرتبہ وہ آیا تھا، ورنہ زیادہ سے زیادہ یہ ہوتا تھا کہ دروازے کے پاس کھڑے کھڑے رادھا سے دو باتیں کیں، پھر خیریت پوچھی اور چلا گیا، لیکن آج وہ اندر بھی آیا، اور کھڑا بھی ہو گیا، اس کے معنی یہی تھے کہ وہ کچھ کہنے آیا ہے!

یہ خلاف توقع اور خلاف معمول بات دیکھ کر عائشہ چونکی، اس کے دل میں اندیشہ ہائے دور و دراز پیدا ہوئے، اس نے سوچا شاید آج میری قسمت کا فیصلہ کرنے یہ رانا صاحب تشریف لائے ہیں، اس نے یہ خدا کے بھروسہ پر دل میں ایک فیصلہ کر لیا دعا ختم کی، مصلے سے اٹھی، اور بستر پر آ کر ٹانگیں لٹکا کر بیٹھ گئی۔

اب نیتو آگے بڑھا، اس نے نہایت شائستگی کے ساتھ سوال کیا۔

کیا آپ روزے سے ہیں؟

اس نے حیرت سے نیتو کی طرف دیکھا، یہ نگاہ نیتو کیلئے قیامت سے کم نہ تھی ______ پھر کہا!

جی ہاں ______ یہ رمضان کا مہینہ ہے!

لیکن آپ بہت کمزور ہیں اتنے بڑے حادثہ سے اب ذرا صحت یاب ہوئی ہیں، اس طرح تو آپ اور زیادہ کمزور ہو جائیں گی!

اب تک میں نے کوئی کمزوری محسوس نہیں کی!

لیکن کرنے لگیں گی دو چار دن میں!

پھر دیکھا جائے گا ـــــــ!

کیا یہ نہیں ہو سکتا کہ اس سال روزے نہ رکھے؟

کیوں نہ رکھوں؟

اسی بیماری اور کمزوری کے باعث میں مسلمانوں کو اچھی طرح جانتا ہوں، میرا ان سے کافی میل جول اور سابقہ رہا ہے، اس حالت میں روزے قضا کر دینا جائز ہے۔

جائز ہے، لیکن فرض تو نہیں؟

میری رائے تو یہی تھی!

میں اس رائے پر اس وقت عمل کروں گی، جب دیکھ لوں گی کہ اب مجھ میں طاقت نہیں ہے ـــــــ!

ایک شکایت کرنا چاہتا ہوں آپ سے!

شکایت؟ ـــــــ فرمایئے!

رادھا ہندو ہے، یہ مسلمانوں کی ریت و رسم سے بالکل واقف نہیں ہے اسے بالکل نہیں معلوم سحری کیا چیز ہے، اور افطار کسے کہتے ہیں، میں بیجاپور اور گولکنڈہ میں رہ چکا ہوں، سب کچھ جانتا ہوں، آپ ہی نے اسے بتا دیا ہوتا!

کیا بتا دیتی؟

یہی کہ سحری اور افطاری کا انتظام کروں!

مجھے کیا حق تھا اس سے ایسی فرمائش کرنے کا؟ ـــــــ یہی بہت ہے کہ یہاں مجھے نماز پڑھنے اور روزہ رکھنے کی آزادی حاصل ہے!

آپ کو ہر طرح کی آزادی حاصل ہے ـــــــ!

یہ مجھے آج معلوم ہوا!

کیا آپ پر کوئی پابندی عائد کی ہے کسی نے؟

بظاہر نہیں ـــــــ!

اور ویسے ہے ـــــــ؟

اس سے بڑھ کر پابندی کیا ہو گی کہ قید ہوں؟

آپ اپنے آپ کو قیدی کیوں سمجھتی ہیں؟

پھر کیا سمجھوں ـــــــ؟

اس سوال پر نیتو سنگھ سٹ پٹا سا گیا، جواب دینا چاہا مگر کوئی بات سمجھ میں نہ آئی، آخر اس نے کہا:

آپ اپنے آپ کو آزاد سمجھئے!

کیا میں یہاں سے جا سکتی ہوں جہاں چاہوں!

(کچھ توقف کے بعد) ہاں آپ جہاں جانا چاہیں جا سکتی ہیں!

کیا میں اپنی قوم، اپنے وطن میں واپس جا سکتی ہوں!

قطعاً جا سکتی ہیں!

کیا آپ سچ کہہ رہے ہیں!

ہاں ـــــــ میرا دل تو نہیں چاہتا کہ آپ جائیں، آپ چلی جائیں گی، تو میرا دل خون کے آنسو بھی روئے گا، لیکن میں آپ سے عہد کرتا ہوں کہ آپ کی آزادی میں کوئی مخل نہیں ہو سکتا، آپ جب اور جہاں چاہیں جا سکتی ہیں ـــــــ! میں خود آپ کو وہاں جا کر پہنچا آؤں گا، جہاں آپ جانا چاہیں گی!

یہ جو کچھ عائشہ نے سنا بالکل خلاف توقع تھا، رادھا اور نیتو کی وہ باتیں سُن چکی تھیں، جو انہوں نے آپس میں اسے بیہوش سمجھ کر گرفتاری کے کچھ عرصہ بعد کی تھیں، اُسے اندیشہ تھا کہ وہ زبردستی نیتو کے حرم میں ڈال لی جائے گی، اس کا دین اس کا ایمان، اس کی عزت، اس کی آبرو، اس کا ناموس، ہر چیز اس سے چھین لی جائے گی اور وہ کچھ نہ کر سکے

گی، ایک غیر جگہ، جہاں ہر طرف دشمن ہی دشمن ہیں، وہ کیا کر سکتی ہے۔ یہ سوچ سوچ کر وہ رویا کرتی تھی، اور گڑ گڑا گڑ گڑا کر اپنے خدا سے دعا کیا کرتی تھی کہ اس ظلمت کدے سے اُسے نجات دے۔

آج نیتو کی باتوں سے اُسے اندازہ ہوا کہ اس کے خدا نے اس کی سُن لی!

آج پہلی مرتبہ اس نے نظر بھر کر نیتو کو دیکھا اور کہا،

اگر یہ سچ ہے تو میں بے حد ممنون ہوں آپ کی، الفاظ نہیں ملتے کہ شکریہ ادا کر سکوں ــــــــــ!

نیتو نے ایک تاثر کے عالم میں کہا!

میرا شکریہ نہ ادا کیجئے، مجھے معاف کر دیجئے، اگر آپ نے مجھے معاف کر دیا، تو میرے دل کا بوجھ اُتر جائے گا! ــــــــــ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے ایک دشمن کی حیثیت سے مسلمانوں کے قافلہ حجاج کو لوٹا تھا، لوگوں کو مارا اور کاٹا تھا، اور انہیں میں آپ کے والد صاحب بھی تھے، لیکن انہوں نے جس شان اور جس آن سے جان دی، وہ میرے لئے ایک ناقابلِ فراموش واقعہ ہے، زندگی بھر یہ نقش میرے دل پر قائم رہے گا، اس واقعہ نے یعنی آپ کے والد کی شہادت نے میرے دل کی دنیا بدل دی، میں اسلام سے اور مسلمانوں سے بہت قریب ہو گیا، میں آپ کو اپنے لئے لے آیا، یہاں آپ کے انداز و اطوار دیکھ کر یہ رادھا جو سامنے کھڑی ہے یہ بھی آدھی مسلمان ہو گئی، ہم دونوں آپ سے بہت متاثر ہیں، رادھا کا تاثر دوسری طرح کا، میرا دوسرا، لیکن ہے بہر حال مشترک ــــــــــ آپ جب جانا چاہیں میں آپ کو لے چلوں گا، لیکن پہلے آپ کے منہ سے معافی کا لفظ سُن لینا چاہتا ہوں!

اگر آپ کو اس پر اصرار ہے تو پھر میں معاف کرتی ہوں، اور میرے دل میں آپ کے خلاف کوئی کپٹ نہیں تھی، آپ نے جس عزت و احترام اور وقار کے ساتھ مجھے یہاں رکھا، وہ آپ کی شرافتِ نفس اور عالی ظرفی کی دلیل ہے، میں اس سے بہت متاثر

ہوں، آپ کی اس نوازش کو زندگی بھر یاد رکھوں گی، یہ یاد ایک قیمتی سوغات ہے، جسے میں اپنے ساتھ یہاں سے لے جاؤں گی!

عائشہ کے اِن الفاظ نے نیتو کی دنیائے دِل میں ایک ہلچل مچادی، لیکن اُس نے ضبط سے کام لیا، اور بڑی مشکل سے رندھے ہوئے گلے کے ساتھ یہ کہہ سکا۔

کیا آپ میری ایک بات مان لیں گی؟

ضرور مان لوں گی!

کم سے کم ایک مہینہ تک مجھے میزبانی کی عزت بخشیں گے، آپ کی قوتِ ارادی محسوس نہیں کرتی، لیکن واقعہ یہ ہے کہ آپ بہت کمزور ہیں، اس دشوار گذار سفر سے مجھے یہ اندیشہ ہے کہ آپ کی جان کے لالے پڑ جائیں!

عائشہ نے سکوت اختیار کر لیا، نیتو نے پوچھا،

بتایئے، کیا میری یہ استدعا قبول کر لی آپ نے؟

وہ زیرِ لب تبسم کے ساتھ بولی!

قبول کر لی ــــــــــ!

ایسا معلوم ہوا جیسے نیتو سنگھ کو دولتِ جاوداں مل گئی، خوشی، انبساط اور وفورِ مسرت سے اس کا چہرہ دمکنے لگا، اس نے ممنون نگاہوں سے عائشہ کو دیکھا اور گویا ہوا،

جی چاہتا ہے آپ کا شکریہ ادا کروں،

رادھا نے مداخلت کرتے ہوئے کہا!

تو منع کس نے کیا ہے میرے سرکار؟

وہ بے بسی کے ساتھ کچھ سوچتا ہوا کہنے لگا!

لیکن کیا کروں؟ الفاظ نہیں ملتے!

رادھا ہنسنے لگی، اچھا الفاظ نہیں ملتے آپ کو؟ ــــــــــ آپ کی من موہن باتوں کی تو بڑی دھوم ہے، پھر آپ گونگے کیسے بن گئے!

نیتو نے رادھا کو جواب نہیں دیا، خاموشی کے ساتھ چلا گیا، اس کے جانے کے بعد عائشہ نے شکوہ کناں کہا،

تمہاری زبان تو قینچی کی طرح ہر وقت چلا کرتی ہے، جو منہ میں اول فول آیا بک دیا ـــــــ اچھا اب جاؤ سر درد کر رہا ہے، ذرا سونے دو مجھے!

وہ اٹھلاتی ہوئی چلی گئی!

* * * * *

یہ آپ نے کیا کیا؟

رادھا، نیتو کے ساتھ ساتھ کچھ بگڑی ہوئی کچھ جھلاتی ہوئی اس کے کمرے میں پہنچی اور نہایت تلخ انداز میں پوچھا۔

یہ آپ نے کیا کیا ــــــــ!

نیتو کا چہرہ ستا ہوا تھا، جیسے کوئی بڑی بازی ہار کر آیا ہو اُس نے ایک نفس سرد کے ساتھ سوال کیا!

کیا ہوا رادھا؟ ــــــــ کوئی غلطی ہو گئی مجھ سے؟

وہ اسی تلخ اور درشت لہجہ میں بولی!

کیا آپ بیگم صاحبہ کو ان کے گھر واپس کر دینگے؟

ہاں میں نے وعدہ کیا ہے؟

آپ خود انہیں پہنچا آئیں گے وہاں جا کر؟

یہ بھی میں نے کہا تھا!

کیا آپ ان سے محبت نہیں کرتے؟

کیا تم ان سے محبت نہیں کرتیں؟

کیوں نہیں کرتی ــــــــ مگر میری سمجھ میں نہیں آتا، آپ نے محبت کی اور اس قدر جلد اُکتا بھی گئے ــــــــ؟

اُکتا گیا کس سے؟

عائشہ بیگم سے اور کس سے ــــــــ!

یہ تمہاری بھول ہے رادھا، میں ان سے اُکتا نہیں سکتا، ان سے اُکتا جانے کے

معنی یہ ہیں کہ میں اپنے آپ سے اُکتا گیا، اپنی زندگی سے اُکتا گیا ــــــــ!

ایک طرف یہ حال دوسری طرف رخصت بھی کیے دے رہے ہیں!

تو کیا کروں رادھا؟

اپنے دل سے پوچھیے مجھ سے کیا پوچھ رہے ہیں؟

میری جگہ تم ہوتیں تو کیا کرتیں ــــــــ؟

میں تو نہ جانے دیتی ــــــــ!

زبردستی روک لیتیں؟

ہاں ــــــ مثل مشہور ہے جنگ اور محبت میں سب کچھ جائز ہے ــــــــ!

جنگ میں تو میں بھی، سب کچھ جائز سمجھتا ہوں، لیکن محبت میں نہیں، اور اب شاید جنگ میں بھی ایسا نہ کرسکوں!

میں پوچھتی ہوں آخر آپ کو ہو کیا گیا ہے؟

کچھ بھی نہیں رادھا تم خواہ مخواہ بگڑ رہی ہو!

آپ نے میرا دل توڑ دیا۔

تمہارا دل توڑ دیا، رادھا یہ کس طرح کی باتیں کر رہی ہو تم؟

اگر میں یہ جانتی کہ یہ چلی جائیں گی، تو کیوں ان سے اتنا میل بڑھاتی؟ میں نے تو یہ جانا تھا کہ اب یہ ہمیشہ کیلئے آئی ہیں، نہ جانے کیلئے آئی ہیں، اب یہ کبھی واپس نہیں جائیں گی!

ہاں رادھا خیال تو میرا بھی کچھ ایسا ہی تھا، یہی سوچ کر میں لایا تھا، مگر وہ نہیں مانتیں تو کیا کروں؟ ــــــــ اپنے اوپر زبردستی کرسکتا ہوں، ان پر نہیں کرسکتا کسی طرح بھی نہیں! میری دلی آرزو اور تمنا یہی ہے کہ وہ یہاں رہیں لیکن اگر نہیں رہتیں تو میں ان کا دامن پکڑ کر روک لوں یہ نہیں کرسکتا!

کیوں؟_____ کیوں نہیں کر سکتے؟ وجہ؟ سبب؟

اس لئے کہ مجھے ان سے محبت ہے، کس دل سے ان پر جبر کروں؟ اور اگر کروں بھی تو کیا اس طرح نفرت کے علاوہ ان سے کچھ اور حاصل کر سکوں گا۔

لڑائی کا فیصلہ جب میدانِ جنگ میں ہو چکتا ہے، تو ہاری ہوئی قوم کی، عورتیں اور لڑکیاں ادھر اُدھر ہوتی رہتی ہیں_____ کیا نہیں ہوتیں_____؟

ہاں ضرور ایسا ہوتا ہے، انکار کیسے کروں؟

مگر کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اگر جیتنے والی قوم کے کسی فرد نے ہاری ہوئی قوم کی کسی عورت سے پریم کیا ہو تو اُسے عزت و آبرو کے ساتھ اس کے گھر پہنچا دیا ہو وہ اس کے ہاں رہتی ہے وہیں زندگی کے دن پورے کرتی ہے، شروع کی اجنبیت، بیگانگی، نفرت، آخر کار کچھ عرصہ کے بعد اپنائیت اور محبت میں تبدیل ہو جاتی ہے_____؟

آخر تم کہنا کیا چاہتی ہو رادھا بائی_____!

میں کہنا یہ چاہتی ہوں کہ عائشہ بیگم کو بھی آپ نے جیت کر حاصل کیا ہے_____ کیا نہیں؟

اچھا چلو، یہی سہی، پھر؟

پھر آپ انہیں کیوں رخصت کئے دے رہے ہیں؟

میں تو ان کا کہنا ماننے پر مجبور ہوں، میں اُن پر زبردستی نہیں کر سکتا ان کی مرضی کے خلاف کوئی بات نہیں کر سکتا، اور مجھ میں یہ سکت بھی نہیں ہے کہ انہیں یہاں رہنے پر رضامند کر لوں_____ اگر تم ایسا کر سکتی ہو تو قسمت آزمائی کر لو۔

یعنی آپ کا مطلب ہے میں روک لوں انہیں؟

ہاں_____ اگر تم کامیاب ہو گئیں تو سونے سے تول دوں گا تمہیں، تمہاری ہر خواہش اور آرزو پوری کر دوں گا، اپنی جاگیر کا ایک حصہ انعام کے طور پر تمہیں دے دوں گا، زندگی بھر تمہارا بندۂ بے دام بنا رہوں گا_____ کیوں رادھا کر سکتی ہو

ایسا؟ وعدہ کرتی ہو وعدہ ـــــــــ؟

میں کس داعیہ سے روک سکتی ہوں انہیں؟ ـــــــــ میرا داعیہ تو آپ ہی تھے آپ ہی دغا دے گئے تو اب میرے پاس رہا کیا ـــــــــ!

میری بات اور ہے، تمہاری بات دوسری ہے، جو میں نہیں کہہ سکتا تم کہہ سکتی ہو، جس طرح تم کہہ سکتی ہو، میں نہیں کہہ سکتا، تم ان کی ہم جنس ہو، میری بات اور ہے ـــــــــ!

-- کچھ اور بات نہیں ہے، یہ کہیے کہ آپ مرعوب ہوگئے ہیں ان سے ـــــــــ!

ہاں تمہارا یہ خیال بھی درست ہے ـــــــــ مرعوب تو میں اس وقت ہوگیا تھا، جب پہلی مرتبہ دیکھا تھا اور اس کے بعد سے جب دیکھتا ہوں مرعوب ہو جاتا ہوں!

یہ آپ کہہ رہے ہیں؟ ـــــــــ آپ؟ رانا نیتو سنگھ جی، جس کی بہادری اور دلیری کا سب لوہا مانتے ہیں؟

تو کیا تمہاری رائے میں بہادر اور دلیر شخص کو جھوٹ بولنا چاہئے ـــــــــ؟

اچھا ایک بات کیجئے ـــــــــ!

بتاؤ کیا چاہتی ہو تم؟

کم از کم مجھ سے تعاون تو کیجئے!

ہر طرح سے تعاون کو تیار ہوں!

آپ ان کے جانے کے راستے میں کوئی نہ کوئی رکاوٹ پیدا کرتے رہئے، کبھی کہہ دیجئے راستہ خراب ہے، کبھی کہہ دیجئے دشمن کی فوجیں راستے میں پڑی ہیں، کبھی کوئی عذر کر دیجئے، کبھی کوئی ـــــــــ!

اس سے کیا ہوگا؟ اگر میں ایسا کروں تو اس کا نتیجہ؟

نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ ان کے رخصت ہونے میں جتنی جتنی دیر لگائیں گے، میں

اس عرصہ میں اتنا ہی انہیں پر چانے اور اپنانے کی، راستہ پر لانے کی کوشش کروں گی۔

پھر کیا ہوگا کہ ایک دن وہ خود جانے سے انکار کر دیں گی، آپ کہیں گے اور وہ نہیں جائیں گی، میں جانے کی تاریخ یاد دلاؤں گی اور وہ عذر کر دیں گی!

واقعی ایسا ہوگا؟

کیوں نہیں ہوگا؟ ——— صرف کوشش شرط ہے!

لیکن تمہاری باتوں سے کیونکر وہ راہِ راست پر آ جائیں گی، یہ نہیں بتایا تم نے ———؟

اس لئے کہ وہ بھی محبت کرنے لگی ہوں گی آپ سے۔

(زیرِ لب تبسم کے ساتھ) کہنے کا تو جی نہیں چاہتا رادھا، لیکن اس میں شبہ نہیں کہ حد سے زیادہ بھولی ہو تم، بے چارہ اجلا کیونکر زندگی نباہ سکے گا تمہارے ساتھ؟

ہاں اور کیا، دنیا میں بس دو ہی تو بھولے اور نیک آدمی ہیں ایک اجلا دوسرے ہمارے سرکار! ——— بہر حال مجھے میری سی کر لینے دیجئے!

میں منع نہیں کرتا، لیکن ایک بات کا خیال رکھنا ——— میرا نام بیچ میں نہ آنے پائے ———

نہیں آئے گا، اور اگر آیا بھی تو اس طرح کہ انہیں کسی طرح کا شبہ نہیں ہوگا آپ پہ ———!

ہمیں بھی ایک بے وقوف کی ہوشیاری دیکھنی ہے!

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

چشمِ اشک بار

نیتو سے لڑنے جھگڑنے کے بعد رادھا نے کئی مرتبہ چاہا کہ عائشہ سے اپنے ڈھب کی باتیں کرے، وقت بہت تھا، تنہائی اور یکسوئی بھی تھی، خادمائیں صرف اس وقت آتی تھیں، جب طلب کی جائیں ورنہ یہی دونوں بیٹھی رہتی تھیں پاس پاس، وہ نماز پڑھتی رہتی تھی، تلاوت کرتی رہتی تھی، دو چار کتابیں بھی تھیں اُن کے ساتھ اُس کا مطالعہ کیا کرتی تھی اور ان سب کاموں سے فارغ ہو کر اپنایت اور دوستی کے انداز میں اس سے باتیں بھی کیا کرتی تھی، لیکن ایک مرتبہ بھی رادھا دل کی بات زبان تک نہ لا سکی!

کیوں؟——— کیوں دل کی بات زبان تک نہ لا سکی؟

کیا وہ بھی نیتو سنگھ کی طرح اس سے مرعوب ہو گئی تھی؟

وہ خود یہ سوچتی اور بے ساختہ اسے ہنسی آ جاتی، وہ سوچنے لگتی جس بات پر میں مذاق اڑایا کرتی تھی اپنے آقا اور مالک کا، اب خود میں اسی مرض میں مبتلا ہوں یہ کیا؟

ایسا نہیں تھا کہ عائشہ سیدھے منہ بات نہ کرتی ہو!

اس نے تو رادھا کو گویا اپنی بہن اور سہیلی بنا لیا تھا گھنٹوں اور پہروں اس سے باتیں کیا کرتی تھی، اس کی باتیں سُنا کرتی تھی، عائشہ کا طرزِ عبادت دیکھ کر رادھا کو اسلام سے بڑی دلچسپی پیدا ہو گئی تھی، وہ کرید کرید کر اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں سوال کیا کرتی تھی، اور عائشہ بڑے ٹھنڈے دل سے اس کے ہر سوال کا جواب دیتی، اور پورے طور پر اس کی تشفی کر دیتی تھی!

لیکن وہ بات، وہ کام کی بات آج تک چھیڑنے کی ہمت نہیں پڑتی تھی رادھا کی۔

ایک دن نیتو جی کہیں باہر جا رہا تھا، راستہ میں اس کی رادھا سے مڈبھیڑ ہو گئی، اس نے اُسے چھیڑتے ہوئے کہا۔

کہیے ارجن صاحب، کہیے بھیم صاحب، کہیے رستم صاحب، آپ نے میدان سر کر لیا؟

اسے پہلے ہی سے اس طنز کا دھڑکا لگا ہوا تھا، سٹ پٹا گئی کہنے لگی:

ہتھیلی پر سرسوں نہیں جمتی سرکار ــــــ ابھی تو کئی دن ہیں مہینہ پورا ہونے میں، کسی دن موقع دیکھ کر چھیڑ دوں گی اپنا ترانہ ــــــ!

نیتو نے کہا، اور ایک دن جب رختِ سفر بندھ رہا ہوگا، وہ رخصت ہونے کے لئے پا بہ رکاب ہوں گی، اس روز معذرت کر دیجیے گا کہ موقع ہی نہیں ملا!

واہ خواہ مخواہ، دیکھ لیجیے گا، میں اپنی بات کہہ کر رہوں گی!

اچھا بھئی اگر زندہ ہیں تو دیکھ لیں گے!

بھگوان ابھی آپ کو بہت دن زندہ رکھے گا!

خالی خولی زندہ رہ کر کیا کروں گا، زندگی تو وہ ہے جو خوشی اور مسرت کی ہو اور خوشی اور مسرت تو چھنی جا رہی ہے اور تم مجھے زندہ رہنے کی دُعا دے رہی ہو، یہ ظلم ہے رادھا ــــــ!

نیتو نے یہ الفاظ کچھ ایسے اثر انگیز لہجہ میں کہے کہ رادھا بہت متاثر ہوئی اسکی آنکھوں میں آنسو آ گئے، کہنے لگی۔

میرے سرکار آپ مایوس کیوں ہوتے ہیں؟ بھگوان پر بھروسہ کیجیے، سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا!

نیتو اس وقت جذبات سے اتنا مغلوب تھا کہ اس نے مزید گفتگو نہیں کی چپ چاپ باہر چلا گیا، اس کے جانے کے بعد رادھا پھر اسی کمرے میں آ گئی، جو عائشہ کا مسکن تھا!

عائشہ نے رادھا کو کبھی افسردہ اور دلگیر نہیں پایا تھا! آج اس کی آنکھیں رونے کی

غمازی کر رہی تھیں اور چہرہ کسی فکر اور گہری تشویش کا!

یہ خلافِ معمول بات دیکھ کر عائشہ نے پوچھا۔

کیا بات ہے رادھا بہت دلگیر دکھائی دے رہی ہو؟

وہ ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی!

اگر قسمت ہی میں رونا لکھا ہو تو آنسو کون پونچھ سکتا ہے، اور پونچھے بھی تو کب تک ——— ؟

لیکن رونا کس کی قسمت میں لکھا ہے؟

وہ اور زیادہ دل برداشتہ انداز میں بولی،

جیسے جیسے آپ کے جانے کے دن قریب آتے جاتے ہیں، دل سنبھالے نہیں سنبھلتا ——— !

عائشہ نے اسے محبت اور پیار کی نظر سے دیکھا، پھر بولی:

تم بہت یاد آؤ گی رادھا، تم نے جس محبت اور خلوص سے میری خدمت کی ہے اسے زندگی بھر نہیں بھول سکوں گی!

اور ہمارے سرکار ——— !

ہاں تمہارے سرکار رانا نیتو سنگھ جی ——— میں انہیں بُرا سمجھتی تھی میری رائے ان کے بارے میں اچھی نہیں تھی، لیکن انہوں نے جس عزت و احترام اور وقار کے ساتھ مجھ قیدی کو یہاں رکھا، وہ ان کی شرافت اور عالی ظرفی کی دلیل ہے، میں کہیں رہوں، لیکن یہ ممکن نہیں ہے کہ ان کی عنایتیں اور تمہاری محبت بھول جاؤں!

میں بھی آپ کو کبھی نہیں بھول سکوں گی!

ہمارے سرکار بھی نہیں بھول سکیں گے!

سب بھول جائیں گے ایک قیدی کو، ایک بے بس اور بے سہارا لڑکی کو کون ہمیشہ یاد رکھ سکتا ہے؟ کیوں یاد رکھے؟

سرکار ایسی باتیں نہ کیجئے!

اچھا نہ کروں گی، اگر میری باتوں سے تمہیں تکلیف پہنچتی ہے تو خاموش ہوئی جاتی ہوں ______!

ہمارا بس چلے تو ہم کبھی آپ کو نہ جانے دیں ______!

(مسکراتے ہوئے) روک لو؟ رکھ لو مجھے یہیں؟

یہاں نہیں ______ دل میں!

ارے رادھا تم تو بڑی اچھی شاعر بن سکتی ہو؟ مجھے دل میں رکھ لوگی!

لیکن نہیں رادھا ہم اس لئے اکٹھے ہوئے تھے کہ رخصت ہو جائیں ہم تم ایک دوسرے سے محبت کرنے کے باوجود ایک جگہ نہیں رہ سکتے۔

کیوں میری سرکار کیوں نہیں رہ سکتے؟ کیا رکاوٹ ہے ہمارے راستے میں ______!

بہت سی رکاوٹیں ہیں، ایسی رکاوٹیں ہیں جنہیں کسی طرح دور نہیں کیا جا سکتا، جو زندگی کے ساتھ ہیں، جو اسی وقت دور ہو سکتی ہیں، جب موت آجائے!

یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں میری سرکار!

ہاں رادھا اس وقت میری باتیں تمہاری سمجھ میں نہیں آرہی ہیں، لیکن بعد میں جب غور کرو گی تو سمجھ جاؤ گی!

ابھی سمجھا دیجئے میں اسی وقت سمجھنا چاہتی ہوں!

(دل دہی کے لہجہ میں) اچھی لڑکی رادھا ضد نہیں کرتے!

لیکن آپ کو بتانا پڑے گا، آپ نہیں بتائیں گی، تو میں رونے لگوں گی، اپنا سر پھوڑ لوں گی، آپ جا رہی ہیں، اور میں ایسا محسوس کر رہی ہوں جیسے اب زندگی کا سواد جاتا رہا، آپ ابھی نہیں گئی ہیں، لیکن حالت یہ ہے کہ نہ ہنسنے میں لذت ہے، نہ خوشی میں ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے ایک مسافر آیا، اور ایک ڈاکو کی طرح سب کچھ لوٹ کر چلتا بنا

——— نہ جایئے میری سرکار نہ جایئے!

یہ کہہ کر رادھا عائشہ کے قدموں پر گر پڑی، اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی ———!

عائشہ نے اُسے اٹھا کر اپنے سینہ سے لگالیا، اس کے آنسو پونچھے اس کی پیشانی کو بوسہ دیا اور کہنے لگی،

اس طرح رو رو کر، تم مجھے اطمینان سے مرنے بھی نہیں دو گی رادھا!

رادھا پھر رو پڑی، ایسی باتیں نہ کیجئے سرکار!

عائشہ نے کچھ کہنا چاہا تھا کہ ایک خادمہ دوڑی دوڑی آئی اور کہنے لگی،

اجلا ——— اجلا آیا ہے، بلا رہا ہے تجھے، شاید ابھی تھوڑی دیر میں، یا شام تک، یا صبح ہوتے ہوتے چلا جائے گا ——— یہی کہہ رہا تھا ———!

رادھا نے بے پروائی سے جواب دیا۔

کہہ دو ابھی میں نہیں آسکتی، جانا ہے تو چلے جائیں، یہاں کسے غرض پڑی ہے کہ روکے؟

عائشہ نے پیار بھری نظروں سے رادھا کو دیکھا، اور زیر لب تبسم کے ساتھ بولی، اتنا ظلم؟ ——— صورت اتنی سندر، دل اتنا کٹھور؟

وہ مسکراتی ہوئی کہنے لگی، کیا کروں سرکار؟ وہ تو ہمیشہ گھوڑے پر سوار آتے ہیں کہ بالکل فرصت نہیں ہے، لیکن دس پندرہ دن سے پہلے کبھی نہیں گئے ———

عائشہ نے عارفانہ انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔

یہ باتیں اشتیاق دید کہلاتا ہے غریب سے ——— اتنی ظالم نہ بنو، چلی جاؤ، مل آؤ، میں تو یہیں ہوں، (زیر لب تبسم کے ساتھ) تمہارے قبضہ میں ——— رادھا "اونھ" کہہ کر اٹھلاتی ہوئی اٹھی اور ہرنی کی چال چلی گئی۔

۞ ۞ ۞ ۞ ۞

یہ کیا ہو گیا؟
کیا سے کیا ہو گیا؟

رمضان بھر، سحری اور افطار کا انتظام نیتو سنگھ کے حسب ہدایت شان اور اہتمام سے عائشہ کیلیے ہوتا رہا، اُس نے نیتو اور رادھا کو اس تکلف سے باز رکھنے کی بے حد کوشش کی، لیکن کسی نے اس کی ایک نہیں سُنی،

کل عید تھی ______!

نیتو اور رادھا ایک کمرے میں سر جوڑے باتیں کر رہے تھے، شاید کوئی بہت اہم مسئلہ تھا، نیتو نے کہا،

رادھا کل عید ہے!

وہ کہنے لگی، جی ہاں جانتی ہوں سرکار ______!

اور یہ بھی جانتی ہو کہ عید کے دو تین روز کے بعد عائشہ چلی جائے گی اپنے وطن ______ تم نے مجھ سے کچھ وعدے کیے تھے، کتنے زور سے سینہ ٹھونک کر عہد کیا تھا کہ نہیں جانے دوں گی، روک لو گی اُسے، اب کہاں ہے تمہارا وہ وعدہ؟ تمہارا وہ عہد ______؟

رادھا سے کوئی جواب نہیں بن پڑا اُس نے خاموشی اختیار کر لی، کچھ دیر خاموش رہنے کے بعد نیتو نے کہا۔

کیوں تم نے میرے ٹوٹے ہوئے دل کو جوڑا تھا؟ کیوں تم نے میرے مایوس دل میں آس پیدا کی تھی؟ کیوں تم نے میرے آنسو پونچھے تھے؟

راداھا اب بھی کچھ نہ کہہ سکی، خاموش رہی، نیتو سنگھ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اُسے جھنجھوڑ ڈالا اور کہا:

جواب دو رادھا ______ تم نے میرے زخم کو ناسور بنا دیا، اس پر مرہم نہ رکھ سکیں! ______ کیوں آخر کیوں؟ تم نے یہ سزا مجھے کیوں دی ہے؟ کس قصور میں؟

رادھا ایک منٹ کیلئے بھی عائشہ کے پاس سے نہیں ہٹتی تھی، ہر وقت کراماً کاتبین کی طرح اس کے ساتھ لگی رہتی تھی، آج وہ نیتو کی طلبی پر گئی، اور دیر تک نہیں آئی، اکیلے بیٹھے بیٹھے طبیعت گھبرائی تو اس کی تلاش میں وہ خود نکل پڑی، تھوڑے فاصلے پر نیتو کا کمرہ تھا، وہاں سے نیتو کے زور زور سے بولنے کی آواز آئی تو شوقِ تجسس پیدا ہوا۔

اور دروازے سے لگ کر کھڑی ہوگئی کہ بات کیا ہے، اوٹ سے جھانک کر دیکھا تو رادھا مجرم کی طرح سر جھکائے کھڑی تھی، اور نیتو پیکرِ اضطراب بنا اس سے پوچھ رہا تھا، اس نے وہ تمام باتیں سُن لیں، جو رادھا سے جھنجھلا جھنجھلا کر وہ کر رہا تھا۔

نیتو ٹہلنے لگا، ٹہلتے ٹہلتے وہ رادھا کے قریب آیا اور کہا:

تم نے اب تک ہار نہیں مانی!

وہ بولی میں نے تو بہت کوشش کی کہ بیگم صاحبہ ______

ہاں تم نے کوشش کی مگر کامیاب نہیں ہو سکیں، تم نے مجھے دھوکے میں رکھا وہ تمہاری باتیں تھیں جن پر میں نے یقین کیا، ایک خیالی دنیا بسائی، ایک جنت بنائی، لیکن تم نے کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکیں، جانتی ہو تمہاری اس ناکامی کا انجام کیا ہوا؟ میری بسائی ہوئی دنیا درہم برہم اور زیروزبر ہوگئی، میری جنت جہنم بن گئی، میں کہیں کا نہ رہا، میں مٹ گیا، میری زندگی برباد ہوگئی ______!

اتنا کہہ کر وہ پھر ٹہلنے لگا، ذرا دیر کے بعد پھر رادھا کے پاس آ کر کھڑا ہو گیا اور ایک نفس سرد کے ساتھ گویا ہوا!

رادھا معاف کردو ——— تمہاری کوئی خطا نہیں ہے، قصور میرے مقدر کا ہے، میرا ہے، میں اس قابل کب ہوں کہ میرے ہاتھ عائشہ کے دامن تک پہنچ سکیں، وہ بلند ہے، بہت بلند، میں پست ہوں، بہت پست، بھلا میرے ہاتھ اس تک کیونکر پہنچ سکتے ہیں؟ وہ ایک مقدس ہستی ہے، وہ ایک دیوی ہے، میں ناپاک اور نجس انسان ہوں، لٹیرا، لٹیروں کا سردار، کیونکر ممکن ہے کہ میں اس پر کوئی حق جتا سکوں؟ ——— ناممکن قطعاً ناممکن، یہ میری حماقت تھی کہ میں نے تمہاری باتوں پر یقین کرلیا، ایک ایسی بات پر اعتماد کرلیا، جو قطعاً ناممکن، جو قطعاً ناقابلِ یقین تھی، یہ تمہاری سادہ لوحی تھی کہ تم نے ایک ایسی بات کا مجھے یقین دلایا، جو تمہارے بس میں نہیں تھی، تمہارے بس سے باہر تھی!

ذرا دیر خاموش رہنے کے بعد اس نے پھر کہا۔

رادھا مجھے معاف کردو اس وقت جوش اور جذبہ کے عالم میں نے جانے کیا اوّل فول بک گیا، تمہاری کوئی غلطی نہیں ہے، جاؤ عائشہ کا سامان سفر تیار کرو، میں نے اس سے جو عہد کیا ہے، پورا کروں گا، خواہ اسے پہنچا کر واپس آ کر خودکشی ہی کیوں نہ کرلوں!

سرکار ——— !

یہ کہہ کر رادھا نیتو کے قدموں پر گر پڑی، اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی،

عائشہ یہ منظر دیکھ رہی تھی، اس کی آنکھوں میں بھی آنسو آ گئے، اور وہ دبے پاؤں اپنے کمرے میں واپس آ گئی!

نیتو نے ہاتھ پکڑ کر رادھا کو اٹھایا اور کہا:

رونے دھونے سے کچھ حاصل نہیں، قسمت کا لکھا آنسوؤں سے نہیں دھل سکتا، بہرحال کل ہم عائشہ کو لے کر یہاں سے روانہ ہو جائیں گے ——— کیا تم نے پوچھا تھا وہ کہاں جانا چاہتی ہے!

جی ہاں پوچھا تھا، آگرہ جانے کو کہہ رہی تھیں!

وہاں تو بھیس بدل کر جانا پڑے گا، وہ تو ہندوستان کا دارالحکومت ہے، وہاں سیوا

جی کا داماد اپنے اصلی روپ میں نہیں جا سکتا، خیر کوئی مضائقہ نہیں یہ بھی سہی!

رادھا نے ایک تجویز پیش کی کہنے لگی،

تو سرکار پھر ایسا کیجئے، کہ اجلا کے ساتھ بھیج دیجئے!

نیتو نے تیوری چڑھا کر جواب میں کہا،

اجلا کے ساتھ کیوں بھیج دوں؟ کیا اس کی جان فالتو ہے؟ یہ کام اجلا کا نہیں میرا ہے میں خود جاؤں گا، مجھی کو جانا چاہئے ______

رادھا جواب میں کچھ کہنے نہ پائی تھی کہ اجلا ہانپتا، کانپتا، دوڑتا ہوا آیا، اس نے آتے ہی کہا۔

غضب ہو گیا سرکار!

نیتو سنگھ نے پوچھا،

کیا بات ہے اجلا؟ کیا ہوا؟

اجلا نے سہمگیں انداز میں کہا،

حویلی محاصرہ کر لیا گیا ______!

نیتو سنگھ کا ہاتھ تلوار کے قبضہ پر گیا، اُس نے پوچھا،

کیا اس علاقہ میں کوئی ایسا جیالا بھی ہے جو رانا نیتو سنگھ کی حویلی کا محاصرہ کر سکے ______!

اجلا نے جواب دیا، سرکار وہ شہنشاہ عالمگیر کی فوج ہے، جس نے محاصرہ کیا ہے!

نیتو سنگھ کا ہاتھ تلوار کے قبضہ سے ہٹ گیا، اُس نے سنجیدگی کے ساتھ سوال کیا شہنشاہ عالمگیر کی فوج یہاں کدھر سے آ گئی؟

اجلا نے جواب دیا، مہاراجہ جے سنگھ کی زیر کمان ایک لشکر شہنشاہ نے مہارانا سیوا جی کی سرکوبی کیلئے بھیجا ہے، جے سنگھ مہارانا سیوا جی کے قلعوں اور ٹھکانوں پر قبضہ کرنے اور انہیں نیست و نابود کرنے کیلئے آگے بڑھ گیا ہے، اور ایک دستۂ فوج کو محاصرہ پر مامور کر گیا

ہے!

کتنے آدمی ہیں جنہوں نے محاصرہ کیا ہے!

نہ ہوں گے تو بھی پانچ سو ضرور ہوں گے!

پانچسو ـــــــــــ اور ہمارے پاس کتنے آدمی ہیں جو لڑ سکتے ہیں!

زیادہ سے زیادہ ڈھائی تین سو ـــــــــــ!

پھر ہم لڑیں گے!

نہیں سرکار ہم نہیں لڑ سکتے!

(غصہ میں) میں لڑوں گا ـــــــــــ

سرکار آپ بھی نہیں لڑ سکتے ـــــــــــ!

ہمارے ڈھائی تین سو آدمی بھی محاصرے میں ہیں اور میں آپ کو خودکشی نہیں کرنے دوں گا!

نیتو کی تیوریاں چڑھ گئیں، وہ شاید کوئی سخت جواب دینے والا تھا کہ حویلی کے اندر سے شور وغل اور چیخ وپکار کی آوازیں آنا شروع ہوگئیں، اجلا نے کہا،

وہ لوگ آ گئے ـــــــــــ!

نیتو اور اجلا نے تیزی سے باہر نکلنے کی کوشش کی، لیکن اس کوشش میں کامیاب نہ ہو سکے، دروازے پر ایک درجن مسلح سپاہی ایک سردار کی ماتحتی میں کھڑے تھے، سردار نے ڈپٹ کر کہا۔

ہتھیار ڈال دو، ورنہ مرنے کیلئے تیار ہو جاؤ ـــــــــــ یاد رکھو مزاحمت کی کوشش بیکار ہے، تمہارے سارے سپاہی اور ساتھی ہتھیار ڈال چکے ہیں، حویلی کے تمام ملازموں اور باندیوں کو گرفتار کیا جا چکا ہے ـــــــــــ ہتھیار ڈال دو ـــــــــــ!

نیتو نے میان میں رکھی ہوئی تلوار سامنے پھینک دی، اجلا نے بھی یہی کیا۔

سردار نے آگے بڑھ کر دونوں کو گرفتار کر لیا ———— حویلی مکمل طور پر جے سنگھ کے سپاہیوں کے قبضہ میں آ گئی:

مرہٹوں اور مسلمانوں میں بارہا جنگ ہوئی تھی، ان لڑائیوں میں اجلا سنگھ نے بھی مردانہ وار حصہ لیا تھا، اس کی حیثیت درحقیقت سالار عساکر کی، کسی لڑائی میں بھی اجلا سنگھ نے اپنے آپ کو اتنا بے بس، کمزور اور ناتواں محسوس نہیں کیا تھا جتنا آج ————!

اور یہ لڑائی تھی کب؟

اسے بے لڑے، خون کا ایک قطرہ بہائے بغیر، تلوار کے نکالے بغیر ہتھیار ڈال دینا پڑے!

کچھ تو ارمان نکلتا!

ذرا دیر تو لڑائی یاد رہتی!

فریقین کے کچھ سپاہی تو کٹی ہوئی گردنوں کے ساتھ میدانِ جنگ میں خاک و خون میں غلطاں نظر آتے!

مگر یہ کچھ نہ ہوا، اُسے قبضہ شمشیر پر ہاتھ رکھنے تک کا موقعہ نہیں ملا ————! اور شکست ہو گئی!

ذلت بخش شکست!

یادگار اور ناقابلِ فراموش شکست!

صرف شکست ہی نہیں دشمن کے ہاتھوں گرفتار بھی، تف ہے ایسی زندگی پر!

حصہ چہارم

میدانِ جنگ

میدان جنگ میں نہ طلب کر نوائے چنگ

عالمگیر اور ہندو!

عالمگیر کی آرزو تھی کہ ہندوستان ایک مضبوط اور مستحکم ملک بن جائے، جو ایک طرف داخلی امن وامان کے اعتبار سے ایسا ہو کہ شیر اور بکری ایک گھاٹ پانی پئیں اور دوسری طرف اس کے اتحاد اور دبدبہ کا یہ عالم ہو کہ دشمن اس کے نام سے لرز جائیں،

یہی مقصد تھا جس کے پیش نظر اس نے مرکزی حکومت کو مضبوط و مستحکم بنانے کی طرف پورے طور پر اپنی توجہ مبذول کردی، اس زمانہ میں راجپوتوں کے دست شمشیر زن کی دھوم مچی ہوئی تھی، راجپوتوں کی تین چار بڑی بڑی ریاستیں تھیں، جے پور، جودھ پور، بونی اور اودے پور، جے پور!______ جس کا فرماں روا جے سنگھ تھا______!

دل وجان سے عالمگیر کے ساتھ تھا اس کی وفاداری، اس کا خلوص، اس کی جاں نثاری شک وشبہ سے بالاتر تھی، جسونت سنگھ، جودھ پور کا فرماں روا تھا، یہ بھی کم از کم بظاہر مغلیہ حکومت کا اطاعت شعار اور باج گزار تھا، یہ دوسری بات ہے کہ کبھی کبھی موقع محل دیکھ کر کوئی ایسی حرکت کر گزرتا تھا، جو اس کے عزائم پنہاں کی آئینہ دار ہو، لیکن عالمگیر کی دہشت اور قوت نے اس میں اتنی سکت باقی نہیں رکھی تھی کہ کھل کر میدان میں آسکتا۔ مہاراجہ بوندی بغیر کسی ذہنی تحفظ کے عالمگیر کا اور اس کی حکومت کا دل وجان سے وفادار تھا، کوئی ترغیب بھی اُسے جادۂ وفا سے منحرف نہیں کرسکتی تھی۔

اودے پور کا معاملہ دوسرا تھا، وہ ہمیشہ اطاعت کرتا تھا، ہمیشہ بغاوت کرتا تھا، اس کی یہ روش شروع ہی سے چلی آرہی تھی۔

ہندوؤں کے زور وقوت کے تین مرکز تھے۔ جے پور، جودھ پور اور اودھے پور، ان میں سے جے پور اور جودھ پور بالکل مطیع ہوگئے تھے، لیکن اودے پور کی یہ حالت تھی کہ

بابر سے لے کر شاہجہان کے زمانے تک حملہ کے وقت اس کی گردن جھک جاتی تھی، لیکن جب حملہ آور چلے آتے تھے تو پھر وہی سرکش کا سرکش بن جاتا تھا۔ شاہجہان نے جب بیماری کی حالت میں دارشکوہ کو ولی عہد بنا کر اس کو سیاہ و سفید کا مالک بنا دیا تو اس زمانے میں جے پور اور جودھ پور کے جانشین راجہ جے سنگھ اور جسونت سنگھ تھے عالمگیر جب دکن سے اکبر آباد کو چلا تو داراشکوہ کی طرف سے جسونت سنگھ ایک فوج گراں لئے ہوئے اور جین میں پڑا تھا۔ عالمگیر نے نہایت الحاح سے کہلا بھیجا کہ میں صرف اعلیٰ حضرت کی عیادت کو جاتا ہوں۔ تم سدِ راہ نہ ہو لیکن جسونت سنگھ نے نہ مانا اور سخت معرکہ ہوا۔ جسونت سنگھ نے شکست کھائی اور بھاگ نکلا عالمگیر پر جب چتر حکومت سایہ افگن ہوا تو پہلے ہی سال جسونت سنگھ نے عفو قصور کی سلسلہ جنبانی کی اور عالمگیر نے دریا دلی سے معاف کر دیا۔ شجاع سے (عالمگیر کا بھائی) جب معرکہ پیش آیا تو عالمگیر نے جسونت سنگھ کو فوج جرار کا افسر مقرر کیا۔ لیکن جسونت سنگھ نے پہلے سے مرزا شجاع سے سازش کر لی تھی۔ جب دونوں فوجیں آمنے سامنے مقابل پڑی ہوئی تھیں تو جسونت رات کے پچھلے پہر دفعتہً اپنی تمام فوج کے ساتھ عالمگیر کی فوج سے نکل کر شجاع کی طرف چلا۔ اس کی فوج نے شاہی اسباب وخزانہ پر دست درازی کی اور اس قدر برہم ہوئی کہ عالمگیر کی کل فوج میں سے نصف کے قریب جسونت سنگھ کے ساتھ ہو کر شجاع سے جا ملی، یہ ایک ایسا نازک موقع تھا کہ اس کے سنبھالنے کیلئے صرف عالمگیر کا دل و دماغ درکار تھا، عالمگیر کے جبین استقلال پر شکن تک نہیں پڑی، اور بے سروسامانی پر بھی میدان اس کے ساتھ رہا، چند روز کے بعد جسونت سنگھ کا جب کہیں ٹھکانا نہ رہا تو پھر عفو کا خواستگار ہوا، عالمگیر نے پھر فیاض دلی سے کام لیا اور چونکہ وہ شرم سے منہ دکھانا نہیں چاہتا تھا۔ عالمگیر نے غائبانہ اس کا منصب اور خطاب و جاگیر بحال کر کے احمد نگر کا صوبہ دار مقرر کر دیا۔ اور وقتاً فوقتاً اس کو بڑی بڑی مہمات پر مامور کیا لیکن وہ بادشاہ کی نسبت ہندوؤں کا زیادہ خیر خواہ تھا۔ علاوہ اس کے لوگوں کو یہ بھی یقین کامل تھا کہ لوبھی لالچی ہے۔ اور روپے کی بات تھوڑی بہت مانتا ہے غرض کہ اس

وسیلوں سے سیواجی نے اس کو اپنی رفیق بنایا [1]

جسونت سنگھ نے اسی پر اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ راؤ بہاؤ سنگھ کو جو ریاست بوندی کا راجہ اور سہ ہزاری منصب رکھتا تھا۔ اور اس مہم میں اس کا شریک تھا۔ اپنے ساتھ شریک کرنا چاہا۔ اور جب اس نے نمک حرامی سے انکار کیا تو اس کی بہن کو جو جسونت سنگھ کے عقد نکاح میں تھی۔ وطن سے بلوا کر بیچ میں ڈالا، لیکن اس وفادار نے اب بھی حق نمک کو قرابت پر مقدم رکھا۔ [2]

جودھ پور اور اودے پور دونوں ریاستوں کو عالمگیر کی فوجوں نے پامال کر دیا اور مہارانا اودے پور اپنے مستقر سے بھاگ کر انتہائے سرحد تک پہنچ گیا۔ آخر جب ہر طرح سے مجبور ہوا تو شہزادہ محمد معظم کے ذریعہ سے سفارش کرائی اور پرگنہ ماندل پور بندھنور جزیہ کے عوض میں دینے منظور کیے۔ عالمگیر نے پھر غیر معمولی فیاض دلی سے کام لیا۔ اور ۲۴ھ جلوس میں جب رانا دربار میں حاضر ہوا۔ تو خلعت و خطاب اور پنجہزاری منصب عطا کیا۔ [3]

لیکن عالمگیر کا یہ برتاؤ صرف ان سرداروں، راجاؤں اور راناؤں کیساتھ تھا جو منافق تھے، جن کا ظاہر کچھ تھا باطن کچھ، جو سامنے آ کر وفاداری کا دم بھرتے تھے اور سامنے

---

[1] ترجمہ تاریخ الفنسٹن صاحب علی گڑھ صفحہ ۱۰۵۷، ماثر الامرا سے بھی اس بیان کی تائید ہوتی ہے۔

[2] ماثر الامرا میں راؤ بہاؤ سنگھ کے تذکرے میں لکھا ہے: چوں ہمشیرہ راؤ بہادر سنگھ بدست مہاراجہ (جسونت سنگھ) بود مہاراجہ زن خود را از وطن علب داشتہ واسطہ نمود کہ کھوئے ساز موافقت کوک نماید۔ انا راؤ بہاؤ سنگھ تھی نمک مقدم داشتہ تن بموافقتش۔

[3] ماثر عالمگیری میں ہے:

چوں رانا ازو بیہ ملک و مسکن راندہ شدو تا سرحدش گریخت، مفرے جز رضا جوئی دامان

سے ہٹتے ہی، بغاوت، شورش اور ہنگامہ آرائی، اور مفسدہ پردازی کی اسکیمیں تیار کرنے لگتے تھے، جو وفاداری کا دعویٰ کرتے تھے، لیکن جن کے دل باغیوں کے ساتھ تھے جن کے وسائل و ذرائع باغیوں کیلئے وقف تھے، جن کی دلی ہمدردیاں باغیوں کی حوصلہ افزائی کر رہی تھیں۔

ورنہ جو ہندو راجہ اور رانا حکومت کے وفادار اور مطیع و منقاد تھے، ان کے ساتھ عالمگیر کا برتاؤ سراسر اعتماد و اخلاص کا تھا، جسونت سنگھ کو جو کٹر ہندو تھا، کابل کا گورنر بنا دینا اس دعوے کا سب سے بڑا اور ناقابلِ تردید ثبوت ہے، یہی روش اس کے دوسرے لوگوں کے ساتھ بھی رہی، اور اسی کا نتیجہ تھا کہ نہ صرف فوجی راجپوت بلکہ راجپوتوں کے بڑے بڑے راجہ مہاراجہ اخیر وقت تک عالمگیر کے ساتھ فوجی مہمات میں شریک رہے اور مرہٹوں کے پامال کرنے میں وہ مسلمان افسروں کے داہنے ہاتھ تھے۔ راجپوتوں کی اصلی طاقت جودھپور، جے پور، اودے پور تھی۔ اودے پور کے دو شہزادے خود عالمگیر کی فوج میں معزز عہدوں پر ممتاز تھے۔ اور اخیر وقت تک ساتھ رہے۔ چنانچہ ۴۳ جلوس میں ان میں سے اندر سنگھ کو دو ہزاری اور بہادر سنگھ کو ایک ہزاری و پانصدی کا منصب عطا کیا تھا[1]۔ یہ دونوں مہارانا راج سنگھ کے بیٹے تھے، جس نے ۲۵ جلوس میں وفات پائی تھی۔ اور اس کے مرنے پر اُس کے بیٹے رانا جے سنگھ کو عالمگیر نے خلعت ماتم عطا کیا تھا، اندر سنگھ جسونت سنگھ رئیس جودھپور کا عزیز تھا، جسونت کے انتقال کے بعد عالمگیر نے اس کو راجہ کا خطاب دیا اور دکن کی مہمات پر مامور کیا۔ اس نے نہایت وفاداری سے اپنی خدمت انجام دی۔

---

[1] مآثر عالمگیری صفحہ ۴۰۵ مطبوعہ کلکتہ۔

چنانچہ ۴۸ھ جلوس میں اس کو سہ ہزاری کا منصب ملا۔[1]
مان سنگھ راٹھور جس کو چھ ہزاری کا منصب حاصل تھا ۳۵ھ جلوس عالمگیری میں ذوالفقارا خاں کے ساتھ دکن کی سب سے مشہور چنجی کی مہم پر مامور[2] ہوا[3]

اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر!

---

[1] مآثر الامراء ذکر امرا سنگھ۔

[2] مآثر الامراء ذکر روپ سنگھ۔

[3] ہم عالمگیر کے ہندو عہدیداروں کی ایک فہرست اس موقع پر درج کرتے ہیں، اس فہرست کے متعلق امور ذیل ملحوظ رکھنے چاہئیں:

(1) یہ فہرست سرسری طور پر مآثر عالمگیری سے تیار کی گئی ہے۔ جو عالمگیر کے حالات میں سب سے مقدم تاریخ ہے۔

(2) صرف ان عہداروں کو لیا گیا ہے جو اس زمانے کے بعد مقرر ہوئے ہیں یا اس کے بعد تک رہے ہیں۔ جب سے عالمگیر کے تعصب کے ظہور کا وقت بیان کیا گیا ہے۔

(3) ان عہدیداروں میں اکثر مرہٹوں کی مہم میں شریک رہے ہیں۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح اکبر کے زمانے میں ہندو مسلمانوں کے ساتھ ہو کر خود اپنے ہم مذہبوں سے لڑتے تھے۔ عالمگیر کے عہد تک یہ طریقہ قائم رہا۔

(4) ان میں سے بعض آنریری عہدیدار تھے اور فخر کے لحاظ سے عہدہ قبول کرتے تھے۔

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سند و تقریظ اضافہ، عہد یا عطائے منصب
راجہ بھیم سنگھ	راج سنگھ مہارانا اودے پور کا بیٹا مہارانا جے سنگھ کا بھائی۔	(سنہ جلوس عالمگیری مراد ہے) ۲۱ھ جلوس عالمگیری میں دکن سے آیا

عالمگیر ذاتی طور پر کتنا ہی مذہبی منقشف اور کٹر ہو، لیکن اس حقیقت سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے زندگی کے کسی دور میں بھی ہندوؤں کے ساتھ ناروادارانہ برتاؤ نہیں کیا بلکہ انہیں ترقی، عروج اور فروخ کے زیادہ سے زیادہ مواقع عطا فرمائے، البتہ ان کیلئے جو حکومت کے دشمن تھے، قضائے مبرم تھا، شمشیر دوم تھا، ان کے ساتھ

بقیہ صفحہ گذشتہ

نام عہددار	ولدیت وغیرہ	سند و تقریط اضافہ، عہد یا عطائے منصب
		اور برہان پور کی مہم میں شریک ہوا ۳۸ھ میں پنجہزاری کے منصب تک پہنچ کر مر گیا۔
اندر سنگھ	جے سنگھ مہارانا اودے پور کا بھائی تھا۔	۴۳ھ میں دو ہزاری ہوا اور ۴۸ھ میں سہ ہزاری پر اضافہ ہوا۔
بہادر سنگھ	جے سنگھ مہارانہ اودے پور کا بھائی تھا۔	۴۳ھ میں یک ہزار و پانصد ہوا۔
راجہ مان سنگھ	پسر راجہ روپ سنگھ	۲۶ھ میں ماندل پور و بدھنور کا فوجدار مقرر ہوا۔
اچلاجی	سیواجی کا دوسرا داماد تھا،	۴۳ھ میں سہ ہزاری تک پہنچا
ارجوجی	سنبھا (پسر سیواجی) کا ہم زاد بھائی	۴۹ھ میں پنجہزاری منصب اور علم و نقارہ وغیرہ ملا۔
ارجوجی	سنبھا کے نوکروں میں تھا	۳۹ھ میں منصب دو ہزاری

کسی طرح کی رعایت کرنا اس کے مشرب میں کفر تھا، خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان یا اس کے اہل خاندان، بلکہ اپنے لختِ جگر اور نور نظر محبوب اور چہیتے بیٹے شاہزادہ اکبر کے ساتھ بھی جب اس نے دشمنوں کے کہے میں آ کر بغاوت کی تھی، یہی طرزِ عمل اختیار کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ایسا روپوش ہوا کہ پھر اس کا پتہ نہیں چلا، زیب النساء اس

بقیہ صفحہ گذشتہ

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سند وتقریط اضافہ، عہد یا عطائے منصب
مانکوجی		۳۱ھ میں منصب دو ہزاری
راؤ انوپ سنگھ	پسر راجہ کرن۔	۳۱ھ میں خلعت ملازمت ملا۔
راجہ انوپ سنگھ		۳۱ھ میں سکر کا قلعہ دار مقرر ہوا۔
راجہ اودیت سنگھ		۳۶ھ میں میں ایرج کا فوجدار اور دوم ہزاری ہوا۔
اودے سنگھ	قلعہ کھلینا کا قلعہ دار تھا	۴۷ھ میں سہ ہزاری اور پانصدی ہوا۔
پاسدیو سنگھ	چندن کرا کا زمیندار تھا	۴۹ میں سہ ہزاری ہوا۔
کاتھوجی		پہلے پنجہزاری تھا ۴۹ھ میں ایک ہزار کا اضافہ ہوا۔
سرسال پوندیا		۴۴ھ میں قلعہ تارا کا قلعہ دار ہوا۔
بش سنگھ	پسر کنور کشن سنگھ راجہ رام سنگھ	۲۵ھ میں ہزاری و ۴ صد سوار ہوا۔
رام چند	کھنالوں کا تھانہ دار تھا۔	۴۰ھ میں دونیم ہزاری ہوا۔
لوک چند	نائب و ملازم شہزادہ اعظم شاہ	۲۹ھ میں بہادر سنگھ کے شکست دینے کے صلہ میں رائے رایاں کا خطاب ملا۔

کی محبوب ترین اور عزیز ترین بیٹی تھی، لیکن جب اُسے معلوم ہوا کہ یہ شہزادہ اکبر کی ہمدرد اور دمساز ہے تو وہ بھی زیرِ عتاب آ گئی، اور عرصہ تک اس کی خطا معاف نہیں ہوئی، حالانکہ زیب النساء کی ہمدردی اکبر کے ساتھ صرف جذباتی تھی، کوئی عملی مدد کسی طرح بھی اُسے نہیں پہنچا سکتی تھی، اس کے باوجود وہ شفیق باپ کے عتاب سے نہ بچ سکی۔

بقیہ صفحہ گذشتہ

نام عہدہ دار	ولدیت وغیرہ	سند وتقریظ اضافہ، عہد یا عطائے منصب
بھاگو بنجارا		۴۲ میں پنجہزاری منصب ملا
جکیا		سنہ ۵۰ میں سہ ہزاری ہوا۔
درگاداس راٹھور		سنہ ۲۹ میں سہ ہزاری کا منصب پھر بحال ہوا۔
روپ سنگھ	ولد راجہ اودت سنگھ	سنہ ۴۱ میں پنجہزاری منصب مع پر ترقی ہوئی۔
سوبھان	ستارہ کا قلعہ دار	سنہ ۴۳ میں پنجہزاری منصب مع خلعت و نقارہ وغیرہ
شیو سنگھ	راہیری کا قلعہ دار	سنہ ۴۷ میں یک ونیم ہزاری ہوا۔
اندھاتا	پسر راؤ کاتھو متعینہ فوج نصرت جنگ	سنہ ۵۱ میں قلعہ مہنت کی تسخیر پر مامور ہوا۔
کشورداس	ولد ہنوہرداس گور	سنہ ۲۶ میں شولاپور کا قلعہ دار ہوا۔
راجہ کلیان سنگھ	بھداور کا زمیندار تھا	سنہ ۴۰ میں حاضر دربار ہو کر ہفت صدی پر دو صدی کا اضافہ ہوا۔

اس فہرست میں بعض اور باتیں لحاظ کے قابل ہیں۔ سب سے مقدم یہ کہ اس میں مہاراجہ اودے پور کے بیٹے اور بھائی بھی موجود ہیں اور اس سے عجیب تو یہ کہ سیوا جی

کے متعدد عزیز و رشتہ داروں کے نام نظر آتے ہیں۔ حالات پڑھیں تو معلوم ہوگا۔ کہ کیونکہ وہ صرف شفیق باپ ہی نہ تھا ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی تھا!

عالمگیر کی شفقت پر عدل غالب تھا،

عدل اور انصاف کے معاملہ میں، وہ کسی کا باپ تھا نہ بھائی، نہ بیٹا نہ دوست، نہ رفیق،

شہزادہ اکبر سے اُسے کم محبت نہیں تھی لیکن اپنی قوم کو وہ اپنے لختِ جگر سے بھی زیادہ چاہتا تھا۔

قوم پر اکبر کو نثار کر سکتا تھا!

اکبر پر قوم کو نثار نہیں کر سکتا تھا!

اس نے یہی دوسرا راستہ اختیار کیا اور گو اس کے دل میں یہ ناسور بن کر ہمیشہ رستا رہا، لیکن نہ اُس نے کبھی آہ کی نہ سوز دروں کا اظہار کیا، وہ خاموشی کے ساتھ اس صدمہ کو جھیل لے گیا!

اکبر قربان ہو گیا، لیکن سلطنت بچ گئی!!

(بقیہ صفحہ گذشتہ)

یہ صرف نام کے عہدے دار نہ تھے بلکہ معرکوں میں حیرت انگیز جانفشانیاں دکھاتے تھے۔ ان عہدیداروں میں ہر قسم کے عہدے دار ہیں یعنی فوجی بھی ملکی بھی، غور کیا جائے تو فوجوں کی افسری، قلعہ داری اضلاع کی نظامت و فوجداری ان سے بڑھ کر ذمہ داری اور اعتماد کے کیا عہدے ہو سکتے ہیں۔ یہ سب عہدے ہندوؤں کو حاصل تھے۔

شہزادہ اکبر کی بغاوت، اور شہزادی زیب النساء کا معتوب ہونا، ان واقعات پر دربار عالمگیری کے سرکاری مورخ مستعد خان کی کتاب، مآثر عالمگیری، سے رجوع کیا جائے۔ (رئیس احمد جعفری)

بیجاپور اور حیدرآباد!

عالمگیر کی حکومت کا تختہ اُلٹنے کی سازشوں میں صرف بعض ہندو ریاستیں ہی پیش پیش نہیں تھیں، صرف سیوا جی اور اس کے رفقاء ہی رجز پڑھتے ہوئے میدان میں نہیں اُترے تھے، بلکہ دکن کی بعض اسلامی ریاستیں بھی اس کار خیر میں سیوا جی کا ہاتھ بٹا رہی تھیں، ان میں بیجاپور کا فرماں روا عادل شاہ اور حیدرآباد کا فرماں روا قطب شاہ خاص طور پر قابلِ ذکر ہیں۔

عالمگیر نے حسب عادت عادل شاہ اور قطب شاہ کی شورش پسندیوں، اور سازشوں کو بار بار نظر انداز کیا، لیکن اس رحم و رعایت کو انہوں نے اس کی کمزوری پر محمول کیا۔

عادل شاہ کی خاص دعوت پر آج حیدرآباد کا فرماں روا قطب شاہ اس کا مہمان تھا، عادل شاہ کے پاس سیوا جی کا قاصد آیا تھا اور اُسے وہ مشترکہ جواب دینا چاہتا تھا!

اس وقت شبستان عشرت میں صرف تین آدمی موجود تھے، ایک عادل شاہ دوسرا قطب شاہ، اور تیسرا سیوا جی کا خاص قاصد مونجے، شراب کا دور چل رہا تھا تینوں کے سامنے جام ارغوانی لبالب رکھا تھا،

عادل شاہ نے مسکراتے ہوئے مونجے سے کہا۔

ہاں بھئی تو تمہارے آقا نے کیا پیغام بھیجا ہے؟

مونجے نے دست بستہ عرض کیا، میرا آقا بیشک میرا آقا ہے، بے شک اپنے سپاہیوں کا آقا ہے، بے شک اپنی من چلی اور جیالی قوم کا آقا ہے، لیکن اُسے جہاں پناہ کی غلامی پر فخر ہے، اور وہ اس حقیقت کو کبھی فراموش نہیں کرسکتا کہ اس کا باپ اس سرکار سے پلا

ہے، اُسے بھی اس سرکار سے ترقی اور عروج وفروغ کے بیش بہا مواقع ملے ہیں، اب وہ آزاد ہے، اور ایک آزاد مملکت کے قیام کیلئے سرگرم سعی و پیکار ہے، لیکن اس کی یہ آزاد اور خودمختار اور طاقت ور حکومت، اخلاقی طور پر جہاں پناہ کی تابع اور مطیع ہوگی۔

عادل شاہ کھلکھلا کر ہنس پڑا، اس نے کہا،

سویا جی کی یہ شرافت، عالی ظرفی، اور وفاداری ہمارے لئے مسرت بخش ہے، تم اس سے کہہ دینا اس کے ان جذبات نے ہمیں بے انتہا مسرور کیا!

مونجے نے سر جھکا کر عرض کیا۔

ایسا ہی ہوگا جہاں پناہ!

عادل شاہ نے سوال کیا!

اب سیوا جی کی خواہش کیا ہے۔

وہ ہم سے کیا چاہتا ہے؟

مونجے نے شراب کا گھونٹ حلق سے اُتارتے ہوئے کہا،

امداد

کس طرح کی امداد ——— ؟

ہر طرح کی ——— اخلاقی بھی، مالی بھی، فوجی بھی!

ہوں ——— ہم اس کی امداد کرنا چاہتے ہیں، ہم اس کی زیادہ سے زیادہ امداد کرنا چاہتے ہیں، لیکن عالمگیر کی قوت و طاقت کا اندازہ بھی کر لیا ہے سیوا جی نے ——— ؟

مونجے نے ایک اور بڑا سا گھونٹ حلق سے اُتارا اور عرض پرداز ہوا،

عالمگیر دُنیا کی ہر بڑی سے بڑی فوج سے لڑ سکتا ہے اور شاید اسے شکست فاش بھی دے سکتا ہے مگر ———

مگر سیوا جی کو شکست نہیں دے سکتا، کیوں؟

جہاں پناہ غلام یہی عرض کرر ہا تھا:

لیکن اس خود اعتمادی کا جو بظاہر ضرورت سے زیادہ معلوم ہوتی ہے، کوئی سبب بھی تو ہوگا ــــــــــ؟

ضرور ہے جہاں پناہ!

بتاؤ ہم اسے معلوم کرنا چاہتے ہیں!

سبب یہ ہے کہ آقائے ولی نعمت کہ عالمگیر کی فوجیں میدانی لڑائی کے فن میں ماہر ہیں ــــــــ!

(ہنستے ہوئے) اور سیوا جی کیا آسمان پر بیٹھ کر لڑے گا؟

نہیں جہاں پناہ ــــــــــ میرا آقا جنگ گریزپا (گوریلا وار) میں ماہر ہے، وہ دشمن کے سامنے نہیں آتا، پیچھے سے وار کرتا ہے، وہ دشمن کو للکارتا نہیں، خاموشی سے اس کی گردن کاٹ لیتا ہے، وہ طبلِ جنگ بجا کر آمادۂ پیکار نہیں ہوتا رات کے سناٹے میں شب خون مارتا ہے، وہ میدانِ جنگ میں اپنی فوجیں جمع نہیں کرتا، اس کے لشکر کا مسکن آسمان سے باتیں کرنے والے پہاڑ ہیں، وادیاں ہیں، گھاٹیاں ہیں، غار ہیں، جہاں دشمن کا ایک سپاہی بھی نہیں پہنچ سکتا، جہاں صرف وہی سپاہی پہنچ سکتا ہے، جس کی موت آ گئی ہو، جہاں سے کوئی بڑی سے بڑی فوج بھی صحیح سلامت واپس نہیں جاسکتی، جہاں تلوار سے زیادہ بڑے بڑے پتھر کام دیتے ہیں ــــــــ!

پتھر ــــــــ؟

جی ہاں، بڑے بڑے پتھر لڑھکا کر بڑی سے بڑی فوج کو پارہ پارہ کیا جا سکتا ہے ــــــــ!

(ایک حد تک مرعوب ہو کر) خوب بہت خوب!

اگر جہاں پناہ سے اور عالمگیر کی فوجوں سے مڈبھیڑ ہو جائے تو قطعاً اس کی فوج کو فتح ہوگی، لیکن سیوا جی کے مٹھی بھر سپاہیوں کو اس کی بڑی سے بڑی فوج شکست نہیں

دے سکتی ــــــــ!

خوب بہت خوب ــــــــ تمہاری باتیں قرین صواب نظر آتی ہیں!

بس تو جہاں پناہ کی سرپرستی اور اعانت بہت جلد ہمیں اپنے مقصد میں کامیاب کردے گی ــــــــ!

کامیاب ہونے کے بعد کیا ہوگا؟

بیجاپور اور حیدر آباد کے حدود سلطنت میں اضافہ ہو جائے گا، اور پونہ ایک مستقل اور آزاد اور طاقت ور مملکت کی حیثیت اختیار کرلے گا!

ہاں ایسا ہو سکتا ہے ــــــــ لیکن کیا سیوا جی اپنے عہد پر قائم رہے گا ــــــــ؟

کیوں نہیں رہے گا جہاں پناہ ــــــــ؟

اب تک اس کی شہرت اس معاملہ میں داغدار سی رہی ہے۔

اور میں اس سے انکار بھی نہیں کرتا، لیکن وہ اپنے آقا سے بدعہدی نہیں کرسکتا، وہ اپنے آقا کا وفادار ہے، نمک حلال ہے، اور اس پر اُسے فخر ہے!

ہوں ــــــــ!

پھر عادل شاہ قطب شاہ سے مخاطب ہوا،

بھائی صاحب آپ فرمائیے کیا رائے ہے آپ کی؟

قطب صاحب غور سے عادل شاہ اور مونجے کی باتیں سُن رہا تھا، اب تک اس نے اس بات چیت میں ذرا بھی دخل نہیں دیا تھا، عادل شاہ کے سوال پر اُس نے کہا۔

سوچ لیجئے ــــــــ!

عادل شاہ نے کہا!

سیوا جی سے پھر ہمیں اُمیدِ وفا ہے لیکن ــــــــ!

عالمگیر سے نہیں؟

بجا فرمایا آپ نے ــــــــ وہ سارے ہندوستان پر اپنا پرچم لہرانا چاہتا ہے، وہ دکن کی ایک اسلامی حکومت کو بھی باقی نہیں رہنے دے گا!

لیکن اگر واقعی یہی بات ہے تو اب تک یہ ریاستیں کیوں زندہ ہیں؟ کیوں ان کی خودمختاری قائم ہے؟ کیوں انہیں ختم نہیں کر دیا گیا ــــــــ؟

اس سوال پر عادل شاہ سٹ پٹا گیا، کوئی جواب دیتے نہ بن پڑا، لیکن اس کی مشکل مونجے نے آسان کر دی، اُس نے کہا۔

جہاں پناہ اگر گستاخی نہ ہو تو غلام کچھ عرض کرے؟

عادل شاہ اور قطب شاہ نے تقریباً بیک آواز کہا:

ہاں ہاں ضرور ــــــــ تمہیں اپنے خیالات پیش کرنے کی پوری آزادی ہے ــــــــ!

مونجے نے کچھ سوچتے ہوئے عرض کیا!

جہاں پناہ دکن کی یہ اسلامی ریاستیں صرف اس لیے قائم ہیں کہ سیواجی زندہ ہے ــــــــ!

قطب شاہ چونک پڑا، اس نے غور سے مونجے کو دیکھتے ہوئے پوچھا!

کیا کہنا چاہتے ہو تم؟

عالمگیر کی نظر میں سب سے بڑا دشمن سیواجی ہے، جس نے اس پر خواب و خور حرام کر رکھا ہے، اگر سیواجی انعام و اکرام سے خرید لیا جائے یا اُس کی گردن اڑا دی جائے تو پھر دکن ان اسلامی ریاستوں کا خاتمہ، دنوں، ہفتوں، مہینوں اور سالوں کا سوال نہیں رہتا۔

صرف چند گھنٹوں کا رہ جاتا ہے ــــــــ!

عادل شاہ نے استغراق فکر کے عالم میں کہا،

یہ بات ہے مونجے؟

وہ عرض پیرا ہوا!

جہاں پناہ یہی بات ہے ——— سیوا جی کے مقابلہ میں عالمگیر کو اپنے تمام وسائل اور ذرائع صرف کرنا پڑ رہے ہیں، وہ ہر قیمت پر سیوا جی کو ختم کر دینا چاہتا اس کے بعد دکن کی یہ مسلم ریاستیں خود بخود، اس کی جھولی میں پکے پھل کی طرح آن گریں گی ———!

عادل شاہ نے ایک عزم کے ساتھ کہا،

سچ کہتے ہو مونجے!

قطب شاہ نے بھی تائید کی،

بات تو واقعی ایسی ہی معلوم ہوتی ہے!

عادل شاہ نے قطب شاہ سے سوال کیا،

تو پھر ہمیں کیا کرنا چاہئے؟ کیا جواب دینا چاہئے سیوا جی کو؟

قطب صاحب نے بغیر کسی تامل اور تذبذب کے کہا۔

اگر ہمیں زندہ رہنا ہے، اپنی انفرادیت قائم رکھنی ہے، آزادی وحریت کی زندگی بسر کرنی ہے تو دو جواب ہو ہی نہیں سکتے، ایک ہی جواب ہو سکتا ہے اور وہ یہ ہے کہ ہمیں بلا تامل اور بغیر کسی تاخیر کے سیوا جی کی دعوت قبول کر لینی چاہئے!

مونجے کو دل کی مراد مل گئی اس نے کہا،

پھر بیجا پور اور حیدر آباد کی ریاستیں اپنی عظمت وشان کے اعتبار سے سارے ہندوستان میں لاثانی ہوں گی!

ایک جوش کے عالم میں عادل شاہ نے کہا،

وہ اب بھی لاثانی ہیں، یوں کہو، پھر کوئی ان کے سر پر تلوار بن کر نہیں لٹک سکے گا پھر وہ اطمینان اور یکسوئی کے ساتھ اپنی شان اور عظمت میں مزید اضافہ کرینگی!

خوش ہو کر مونجے نے دست بستہ عرض کیا،

بے شک بے شک ایسا ہی ہوگا جہاں پناہ!

پھر ذرا دیر کے بعد مونجے نے دریافت کیا!

تو جہاں پناہ اپنے آقا سے کیا عرض کروں جا کر؟

عادل شاہ نے کہا۔

اتنی جلدی کیا ہے؟ جواب تو تمہیں معلوم ہو چکا، ابھی چند روز ہمیں میزبانی کا موقع دو، ذرا سستاؤ، آرام کرو پھر چلے جانا!

مونجے نے پائے ادب کو بوسہ دے کر عرض کیا۔

غلام کو یہ شہر اتنا پسند آیا ہے کہ اس جنگ کے کامیابی کے ساتھ ختم ہونے کے بعد، اس کا جی چاہتا ہے کہ یہیں کا مستقل شہری بن جائے، زندگی کے باقی دن یہیں پورے کرے، اور یہیں مرے، لیکن فرض فرض ہے، مجھے فرض پکار رہا ہے، میرا آقا میرا منتظر ہوگا، اس کی ساری اسکیمیں اس وقت عملی جامہ پہنے گی، جب میں یہاں سے واپس جا کر اُسے خوشخبری دوں گا کہ جہاں پناہ کی سرپرستی ہمیں حاصل ہے، ہم حالت امن میں ہیں، یا حالتِ جنگ میں ہیں نہ جانے کب دشمن نمودار ہو جائے، لٰہذا غلام کو جلد از جلد رخصت ہونے کی اجازت مرحمت ہو!

عادل شاہ نے تحسین آمیز نظروں سے اسے دیکھا اور کہا۔

ہم تمہاری اس فرض شناسی کی قدر کرتے ہیں، کل ہمارے سفیر کے ساتھ تم واپس جا سکتے ہو، ہمارا سفیر سیوا جی سے تمام ضروری شرائط معاہدہ کے طے کر لے گا!

بہت خوب ——————!

پھر وہ قطب شاہ کی طرف مخاطب ہوا اور کہا،

کیا جہاں پناہ کی طرف سے بھی یہی جواب ہے ——————؟

پہلو بدلتے ہوئے قطب شاہ نے کہا،

ہاں —————— ہم اور عادل شاہ ایک کشتی میں سوار ہیں، وہ سفیر جو تمہارے

ساتھ جا رہا ہے، صرف عادل شاہ کا نہ ہوگا، ہمارا بھی ہوگا!

* * *

سیوا جی

سیوا جی اپنے قلعہ راج گڑھ میں مقیم تھا!

یہ جگہ پونہ سے چند میل کے فاصلہ پر ہے، راج گڑھ میں اس کے رہنے کی حویلی بڑی شاندار تھی، ابھی تختِ حکومت اس کے قبضہ میں نہیں آیا تھا، لیکن شاہی ٹھاٹھ کا جہاں تک تعلق تھا، کوئی کمی نہیں تھی!

وہ ابھی ابھی قلعہ کا ایک چکر کاٹ کر آیا تھا، گھوڑے سے اُترا اور سیدھا اپنے دیوان خانے میں چلا گیا، یہیں بیٹھ کر وہ امورِ حکومت سرانجام دیا کرتا تھا، یہاں انتظار میں اس کے چند سردار سپاہی بیٹھے تھے، لیکن وہ کسی سے مخاطب نہیں ہوا، اس کے چہرے پر اضطراب اور تشویش کے آثار چھائے ہوئے تھے، اس کا یہ رنگ دیکھ کر سب گھبرا گئے، لیکن کسی میں یارا نہ تھا کہ پوچھتا کیا بات ہے؟ طبعِ نازک اس وقت برہم کیوں نظر آ رہی ہے؟

سیوا جی نے (ادھر اُدھر دیکھا) پھر کہا!

ہمت سنگھ ————

ایک سردار نے سر جھکا کر عرض کیا،

مہابلی ————

سیوا جی نے پوچھا۔

مونجے اب تک کیوں واپس نہیں آیا؟

ہمت سنگھ نے عرض کیا

وہ بہت بڑی مہم پر گیا ہے، لہٰذا آنے میں کچھ دیر تو ہوگی ————!

نہ جانے کیوں دیر ہو رہی ہے؟ سیوا جی نے ٹہلتے ہوئے کہا۔

عادل شاہ اور قطب شاہ کو راہِ راست پر لانا آسان کام تو نہیں ہے۔

سیواجی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

ہاں تم ٹھیک کہتے ہو ـــــــ لیکن اس انتظار میں وقت ضائع ہو رہا ہے ـــــــ!

ہمت سنگھ نے دلاسا دیتے ہوئے کہا،

بھگوان کی کرپا سے دو چار ہی دن کے اندر آ جائیں گے مونجے جی!

سیواجی خاموش ہو گیا، کچھ دیر خاموش رہ کر اس نے کہا،

اجلا بھی اب تک نہیں آیا ـــــــ ہم نے اُسے تاکید کر دی تھی کہ جلد از جلد رانا نیتو سنگھ کو اپنے ساتھ لے کر واپس آئے!

رانا نیتو سنگھ!

ہاں ہمت سنگھ ـــــــ بہت جلد ہم بہت بڑا معرکہ شروع کرنے سے پہلے، رانا کی شادی راجکماری سے کر دیں!

مہابلی یہ تو بڑی اچھی تجویز ہے!

ہاں ـــــــ اس ذمہ سے فارغ ہونے کے، ہم یکسوئی اور اطمینان سے دھاوے شروع کر سکیں گے، اور اب یہ سلسلہ اس وقت تک منقطع نہیں ہو گا جب تک ـــــــ!

مغلیہ سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے نہ ہو جائیں،

(مسکراتے ہوئے) نہیں ہم مغلیہ سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے نہیں کرنا چاہتے ہم تو اس پوری سلطنت پر قبضہ کرنا چاہتے ہیں!

بے شک ایسا ہی ہو گا مہابلی ـــــــ!

ضرور ہو گا ـــــــ سیواجی جب کوئی فیصلہ کر لیتا ہے تو وہ ضرور عملی جامہ پہنا کر رہتا ہے۔

بے شک مہابلی ــــــ اب تک تو ایسا ہی ہوتا آیا ہے!

ایسا سردار سانگا نے کہا۔

مغلیہ سلطنت پر قبضہ کرنے کے بعد بڑی آسانی سے باقی مسلم ریاستوں کو خاص طور پر دکن کی مسلم ریاستوں کو ہم اپنا مطیع اور باجگزار بنالیں گے ــــــ!

سیوا جی نے ترچھی نظروں سے سانگا کو دیکھا اور کہنے لگا۔

کیا مطلب ہے تمہارا ــــــ؟

وہ اس نگاہ اور لب لہجہ سے کچھ گھبرا سا گیا، اس نے کہا،

میرا مطلب یہ ہے کہ جب مغلیہ سلطنت پر ہمارا قبضہ ہو جائے گا، جب دہلی کے لال قلعہ پر ہمارا پرچم لہرانے لگے گا، جب آگرہ کا دارالحکومت ہمارے قبضہ میں آجائے گا جب سکندرہ اور فتح پور سیکری ہماری مملکت کے اجزاء ہوں گے، تو ہندوستان کی ریاستیں عام طور پر اور دکن کی اسلامی ریاستیں خاص طور پر ہماری باجگزار اور مطیع و منقاد بن جائیں گی!

سیوا جی ہنس پڑا، اس نے زہر خند کرتے ہوئے پوچھا۔

صرف باجگزار؟ ــــــ صرف مطیع اور منقاد؟

یہ عجیب وغریب سوال سُن کر سانگا سٹ پٹا گیا، اس نے کوئی جواب نہیں دیا، حیرت سے اپنے آقا کی طرف دیکھنے لگا، سیوا جی نے اُسے بتایا۔

ساری ہندو مسلم ریاستیں جن میں دکن کی اسلامی ریاستیں شامل ہیں، ختم ہو جائیں گی!

ختم ہو جائیں گی مہابلی!

ہاں سانگا مسخ ہو جائیں گی! ہم ان کا وجود باقی نہیں رہنے دے گے، سارے ہندوستان میں صرف ایک حکومت ہوگی، اور وہ مرہٹہ حکومت ہوگی، سارے ہندوسان میں صرف ایک فرمانروا ہوگا اور وہ سیوا جی ہوگا، جو سیوا جی مغلیہ حکومت کو مطیع کر سکتا ہے وہ ان ریاستوں کو بھی بہت جلد اور بڑی آسانی سے مطیع کر لے گا ــــــ!

سمجھ گئے تم ــــــــــــ؟

ہمت سنگھ نے خوش ہو کر تالیاں بجاتے ہوئے کہا،

اس دن ہم اطمینان کا سانس لیں گے، وہ دن ہو گا جشن مسرت کا، اس دن ہم حقیقی معنی میں آزاد ہوں گے ــــــــــــ!

لیکن سانگا بیچ میں مداخلت کرتا ہوا بول پڑا!!

لیکن مہابلی ــــــــــــ!

سیوا جی نے اس کی ہمت بندھاتے ہوئے کہا،

کہو سانگا کیا کہنا چاہتے ہو، تم اپنے بھروسہ کے آدمیوں میں ہو، ہم تمہاری بات کی اور رائے کی قدر کرتے ہیں؟

سانگا نے رکتے اور اٹکتے کہا،

لیکن بیجا پور اور حیدر آباد سے تو ہمارے بڑے دیرینہ اور مستحکم روابط ہیں، اور قدیم تعلقات کی بنا پر خود مہابلی بھی ان کا بڑا لحاظ کرتے ہیں، خاص طور پر بیجا پور کا، کہ مہابلی کے والد ساہو جی کی وہیں پرورش ہوئی، وہیں وہ پروان چڑھے، اور وہیں سے انہیں قوت و طاقت حاصل ہوئی ــــــــــــ!

سیوا جی نے گھور کر سانگا کو دیکھا، اور پوچھا،

تو؟ ــــــــــــ پھر کیا کرنا چاہئے ہمیں؟

سانگا نے جواب دیا۔

آپ جو کچھ کریں گے وہی مناسب ہو گا، لیکن میں یہ عرض کرنا چاہتا تھا کہ ہندوستان پر مکمل قبضہ کے بعد کیا بیجا پور اور حیدر آباد کو ہم بالکل ختم کر دیں گے، حالانکہ مغلیہ حکومت کے مقابلہ میں انہوں نے ہمیشہ اور ہر طرح سے ہماری امداد کی ہے اور میرا خیال ہے مونجے امداد مزید کا عہد نامہ کر کے واپس آ جائے گا!

سیوا جی خاموشی سے سانگا کی باتیں سنتا رہا، پھر بہت نرم لہجہ میں گویا ہوا۔

سانگا نے ایک بات بھی نہیں کہی ــــــــــ!

پھر وہ خاموش ہو گیا اور سانگا کی طرف اسکا ردِ عمل معلوم کرنے کیلئے کچھ دیر تک ٹکٹکی لگائے دیکھتا رہا، پھر قدرے وقفہ کے بعد اس نے کہا۔

بیجاپور یا حیدر آباد، یا کوئی اور ریاست، ان میں سے کسی کو بھی باقی رکھنا، ایک مستقل خطرے کو دعوت دینا ہے، بڑے مقصد پر چھوٹا مقصد قربان کیا جا سکتا ہے، اپنی جان بچانے کیلئے دوسرے کی جان لی جا سکتی ہے، اپنے تحفظ کیلئے دوسرے کی تخریب جائز ہے، اپنے مفاد پر اگر دوسرے کے مفاد کو قربان کر دینے کی شکتی (طاقت) کسی میں نہیں ہے، تو وہ سانگا بن سکتا ہے، سیوا جی نہیں ــــــــــ!

شاید سیوا جی ابھی سلسلۂ کلام جاری رکھتا لیکن ہمت سنگھ نے ایک فلک شگاف قہقہہ لگایا اور اسے دیکھ کر دوسرے حاضرین دربار بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکے سب کھلکھلا کر ہنس پڑے اور ان سب کو ہنستا دیکھ کر خود سیوا جی بھی ہنسی روکنے پر قادر نہ ہو سکا اُسے بھی بے ساختہ ہنسی آ گئی اور ہنسی کے شور میں سانگا نہایت آہستگی کے ساتھ دبے پاؤں کمرہ سے باہر نکل گیا، وہ شرمندگی اور ندامت کے باعث پانی پانی ہو رہا تھا ــــــــــ!

سانگا کے جانے کے بعد ہمت سنگھ نے سیوا جی سے کہا،

یہ تو بڑا بزدل نکلا!

سیوا جی نے قبضۂ خنجر پر ہاتھ رکھتے ہوئے جواب دیا۔

میں تو بزدل نہیں ہوں ــــــــــ؟

سب پر سناٹا چھا گیا، پھر کسی کے منہ سے کوئی بات نہ نکل سکی!

* * *

شطرنج کی بازی

اور ہنسی کے اس ہنگامۂ طرب ونشاط میں دفعتہً مونجے اندر داخل ہوا۔

مونجے کو دیکھ کر سب کے لبوں پر مہر سکوت لگ گئی، سب خاموش ہو گئے، سیوا جی نے اُسے دیکھا اور ہاتھ پکڑ کر اپنی طرف گھسیٹا اور گلے سے لگا لیا، پھر کہا،

مونجے تم آ گئے؟

وہ ادب سے سر جھکا کر عرض پیرا ہوا!

مہابلی غلام حاضر ہو گیا۔

سیوا جی نے جذباتی لہجہ میں کہا،

تم نہیں تھے تو ہر چیز بے مزہ اور بے لطف نظر آ رہی تھی ہم تمہیں بہت یاد کر رہے تھے، ابھی ہم ہمت سنگھ سے تشویش اور اضطراب کے عالم میں بھی پوچھ رہے تھے کہ مونجے کہاں رہ گیا، کیوں نہیں آیا؟ اُسے کوئی حادثہ تو نہیں پیش آیا، بھگوان کا شکر ہے کہ تم صحیح سلامت آ گئے!

مونجے نے کچھ فخر، کچھ غرور، کچھ ناز کے ساتھ جواب دیا،

مہابلی کے غلاموں کو بھلا کون ٹیڑھی آنکھ سے دیکھ سکتا ہے؟ انہیں کوئی حادثہ پیش نہیں آ سکتا وہ گھر سے باہر جب قدم نکالتے ہیں تو کامیابی اور کامرانی ان کے جلو میں چلتی ہے۔

سیوا جی کو ان الفاظ میں اُمید کی جھلک نظر آ ئی، اس نے التفات آمیز نظروں سے اپنے اس سردار کو دیکھا اور پوچھا،

تو کیا تم اپنے مقصد میں کامیاب آ ئے ہو؟

مونجے نے سراپا نشاط و انبساط بن کر جواب دیا۔

مہابلی کا غلام کامیاب ہو کر آیا ہے!

سیوا جی نے دریافت کیا۔

کیا عادل شاہ ہماری مدد کو تیار ہے؟

مونجے نے جواب دیا،

صرف عادل نہیں بلکہ قطب شاہ بھی ....!

سیوا جی نے گرم جوشی کے ساتھ مونجے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر دبایا اور کہا،

تم نے بہت بڑا کام کیا .... ہمیں اندیشہ تھا کہ دونوں ہماری مدد کرنے سے انکار کر دینگے!

مونجے نے پوچھا،

مہابلی کو یہ اندیشہ کیوں تھا؟

سیوا جی نے بتایا،

ہمارے مخبر نے اطلاع دی ہے کہ عالمگیر بھی ان دونوں پر ڈورے ڈال رہا ہے، انہیں لالچ دے رہا ہے، اور انہیں آمادہ کر رہا ہے کہ یہ ہمارے راستے میں سنگ گراں بن کر حائل ہو جائیں ....

غلام کو یہ بات نہیں معلوم تھی مہابلی

لیکن ہمیں معلوم ہے .... اور اگر عالمگیر کے کہنے میں یہ دونوں آ جاتے واقعی ہمارے راستے میں سنگ گراں بن کر حائل ہو سکتے تھے۔

ہمت سنگھ نے مداخلت کرتے ہوئے کہا،

اگر ایسا کرتے تو ہم انہیں ریزہ ریزہ کر دیتے!

سیوا جی نے سمجھاتے ہوئے کہا،

یہ تو ٹھیک ہے، لیکن پھر ہماری طاقت منتشر ہو جاتی، ہمیں کئی محاذوں پر لڑنا پڑتا

اور اس سے عالمگیر ضرور فائدہ اُٹھاتا، وہ صرف بادشاہ نہیں ہے، بہت بڑا شاطر بھی ہے ــــــــ؟

مونجے نے خوشی کا جھولا جھولتے ہوئے کہا،

لیکن مہابلی عالمگیر نے منہ کی کھائی، اس کی ایک نہ چلی نہ وہ عادل شاہ کو توڑ سکے نہ قطب شاہ کو، یہ دونوں ہمارے ساتھ ہیں، ہمارا ساتھ دیں گے، ہر طرح سے ہماری مدد کرنے کو تیار ہیں ــــــــ!

(خوش ہو کر) پھر تو تم بہت بڑے جادوگر ہو!

ہمت سنگھ نے مونجے کی تعریف کرتے ہوئے کہا،

مہابلی مونجے آج تک کسی مہم سے ناکام نہیں واپس آیا، یہ میدان جنگ کا مرد نہیں ہے، لیکن شطرنج کھیلنا اُسے بہت اچھی آتی ہے، یہ ہمیشہ شہ مات دیتا ہے اور حریف منہ تکتا رہ جاتا ہے!

سیوا جی نے ایک تنومند قہقہہ لگایا، اور کہا،

تم نے سچ کہا ہمت سنگھ ــــــــ لیکن یہ نہ کہو مونجے میدان جنگ کا سورما نہیں ہے، کئی معرکے اس نے سر کیے ہیں!

ہمت سنگھ نے مسکراتے ہوئے کہا،

لیکن میری مدد سے!

سیوا جی نے پھر ایک قہقہہ لگایا، اور مونجے سے پوچھا،

کیوں مونجے کیا ہمت سنگھ سچ کہہ رہا ہے ــــــــ؟

مونجے نے جواب میں مسکراتے ہوئے کہا،

اگر ہمت سنگھ سچ بول سکتا ہے تو میں یقین کرلوں گا اس وقت دن نہیں رات ہے ــــــــ مہابلی اسے تو سچ سے بیر ہے؟

سیوا جی کو پھر ہنسی آ گئی، کہنے لگا،

بھئی تم دونوں دوست بھی خوب ہو۔ ——— خیر یہ تمہارا آپس کا جھگڑا ہے تم ہی فیصلہ کر لینا ——— !

پھر وہ مونجے سے مخاطب ہوا اور پوچھا،

تو کیا طے کیا تم نے عادل شاہ اور قطب شاہ سے!

مونجے نے اپنی وہ ساری گفتگو دوہرا دی، جو عادل شاہ اور قطب شاہ سے اُس نے کی تھی، وہ باتیں بھی سنا دیں جو قطب شاہ اور عادل شاہ نے اس سے کی تھیں، سیوا جی ان باتوں کو بہت غور اور توجہ سے سنتا رہا، پھر اُس نے پوچھا،

کیا تم معاہدہ کر کے آئے ہو؟

مونجے نے جواب دیا!

ارادہ تو یہی تھا میرا، لیکن عادل شاہ نے مناسب یہ سمجھا کہ تمام اختیارات دے کر ایک سفیر ہمارے ساتھ بھیجے جو قطب شاہ کی نمائندگی بھی کرے گا، اور یہ سفیر مہابلی سے تمام پہلوؤں پر گفتگو کر کے عہد نامہ پر دستخط کر دے گا، سفیر کے پاس والیانِ بیجاپور، اور حیدر آباد سند موجود ہے کہ اس کا منظور کیا ہوا معاہدہ ہمیں تسلیم ہوگا، اور اس کے دستخط ہمارے دستخط سمجھے جائیں گے!

سیوا جی کسی فکر میں گم ہو گیا، پھر اُس نے پوچھا۔

لیکن اس کی کیا ضرورت تھی؟ ہم نے بھی تو تمہیں مکمل اختیارات دے کر بھیجا تھا تم ہی کر لیتے ——— !

ہمت سنگھ نے مونجے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا

بس یہاں تم چوک گئے سردار مونجے جی!

مونجے نے ذرا تیز لہجہ میں جواب دیا۔

اگر تمہارے دماغ میں بھس بھرا ہے تو میرے پاس اس کا کوئی علاج نہیں!

ہمت سنگھ نے حجت اور بحث کرتے ہوئے کہا،

تو کیا میں غلط کہہ رہا ہوں کچھ ــــــــــ؟

مونجے نے اور زیادہ تیز لہجہ میں جواب دیا!

ہاں بالکل ــــــــــ!

سیوا جی بیچ میں بول پڑا ــــــــــ!

مونجے غصہ نہ کرو بات بتاؤ، اس میں کیا مصلحت کیا ہے؟

مونجے نے جواب دیا۔

مہابلی سچ پوچھئے تو میں خود عادل اور قطب شاہ کو اس راستے پر لایا کہ وہ مجھ سے عہد نامہ کرنے کے بجائے اپنا سفیر یہاں بھیجیں اور وہ آپ سے معاہدہ کرے ــــــــــ!

سیوا جی کی تیوری پر بل پڑ گئے، اس نے سوال کیا!

اس میں کیا مصلحت تھی ــــــــــ؟

مونجے نے بغیر کسی جھجک کے کہا،

اس میں بہت بڑی مصلحت ہے مہابلی!

سیوا جی نرم پڑ گیا اس نے ملائم لہجہ میں پوچھا۔

تو وہ مصلحت ہمیں نہیں بتاؤ گے ــــــــــ؟

مونجے نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے کہا،

اگر میں معائدہ کرتا، تو ضرور عادل اور قطب مجھ سے کچھ ایسی باتیں منوا لیتے جو مجموعی حیثیت سے مناسب نہ ہوتیں، اب ان کا سفیر آیا ہے، اور آپ بڑی آسانی سے کچھ مرعوب کر کے کچھ موردِ کرم بنا کے، کچھ التفات کا اظہار کر کے اور کچھ اپنی فوجی قوت کا مظاہرہ کر کے اسے آمادہ کر سکتے ہیں کہ من مانے شرائط پر دستخط کر دے ــــــــــ!

سیوا جی کا چہرہ وفورِ مسرت سے دمک اُٹھا، اس نے کہا

مونجے ہم تمہیں مان گئے ــــــــــ!

ہمت سنگھ نے نعرہ لگایا

ہم بھی ....!

* * *

بیجا پور اور حیدر آباد کا سفیر!

علی زماں خاں، عادل شاہ اور قطب شاہ کا با اختیار سفیر بن کر سیوا جی کے پاس آیا تھا، کئی روز تک مونجے نے اُسے سیوا جی سے ملنے نہیں دیا، وہ بار بار ملاقات کی خواہش کا اظہار کرتا تھا، لیکن مونجے ٹال جاتا تھا، کبھی کہتا، کئی مہماتی فوجیں مختلف مقامات پر بھیجی گئی ہیں، انہیں مختلف قاصدوں کے ہاتھ ضروری ہدایات بھیجنے میں مصروف ہیں، کبھی کہتا آس پاس کی دوسری ریاستوں اور جواڑوں کے نمائندے سیوا جی کی بالادستی تسلیم کرنے کے سلسلے میں آئے ہوئے ہیں اور پہلے سے مقیم ہیں، ان سے معاہدات کے شرائط طے ہو رہے، کبھی کہتا ہمارے سردار سیوا جی کو بھگوان کی طرف سے جو شکتی وقوت اور دبدبہ عطا ہوا ہے اُس نے انہیں بے نیاز اور بے پروا بنا دیا ہے بیٹھے بیٹھے شکار پر جانے کا فیصلہ کر لیا، اب شکار کو گئے ہیں، دیکھئے کب تشریف لاتے ہیں۔

ایک روز مونجے آیا اور اُس نے کہا!

خاں صاحب آیئے آج آپ کو سیر کرا لائیں، راج گڑھ کے قلعہ کی ــــــــــــ جی چاہتا ہے؟

علی زماں خاں بیکار بیٹھے بیٹھے تنگ آ گیا تھا، اس نے سوچا کوئی اور مشغلہ نہیں ہے تو یہی سہی، رضا مند ہو گیا، کہنے لگا۔

چلئے ــــــــ نیکی اور پوچھ پوچھ ــــــــ؟

مونجے علی زماں خاں کو اپنے ساتھ لے کر روانہ ہوا، سب سے پہلے اُس نے اسلحہ خانہ کی سیر کرائی، اس اسلحہ خانے میں سازوسامانِ جنگ کی فراوانی دیکھ کر علی زمان خاں دنگ رہ گیا اُس نے کہا،

سیواجی کو تو ہم ایک طالع آزما شخص سمجھتے تھے، لیکن اس کا یہ ساز و سامان جنگ اور اسلحہ دیکھ کر تو ایسا معلوم ہوتا ہے، وہ ایک مستقل قوت ہے، اور شاید ناقابلِ تسخیر بھی ـــــــ!

مونجے کا مقصد پورا ہو گیا، اس نے یہ نہ تائید کی نہ مخالفت مسکرا کر خاموش ہو رہا علی زماں خاں نے کہا،

یہ اسلحہ تو بڑی سے بڑی فوج کو شکست دینے کیلئے کافی ہیں!

مونجے کے لب ہلے،

اور اس سے کہیں زیادہ اسلحہ اُن مہماتی فوجوں کے ساتھ ہے، جو اس وقت مختلف مقامات پر جنگ و پیکار میں مصروف ہیں!

مونجے آگے بڑھا، علی زماں خاں بھی اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، وہ ایک انبار خانے کے پاس جا کر رُک گیا، علی زماں خاں نے کہا،

یہاں کیا ہے؟

مونجے نے بتایا، یہاں غلہ اور اناج جمع ہے، اگر کوئی فوج پورے سال بھر تک بھی ہمارے قلعہ کا محاصرہ جاری رکھے تو ہمیں باہر سے رسد منگانے کی ضرورت نہیں، نہایت ٹھاٹ سے تمام ضرورتیں اس انبار خانے سے پوری ہو سکتی ہیں ـــــــ!

آیئے دیکھئے ـــــــ!

مونجے علی زماں خاں کو انبار خانے میں لے کر گیا، اور وہاں جا کر واقعی اس کی آنکھیں کھل گئیں، اتنی وافر مقدار میں ضروریاتِ زندگی موجود تھیں کہ مونجے کے دعوے میں علی زمان کو ذرا بھی مبالغہ نہیں آیا، اُس نے کہا:

ہاں واقعی یہ ذخیرہ تو سال سے زیادہ تک کام دے سکتا ہے!

مونجے نے کوئی جواب دیے بغیر پھر آگے بڑھنا شروع کیا، علی زماں خاں اس کے ساتھ ساتھ چل رہا تھا، اب یہ لوگ فوجی بارکوں کے سامنے تھے، یہاں سوار اور پیادے

اپنے جنگی کرتبوں کے مظاہرے کر رہے تھے، اور اتنے حیرت انگیز کہ علی زمان کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں وہ منہ پھاڑے آنکھیں کھولے سراپا حیرت واستعجاب بنا یہ تماشا دیکھ رہا تھا!

ایک سوار گھوڑے پر سوار ہوا، ایڑ لگائی، گھوڑا ہوا سے باتیں کرنے لگا، دوسری طرف سے دوسرا سوار گھوڑے پر سوار ہوا، ایڑ لگائی، اس کا گھوڑا بھی ہوا سے باتیں کرنے لگا جب یہ دونوں گھوڑے آمنے سامنے آئے تو روکے بغیر، پہلا سوار دوسرے گھوڑے پر اور دوسرا سوار پہلے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

حاضرین نے پُر جوش نعروں سے تالیاں بجا بجا کر اس کرتب کی داد دی، علی زماں خاں کے منہ سے بھی بے ساختہ نکل گیا۔

سبحان اللہ ———— !

اتنے میں ایک اور سوار گھوڑے پر سوار ہوا، ایڑ لگا کر اس نے گھوڑے کو دوڑایا، سامنے ایک پا پیادہ آدمی آ رہا تھا، سوار دوڑتے ہوئے گھوڑے سے زمین پر چھلانگ لگا گیا اور وہ پیادہ بجلی کی سی تیزی سے گھوڑے پر سوار ہو گیا۔

پھر شور تحسین وآفرین سے فضا گونج اُٹھی،

علی زماں خاں نے حیرت سے مونجے کو دیکھا اور کہا،

کمال ہے ———— یہ لوگ آدمی نہیں جن معلوم ہوتے ہیں،

سامنے ایک اونچا سا ٹیلہ تھا،

مونجے نے زمان خاں سے کہا،

ادھر دیکھیے ———— !

علی زماں خاں نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو ایک شخص گھوڑے پر سوار ٹیلہ کی طرف بڑھ رہا تھا، بہت جلد وہ ٹیلے پر پہنچ گیا، اور وہاں اُس نے ایک مرتبہ ایڑ لگائی، گھوڑے نے جھرجھری سی لی اور ایک نہ قند میں ٹیلے سے نیچے زمین پر ———— وہیں جہاں مونجے

اور علی زماں خاں کھڑے تھے۔

نہ سوار کو چوٹ آئی، نہ گھوڑا زخمی ہوا!

علی زماں نے مونجے سے کہا،

کیسے کیسے صاحبِ کمال لوگ جمع ہیں سیوا جی کے پاس!

مونجے نے مسکراتے ہوئے کہا!

صاحبِ کمال لوگ تو جنگ و پیکار میں مصروف ہیں، یہ تو وہ لوگ ہیں جو ابھی امتحان میں پورے نہیں اُترے ہیں، صرف مشق کر رہے ہیں، جب امتحان میں پورے اُتریں گے تب باہر معرکے سر کرنے بھیجے جائیں گے!

علی زماں خاں نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموش ہو گیا،

مونجے نے کہا آیئے تشریف لائے!

اب یہ دونوں خزانہ میں پہنچے!

یہ خزانہ تھا______!

سونے اور چاندی، ہیرے اور جواہرات سے بھرپور!

یہ وہ خزانہ تھا جو دوسروں کو لوٹ کر جمع کیا گیا تھا، جو مسافروں سے چھینا گیا تھا جو حاجیوں کے قافلوں سے حاصل کیا گیا تھا، جو نہتے پُر امن اور بغیر جنگ جو شہریوں پر ڈاکے ڈال کر یہاں لایا گیا تھا۔

لیکن علی زماں خاں نے ان باتوں پر غور نہیں کیا، سیم و زر کا یہ انبار دیکھ کر اس کی آنکھیں چکا چوند ہو گئیں، جیسے سورج کو دیکھ کر چمگادڑ کی آنکھ چکا چوند ہونے لگتی ہے اس نے کہا،

یہ تو خزانہ عامرہ ہے، مونجے جی______!

مونجے ہنسنے لگا، اس نے کہا،

میرے دوست، یہ خزانۂ عامرہ کا صرف ایک حصہ ہے، اصل خزانہ تو اس حویلی

میں ہے، جہاں سیواجی مہاراج رہتے ہیں!

علی زماں خاں، بیجاپور اور حیدر آباد کی حکومتوں کا نمائندہ تھا، اس کے علم میں یہ دونوں حکومتیں تھیں ان کے وسائل و ذرائع تھے، ان دونوں میں سے ایک حکومت نے سیواجی کے خاندان کو پالا تھا، پرورش کیا تھا، اس کی حوصلہ افزائی کی تھی، اس نے ترقی کے مواقع دیئے تھے ـــــــــ!

لیکن یہ دونوں حکومتیں مل کر بھی سیواجی کے مقابلہ میں کتنی بے مایہ تھیں، بیجاپور اور حیدر آباد کے فرماں روا اپنی آمدنی عیش و عشرت میں صرف کر رہے تھے، اور سیواجی جو انہی کے روپے پر پلا تھا، آج اپنے علاقہ کا سب سے بڑا آدمی تھا۔

فوجی اعتبار سے بھی اور مالی اعتبار سے بھی ـــــــــ!

مونجے سیر کرا کے علی زماں خاں کو اس کے کمرے میں چھوڑ کر چلا گیا ـــــــــ اور علی زماں خاں کا حال یہ تھا کہ وہ سیواجی کی عظمت، بڑائی، قوت اور فوجی طاقت سے حد درجہ مرعوب اور دہشت زدہ ہو چکا تھا ـــــــــ! یہی مونجے چاہتا تھا!

❁ ❁ ❁ ❁ ❁

ناٹک

دوسرے روز ــــــــــــــ !

علی زماں خاں فجر کی نماز سے فارغ ہوا تھا، کہ مونجے اس کے پاس پہنچ گیا، اس وقت وہ بہت ہشاش بشاش نظر آ رہا تھا، علی زماں خاں نے کہا!

کیا بات ہے دوست آج تو بہت خوش نظر آ رہے ہو؟

مونجے پاس آ کر بیٹھ گیا، اُس نے کہا،

خوش تو اس لئے نظر آ رہا ہوں کہ مسکراتے رہنے اور ہنستے رہنے کی میری عادت ہے ورنہ آج تمہاری وجہ سے مجھے ذلیل اور شرمندہ ہونا پڑا!

علی زماں خاں نے حیرت سے اُسے دیکھا اور پوچھا!

میری وجہ سے تمہیں ذلیل اور شرمندہ ہونا پڑا؟ ــــــــــــ یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟

وہ گویا ہوا، ہاں میرے دوست میں غلط نہیں کہتا، صرف ذلیل اور شرمندہ ہی نہیں ہونا پڑا، بلکہ بھرے دربار میں رسوا بھی ہونا پڑا،

لیکن کیوں؟ ــــــــــــ میرا کیا تعلق ہو سکتا ہے اس حادثہ سے؟

تمہارا ہی تو سارا تعلق ہے ــــــــــــ بی جمالو!

یہ کہہ کر مونجے کھلکھلا کر ہنس پڑا، علی زماں خاں کو یہ بے موقع ہنسی پسند نہ آئی اس نے ذرا چڑتے ہوئے کہا،

بی جمالو ــــــــــــ گویا یہ سب میرا کیا دھرا ہے؟

مونجے نے کہا، صرف تمہارا، کہو تو تفصیل پیش کر دوں۔

ہاں بتاؤ میں سننا چاہتا ہوں!

ہمارے مہاراج سیواجی صبح صبح ٹہلنے کے عادی ہیں میں بھی ساتھ ہو لیتا ہوں!

بہت اچھا کرتے ہو

راستے بھر مہاراج کچھ سوچتے رہے!۔۔۔۔۔۔جی چاہا پوچھوں کیا بات ہے؟ کیا فکر ہے، مگر ہمت نہیں پڑی!

ہمت کیوں نہیں پڑی؟ تم تو ان کے بڑے منہ چڑھے مصاحب ہو؟

ہوں تو!۔۔۔۔۔۔لیکن ان کے مزاج کا کچھ ٹھیک نہیں ذرا سی بات پر خوش ہو جائیں تو مالا مال اور نہال کر دیں، ذرا سی بات پر خفا ہو جائیں تو پھر پھانسی کی سزا بھی کم ہے؟

واقعی؟۔۔۔۔۔۔سچ کہہ رہے ہو تم؟

یہ لو جیسے تم کچھ جانتے ہی نہیں، اب اتنا تو نہ بنو۔

لیکن میں کیا جانوں؟

جس طرح میں ایک مہاراج ادھیراج کا مصاحب اور ندیم ہوں، کیا اسی طرح تم بھی ایک بادشاہ عالی جاہ کے مصاحب اور ندیم نہیں ہو؟

ہاں کیوں نہیں ہوں؟

پھر تم نے اپنے بادشاہ کو کیسا پایا؟ میرے بھائی بادشاہوں کی قوم ایسی ہی ہوتی ہے، اس میں ہندو مسلمان کی تفریق نہیں!

علی زماں خاں ہنسنے لگا، اس نے کہا،

کہتے تو ٹھیک ہو، واقعی ہمارے بادشاہ سلامت کا یہی حال ہے، پھانسی کے ملزم کو وزیر بنا دیں اور وزیر کو پھانسی کے تختہ پر چڑھا دیں۔

پھر خود ہی سمجھ لو!

وہ تو سمجھ لیا، لیکن بات کیا ہوئی یہ بھی تو معلوم ہونا چاہیے میرے بھائی،

بات بہت معمولی تھی!

پھر بھی کیا تھی ــــــــ!

سیر سپاٹے کے بعد مہاراج دربار خاص کرتے ہیں، اس موقعہ پر دوسری ریاستوں کے سفیر اور نمائندے بھی حاضر ہوتے ہیں، امراء دربار بھی اور فوج کے افسر اور سالار بھی!

ہاں ٹھیک ہے ــــــــ ہمارے بادشاہ سلامت کا بھی یہی معمول ہے ــــــــ! خیر تو پھر کیا ہوا؟

مہاراج نے دزبار خاص میں قدم رنجہ فرمایا، تیوری چڑھی ہوئی تھی، سب دم بخود بیٹھے تھے کسی میں یارانہ تھا کہ پوچھے کیا بات ہے؟

تم ہی پوچھ لیتے ــــــــ!

یہی تو حماقت ہوئی ــــــــ میں نے پوچھا آج مہاراج کچھ افسردہ اور دلگیر سے نظر آتے ہیں، بس یہ پوچھنا تھا کہ غضب ہو گیا قیامت آ گئی ــــــــ!

کیا ہوا ــــــــ؟

مہاراج نے پوچھا، بیجاپور اور حیدرآباد کا سفیر کہاں ہے؟ میں نے عرض کیا شاہی مہمان خانے میں مقیم ہے!

پھر ــــــــ

پھر پوچھا، ہماری خدمت میں کیوں نہیں پیش کیا گیا اب تک ــــــــ؟

میں نے عرض کیا،

اس سے پہلے دوسرے جواڑوں اور ریاستوں کے نمائندے اور سفیر آئے ہوئے تھے، دربار کا قاعدہ یہ ہے کہ جو جس ترتیب سے آتا ہے اس ترتیب سے پیش کیا جاتا ہے ابھی اس کی باری نہیں آئی!

مہاراج نے خونخوار نظروں سے میری طرف دیکھا، اور پوچھا،

کب آئے گی اس کی باری ______؟

میں نے دست بستہ عرض کیا،

ابھی دس پندرہ روز لگیں گے کیونکہ ______!

مہاراجہ نے قطع کلام کرتے ہوئے فرمایا،

کیونکہ ابھی دوسرے نمائندے اور سفیر جو پہلے سے آئے ہوئے ہیں ہماری خدمت میں پیش کئے جائیں گے، جب ان کی باریابیوں کا سلسلہ ختم ہو جائے تب بیجاپور اور حیدرآباد کے سفیر کی باری آئے گی؟

میں نے بے ساختہ عرض کیا،

جی ہاں ______

میرا یہ کہنا تھا کہ قیامت آ گئی، مہاراج کا جلال دفعتہً عروج پر پہنچ گیا،

کیوں اس میں غصہ کی کیا بات تھی؟

وہی تو نکل آئی!

کیا ہوا آخر؟

مہاراج نے پیکر آتش بن کر فرمایا:

نمک حرام، بدمعاش، غدار ______!

یہ سن کر میرا تن بدن لرزنے لگا، میں نے سمجھ لیا کہ اب گردن سلامت نہیں رہ سکتی، کچھ اور تو نہ کر سکا بے تحاشہ مہاراجہ کے قدموں پر گر پڑا، لیکن انہوں نے ایک ٹھوکر لگا، میرا سر پرے کر دیا ______!

اتنے خفا تھے؟

ہاں بھئی، ______!

لیکن کچھ وجہ بھی تو بتائی ہو گی؟

کہنے لگے، تو نہیں جانتا عادل شاہ ہمارا آقا ہے، قطب شاہ کے سامنے ہم گردن

جھکاتے ہیں، ہمارا یہ سارا دبدبہ یہ ساری قوت، یہ سارا جاہ وحشم رہینِ منت ہے اسی دربار کا ——!

یہ کہہ کر مہاراج ذرا کے ذرا رکے پھر فرمایا،

بیجاپور کا سفیر آئے اور اُسے انتظار میں رکھا جائے؟ کیا اس سے بڑھ کر بھی کوئی توہین کسی غلام کی طرف سے کسی آقا کو ہو سکتی ہے؟ —— تو نے فوراً ہی اُسے ہمارے سامنے کیوں نہیں پیش کیا؟

میں پھر قدموں پر گر پڑا میں نے عرض کیا۔

غلطی ہو گئی... ——!

مہاراج کا غصہ میرے بار بار قدموں پر گرنے سے کچھ کم ہوا، کہنے لگے،

اب غلطی کی تلافی صرف اس طرح ہو سکتی ہے کہ بیجاپور کا سفیر، ہماری خدمت میں نہ پیش کیا جائے ——!

میں نے ڈرتے ڈرتے عرض کیا،

تو کیا اُسے واپس کر دوں مہاراج؟

مہاراج ایک مرتبہ پھر بادل کی طرح گرجے، کہنے لگے،

احمق ——!

میں پھر کانپ کر خاموش ہو گیا، اس کے بعد فرمایا،

ہم خود اس کے پاس جائیں گے، اور معذرت کریں گے ——

لو دوست اب مہاراج ادھیراج خود تمہارے پاس آئیں گے، تھوڑی دیر میں، یہ وہ اعزاز ہے جو آج تک کسی کو نہیں حاصل ہوا، مبارک —— میں یہی اطلاع دینے آیا تھا، اب چلتا ہوں، کہیں میرے سامنے نہ آجائیں جو پھر شامت آجائے کسی بات پر میری!

❖ ❖ ❖ ❖ ❖

دلاور سنگھ اور علی زماں خاں

مونجے کو گئے بڑی مشکل سے آدھا گھنٹہ گزرا ہوگا کہ دلاور سنگھ جو سیواجی کا وزیر دربار تھا علی زماں خاں کے پاس آیا، بہت گھبرایا ہوا اور بہت متوحش،

دلاور سنگھ نے علی زماں خاں سے کہا،

تیار ہو جایئے ______!

علی زماں خاں نے سوال کیا،

کس کام کیلئے تیار ہو جاؤں ______؟

دلاور سنگھ نے بتایا،

مہاراج ادھیراج بہ نفسِ نفیس آپ کی ملاقت کو تشریف لا رہے ہیں!

علی زماں خاں نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ دلاور سنگھ نے مزید کہا،

آپ کو اپنی خوش بختی پر نازاں ہونا چاہئے کہ مہاراج آپ کو شرفِ باریابی بخشنے کے بجائے خود بہ نفسِ نفیس تشریف لا رہے ہیں!

اتنے دنوں راج گڑھ میں رہنے کے بعد، علی زماں خاں سیواجی اور اس کے قدم وحشم سے بہت زیادہ مرعوب ہوگیا، واقعی اپنی اس خوش بختی پر وہ فخر و ناز محسوس کرنے لگا، اس نے کہا۔

اس سے بڑھ کر میرا اعزاز کیا ہوسکتا ہے کہ مہاراج میری قیام گاہ پر تشریف لا رہے ہیں ______!

دلاور سنگھ نے کہا۔

ہاں اور میں آپ کو اس فخر پر مبارک باد دیتا ہوں!

علی زماں خاں نے کہا۔

میرا شکریہ قبول فرمائیے ــــــــ یہ رسمی شکریہ نہیں ہے، یہ میرے دل کی آواز ہے ــــــــ!

دلاور سنگھ نے علی زماں خاں کو گلے سے لگا لیا، اس کی پگڑی اُتار کر اپنے سر پر رکھ لی اور اپنی پگڑی اس کے سر پر رکھ دی اور کہا۔

آج سے ہم دونوں پگڑی بدل بھائی بن گئے ــــــــ

تاثر اور جذبات سے بھرپور ہو کر علی زماں خاں نے جواب دیا۔

کس منہ سے شکر کیجیے اس لطفِ خاص کا ــــــــ! اتنی بڑی حکومت اتنا بڑا بادشاہ، اتنا بڑا اس کا وزیر، ان سب کی طرف سے ایک حقیر اور بے مایہ شخص کی یہ عزت افزائی، الفاظ نہیں ملتے کہ شکر و سپاس کے جذبات کا اظہار کرسکوں ــــــــ!

دلاور سنگھ نے کہا،

نہ شکر کی ضرورت ہے نہ سپاس کی، حکومت کی دنیا میں یہ الفاظ بے معنی ہیں، بیجا پور حیدر آباد اور پونہ درحقیقت ایک ہی ہیں ــــــــ!

بے شک بے شک،

پھر دلاور سنگھ، اور علی زماں خاں دو کیسے ہو گئے؟

یہ بھی سچ ہے میرے بھائی؟

دلاور سنگھ نے کہا،

لیکن مہاراج کے سامنے آپ کو اپنے درباری لباس میں پیش ہونا چاہیے!

علی زماں نے جواب دیا،

ہاں بے شک ــــــــ میں ابھی تیار ہو کر آتا ہوں!

دلاور سنگھ وہیں بیٹھ گیا، اس نے کہا،

جائیے لباس بدل کر تشریف لائیے میں یہاں بیٹھا آپ کا انتظار کر رہا ہوں!

ذرا دیر میں علی زماں خاں اپنے مخصوص درباری لباس میں آراستہ پیراستہ ہو کر آ گیا!

دلاور سنگھ نے اس پر ایک نظر ڈالی اور مسکراتے ہوئے کہا!

آپ خود بھی ایک بادشاہ سے کم نظر نہیں آتے!

علی زماں خاں ہنسنے لگا اس نے کہا،

بنا لیجئے خوب جی بھر کے!

دلاور سنگھ کی نظر دفعتہً علی زماں خاں کے ان ہتھیاروں پر گئی جو زیب بدن تھے تلوار، خنجر، کٹار وغیرہ،

کچھ دیر تک وہ ٹکٹکی لگائے علی زماں خاں کو دیکھتا رہا پھر کہنے لگا،

اگر آپ بُرا نہ مانیں تو ایک بات عرض کروں؟

علی زماں خاں نے تیوری پر بل ڈال کر کہا،

کیا دو مخلص دوستوں کے درمیان جو پگڑی بدل بھائی بھی بن چکے ہوں ایسی بات بھی ہو سکتی ہے جو بُری لگ سکتی ہو؟

دلاور سنگھ ہنسنے لگا اُس نے کہا،

مجھے آپ سے اسی جواب کی توقع تھی ــــــــــ!

پھر اُس نے ذرا سنجیدہ لہجہ میں کہا!

مہاراج کے سامنے ہتھیار بند ہو کر پیش ہونا آداب دربار کے خلاف ہے، آپ مجھ سے زیادہ جانتے ہیں کہ بادشاہوں کے سامنے کوئی شخص بھی، خواہ کتنا ہی بڑا، کتنا ہی قابلِ اعتماد اور کتنا ہی معزز محترم کیوں نہ ہو ہتھیار باندھ کر نہیں آ سکتا، پھر آپ کے بدن پر شمشہ، کٹار اور خنجر میں کیوں دیکھ رہا ہوں!

بات معقول تھی شاہان بیجاپور اور حیدر آباد کے ہاں بھی یہی دستور تھا ان کے سامنے کوئی شخص مسلح ہو کر حاضر نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ کچھ شرمندہ سا ہو گیا اُس نے کہا،

آپ نے بالکل درست فرمایا، نہ جانے کیوں اتنی اہم بات میری سمجھ میں نہیں آئی، میں ان ہتھیاروں کو ابھی اُتارے آتا ہوں۔

دلاور سنگھ نے ہنستے ہوئے کہا!

ضرور، ضرور ——— آپ کی معاملہ فہمی اور تدبر سے مجھے توقع ہی اسی جواب کی تھی!

علی زماں خاں پھر ساتھ کے دوسرے کمرے میں چلا گیا، اور ذرا دیر میں تمام ہتھیار اتار کر آ موجود ہوا، اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

اب تو کوئی اعتراض نہیں ہے آپ کو؟

دلاور سنگھ نے جواب دیا،

اعتراض تو جب بھی نہیں تھا، ایک بات میرے ذہن میں آئی میں نے عرض کر دی ورنہ میرا خیال ہے کہ اگر مہاراج بھی آپ کو اس حالت میں دیکھ لیتے تو کوئی اعتراض نہ کرتے ویسے آدابِ دربار کی پابندی میں وہ بہت سخت ہیں کوئی بڑے سے بڑا جواڑے یا ریاست کا سفیر بھی ان کی خدمت میں مسلح ہو کر حاضر نہیں ہو سکتا، لیکن آپ کی بات ہی دوسری ہے، آپ کو انہوں نے شرفِ باریابی نہیں بلکہ، خود تشریف لا رہے ہیں آپ کے پاس؟

علی زماں خاں نے سراپا جذبات و تاثرات بن کر عرض کیا۔

بے شک یہ اتنا بڑا اعزاز ہے جس پر میں زندگی بھر فخر کروں گا یہ ایسا نقش ہے جو کبھی میرے دل سے محو نہیں ہو گا!

دلاور سنگھ نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا،

بات یہ ہے کہ ہمارے مہاراج بیجاپور اور حیدر آباد کے بادشاہوں کو اب تک اپنا آقا، مربی اور سرپرست سمجھتے ہیں، وہ عالمگیر جیسے شہنشاہ اعظم سے برسرِ پیکار ہیں، وہ مغلیہ حکومت کی فوج سے ٹکر لے رہے ہیں، وہ دنیا کی بہت بڑی حکومت کے مقابلہ میں صف

آ راء ہیں لیکن عادل شاہ کے سامنے نظر اُٹھا کر بات نہیں کر سکتے، قطب شاہ کے سامنے ان کی گھگھی بندھ جاتی ہے، وہ بہت بڑے سپاہی، تیغ زن اور جنگ جو ہیں، لیکن ساتھ ہی ساتھ بے انتہا شریف، عالی ظرف، احسان شناس اور حقیقت نگر بھی ہیں، یہی وجہ ہے کہ ساری دنیا ان سے کانپتی ہے اور وہ شاہانِ بیجا پور اور حیدر آباد کا ایک باج گذار اور ماتحت اپنے آپ کو سمجھتے ہیں، حالانکہ آپ خود جانتے ہیں کہ ان دونوں حکومتوں کی ان کے سامنے کیا حقیقت ہے ـــــــــــ ؟

یہ آخری جملہ علی زماں خاں کو پسند نہیں آیا، لیکن وہ خود بھی اپنے دل میں یہی سب کچھ سوچ رہا تھا جو دلاور سنگھ نے کہا تھا، اس لئے نہ صرف یہ کہ وہ مخالفت میں کچھ نہ کہہ سکا، بلکہ یہ کہنے پر مجبور ہو گیا۔

بے شک آپ صحیح فرماتے ہیں، امر واقعہ یہی ہے ـــــــــــ !

کہنے کو تو علی زماں خاں نے یہ کہہ دیا اور دلاور سنگھ کی تائید کر دی، لیکن اس کا دل بُری طرح خفقان اور خلجان میں مبتلا تھا،

چلتے وقت یعنی جب وہ بیجا پور سے روانہ ہوا ہے، اس کے خیالات و تاثرات دوسرے تھے، اور اب دوسرے تھے، پہلے وہ اپنے شرائط منوانے آیا تھا، اور اب احساس کمتری میں اپنے آپ کو مبتلا پا رہا تھا، شرائط منوانے کا اب کوئی سوال نہیں تھا، اب تو سرِ اطاعت جھکانا تھا۔

یہ ایسا عجیب انقلاب تھا جس کیلئے وہ قطعاً تیار نہ تھا، کبھی ان باتوں کا تصور بھی نہیں کر سکتا تھا جو دلاور سنگھ نے کی تھیں، لیکن یہ انقلاب اتنا فوری اور ہنگامی تھا کہ اس سے مقابلہ کرنے کی اس میں ذرا سکت نہیں رہ گئی تھی!

پھر؟ ـــــــــــ چیست یارانِ طریقت بعد ازیں تدبیر ما؟

* * *

سیواجی اور علی زماں خاں!

علی زماں خاں اور دلاور سنگھ میں باتیں ہو رہی تھیں کہ باہر کچھ ہلچل سی محسوس ہوئی،

دلاور سنگھ گھبراہٹ کے عالم میں اُٹھ کھڑا ہوا، اس نے کہا،

مہاراج ادھیراج کی سواری آ رہی ہے!

یہ سُن کر علی زماں خاں کے ہاتھ پاؤں پھول گئے!

راج گڑھ کے چند روزہ قیام میں سیواجی کا دبدبہ اور طنطنہ دیکھ کر وہ حد سے زیادہ مرعوب اور دہشت زدہ ہو گیا تھا، وہ عادل شاہ کا حقیقی نمک خوار تھا، لیکن اس کے دل میں عادل شاہ کی بھی وہ عظمت نہیں تھی جو سیواجی کی پیدا ہو گئی تھی!

دلاور سنگھ کے منہ سے یہ سُن کر کہ مہاراج ادھیراج کی سواری آ رہی ہے وہ ہکا بکا ہو کر اُسے دیکھنے لگا، اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کہے؟ کیا جواب دے؟ کیا کرے؟

دلاور سنگھ نے اس کی کیفیت تاڑ لی، اُس نے کہا۔

آؤ باہر آؤ ——————!

علی زماں خاں دلاور سنگھ کے ساتھ باہر نکلا سیواجی ایک خوبصورت گھوڑے پر سوار اپنے باڈی گارڈ کی معیت میں اسی طرف آ رہا تھا!

سیواجی کو دیکھتے ہی دلاور سنگھ سجدے میں گر پڑا،

علی زماں خاں میں ابھی کچھ اسلامی حمیت باقی تھی، وہ سر بسجود تو نہیں ہوا، لیکن رکوع کی کیفیت ضرور طاری ہو گئی اس پر سیواجی مسکراتا ہوا گھوڑے سے اُترا، اُس نے التفات اور نرمی کے ساتھ علی زماں خاں کی طرف دیکھا اور کہا،

تم ہو شہنشاہ بیجا پور، اور بادشاہ حیدر آباد کے سفیر علی زماں خاں!

علی زماں خاں نے آداب اور کورنش بجالاتے ہوئے کہا۔

یہ اعزاز غلام کو حاصل ہے!

اتنے عرصے میں سیوا جی گھوڑے سے اُتر چکا تھا، وہ آہستہ آہستہ قدم رکھتا، اسی کمرے کی طرف بڑھا، جو علی زماں کی قیام گاہ کا کام دے رہا تھا، یہاں اس کے لئے پہلے سے ایک طلائی کرسی لا کر رکھ دی گئی تھی، وہ شانِ کبریائی کے ساتھ اس پر متمکن ہو گیا، دلاور سنگھ، دوسرے ساتھی اور علی زماں خاں ہاتھ باندھے سر جھکائے ادب سے خاموش کھڑے ہو گئے ـــــــ!

سیوا جی نے علی زماں خاں سے کہا۔

تم کھڑے کیوں ہو، آؤ ہمارے پاس بیٹھو!

پاس ہی ایک اور نقرئی کرسی رکھی ہوئی تھی، علی زماں خاں نے آ کر پہلے مرتبہ ادب سے سیوا جی کے سامنے سر جھکایا، پھر اس کرسی پر بیٹھ گیا ـــــــ؟

سیوا جی نے کہا،

سلطان ذی شان عادل شاہ اور بادشاہ عالی جاہ قطب شاہ کیا حال ہے؟

علی زماں خاں نے دست بستہ عرض کیا،

بخیریت ہیں، اور حضور والا کی کامیابی کیلئے دُعا گو ہیں!

سیوا جی کا چہرہ کھل اُٹھا،

سب سے پہلے ہم معذرت کرتے ہیں کہ مونجے کی حماقت کے باعث تمہیں خواہ مخواہ اتنے دن یہاں انتظار کی زحمت برداشت کرنی پڑی۔

علی زماں خاں نے اسی طرح دست بستہ عرض کیا،

ایسا نہ کہئے حضور والا، ـــــــ راج گڑھ کے چند روزہ قیام میں سرکار والا تباء کی سطوت و شوکت، دبدبہ و طنطنہ، اور جاہ و تحمل کے جو مناظر اخادم نے دیکھ لئے ہیں وہ

اس کیلئے بڑی قیمتی اور ناقابلِ فراموش ہیں، اسی کو کہتے ہیں۔

دیر آید درست آید ــــــــــــ!

سیوا جی کھلکھلا کر ہنس پڑا اُس نے کہا،

تمہاری اس حاضر جوابی، نکتہ سنجی اور برجستہ گوئی سے ہم خوش ہوئے، تم بہت قابلِ قدر آدمی معلوم ہوتے ہو، کاش ہم تمہیں اپنا سکتے ہمیں ایک تم جیسے آدمی کی سخت اور شدید ضرورت ہے۔

سیوا جی کے یہ الفاظ علی زماں خاں کیلئے حیاتِ نو کے پیامبر ثابت ہوئے، اس پر اہتزاز اور نشاط کی کیفیت طاری ہوگئی، وفورِ مسّرت سے وہ بے خود ہوگیا۔

غلام کیلئے اس سے بڑھ کر خوشی کی بات کیا ہوسکتی ہے کہ وہ سرکار والا تبار کے قدموں پر اپنی زندگی کے باقی دن گذار دے!

سیوا جی خوش ہوگیا، اس نے کہا،

تم سچ کہتے ہو علی زماں خاں ــــــــــــ؟

علی زماں خاں نے سراپا عبودیت بن کر جواب دیا۔

غلام اس خوش بختی پر نازاں رہے گا۔

سیوا جی نے کہا،

تو پھر یہاں سے واپس جانے کے بعد یعنی کار سفارت ختم کرنے کے بعد تم پھر یہاں واپس آجاؤ، ہمارا وزیر دربار دلاور سنگھ ہے، لیکن ہم اس کی کارگذاری سے مطمئن نہیں ہیں، وہ سپاہی ہے، مردِ میدان وہ درباری آداب و رسوم کی صحیح طور پر برت نہیں سکتا، تم یہ ذمہ داری قبول کر لینا دلاور سنگھ سالار فوج بن جائے گا، جو اس کا اصل مقام ہے ــــــــــــ!

علی زماں خاں نے جواب میں عرض کیا،

غلام بسر و چشم ارشادِ عالی کی تعمیل کرلے گا!

لیکن اگر دربار بیجاپور نے تمہیں اجازت نہ دی ـــــ؟

تو بھی غلام چلا آئے گا ـــــ!

ہاں ضرور آؤ لیکن ہم نہیں چاہتے کہ بیجاپور سے ہمارے تعلقات کشیدہ ہوں، لہٰذا وہاں سے رخصت ہونے اور یہاں آنے کی تمہیں کوئی تدبیر کرنا پڑے گی۔

غلام یہ کام کرلے گا!

(خوش ہوکر) پھر تم دیکھو گے تمہاری یہاں کیسی قدر منزلت ہوتی ہے!

غلام کو یہی اُمید ہے سرکار والا!

ہمیں اچھے آدمیوں کی جستجو رہتی ہے، ہمیں قابل، مدبر اور موقعہ شناس لوگوں کی ضرورت ہے، ان پر ہم پانی کی طرح روپیہ بہانے کو تیار ہیں، انہیں ہم ہر طرح سے کوشش کرتے ہیں، تم میں وہ چیز ہمیں نظر آرہی ہے، جس کے ہم جویا تھے، ایسا معلوم ہوتا ہے تمہیں دیکھتے ہی ہم نے وہ چیز پالی، جس کی ہمیں جستجو تھی!

سیوا جی کے یہ الفاظ شیر و شہد سے زیادہ شریں اور خوش آئند علی زماں خاں کو نظر آرہے تھے۔

بیجاپور اور حیدرآباد میں اُسے زوال کے آثار نظر آرہے تھے، اور راج گڑھ میں اُسے ایک نئی زندگی اُبھرتی نظر آرہی تھی، وہ زوال کا ساتھ دینا نہیں چاہتا تھا، عروج کے دامن سے وابستہ ہوجانا چاہتا تھا۔

سیوا جی کے ان الفاظ کے جواب میں اُس نے کہا،

غلام خود بھی جب سے یہاں آیا ہے، کچھ ایسا ہی محسوس کررہا ہے ـــــ!

سیوا جی نے علی زماں خاں پر ایک وزدیدہ نظر ڈالی اور کہا،

ہمیں خوشی ہے کہ تم ہم سے اور ہمارے خیالات سے متفق ہو، ہمیں یقین کامل ہے کہ تم یہاں رہ کر زیادہ ترقی کر سکتے ہو، زیادہ عروج فروغ حاصل کر سکتے ہو ـــــ! بتاؤ تم نے یہاں کی سیر کرلی؟

کرلی آقائے ولی نعمت ـــــــــ!

کیا کیا دیکھا ـــــــــ؟

سب کچھ، ہر چیز ـــــــــ؟

مثلاً ـــــــــ!

غلام نے سرکار والا تبار کا اسلحہ خانہ دیکھا ـــــــــ!

اسلحہ خانہ بھی دیکھ لیا تم نے؟ تم نے دیکھا تو ہم خوش ہوئے، لیکن اصولاً ہم اسے پسند نہیں کرتے کہ ہماری جنگی تیاریاں اور فوجی قوت کا کسی اجنبی شخص کو اندازہ ہو سکے، خیر ـــــــــ بتاؤ کیسا پایا تم نے اسے؟

لاجواب بے مثل ـــــــــ یہ اسلحہ خانہ تو بڑی سے بڑی فوج کا صفایا کر دینے کیلئے کافی ہے۔

اور کیا کیا دیکھا ـــــــــ؟

انبار خانہ بھی دیکھا ـــــــــ؟

انبار خانہ بھی دیکھا آقائے ولی نعمت اس غلام نے ـــــــــ!

کیا خیال ہے تمہارا اس کے بارے میں ـــــــــ؟

غلام کا خیال یہ ہے کہ اگر کوئی دشمن راج گڑھ کا محاصرہ کر لے، اور یہ محاصرہ کامل ایک سال تک جاری رہے، اور باہر سے ذرا بھی رسد قلعہ میں نہ پہنچ سکے تو بھی کوئی تکلیف اہلیان قلعہ نہیں محسوس کر سکتے!

تم نے ہماری فوج دیکھی؟

دیکھ لی آقائے ولی نعمت ـــــــــ!

کیا دیکھا ـــــــــ؟

ایسے سوار جو دنیا میں اپنی نظیر نہیں رکھتے، ایسے پیادے جو اپنا جواب آپ ہیں ـــــــــ!

(ہنستے ہوئے) تم نے ہماری ہر کمزوری دیکھ لی ــــــــــ! اچھا اب ہمیں کام کی باتیں کرنی چاہئیں،

* * *

قدرت کے کھیل

سیواجی نے علی زماں خاں پر ایک نظر ڈالی اور کہا،

علی زماں خاں ——————!

علی زماں خاں کرسی پر اچھل پڑا، پھر کھڑا ہو گیا، اور دست بستہ عرض کیا،

آقائے ولی نعمت!

ہم نے ایک بہت بڑا معرکہ سر کرنے کا فیصلہ کیا ہے، ہم چاہتے ہیں کہ مغلیہ حکومت کا خاتمہ کر دیں، یہ حکومت اس قابل نہیں ہے کہ اس کو زندہ رہنے دیا جائے۔ غیر ملکی ہے، یہ اب تک اپنے آپ کو رعایا سے بالا سمجھتی ہے، اس کی ہوس ملک گیری کی کوئی انتہا نہیں ہے ——————!

بجا ارشاد ہوا ——————!

یہ ظالم ہے ——————!

درست آقائے ولی نعمت ——————!

یہ سفاک ہے ——————!

بجا درست ——————!

یہ درندہ صفت ہے ——————!

اس حقیقت سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا!

لہٰذا ہم اسے ختم کر کے دم لیں گے، اس کی بنیاد مٹا دیں گے!

سارے ہندوستان میں اگر یہ کام کوئی کر سکتا ہے، تو صرف آپ کسی دوسرے میں نہ یہ ہمت ہے، نہ طاقت، نہ ولولہ!

تمہارے اس جواب سے ہم خوش ہوئے!

بندہ پروری ہے آقائے ولی نعمت کی ——— !

ہم یہ کام تنِ تنہا کر سکتے ہیں، بغیر کسی کے تعاون اور امداد کے!

بے شک کر سکتے ہیں ——— ! یہاں کے چند روزہ دورانِ قیام میں غلام نے اچھی طرح اندازہ کر لیا کہ آپ تن تنہا بھی یہ کارنامہ انجام دے سکتے ہیں!

لیکن ہم چاہتے ہیں کہ کم از کم حیدر آباد اور بیجا پور کا تعاون اور امداد ہمیں حاصل ہو؟

وہ ضرور حاصل ہوگا ——— !

ہم چاہتے ہیں کے پھل اکیلے ہم نہ کھائیں، بیجا پور اور حیدر آباد کو بھی اس میں سے حصہ ملے!

یہ عالی ظرفی اور وسعتِ قلب کی انتہا ہے ——— !

بتاؤ بیجا پور، اور حیدر آباد ہماری کس طرح مدد کریں گے؟ ان کے تعاون کی کیا صورت ہوگی ——— ؟

جو سرکار چاہیں ——— !

پھر بھی تم کیا تجویز لے کر آئے ہو، ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں؟

بیجا پور اور حیدر آباد کی خواہش یہ ہے کہ ثمرات فتح میں انہیں بھی پورا پورا حصہ ملے ——— !

ملے گا، ضرور ملے گا، اگر یہ دونوں حکومتیں ہم سے تعاون نہ کریں، ہماری مدد نہ کریں تو بھی ملے گا ——— !

تو بھی ملے گا ——— ؟

ہاں ——— !

لیکن علام کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی!

یہ بات ہر شخص نہیں سمجھ سکتا ________ !

کیا غلام بھی اس عزت سے محروم رہے گا۔

بات یہ ہے علی زماں خاں کہ بیجاپور کے ہم پر، ہمارے آبا و اجداد پر، ہمارے خاندان پر احسانات ہیں، ہم کسی حالت میں ان احسانات کو فراموش نہیں کر سکتے ہم شکست کھا جائیں تو یہ دوسری بات ہے ________ !

لیکن ایسا کبھی نہیں ہو سکتا کہ آپ شکست کھائیں ________ !

لیکن اگر ہمیں فتح ہوئی ________ !

تو اس صورت میں جو کچھ ہمارا ہے، وہ درحقیقت ہمارا نہیں بیجاپور کا ہے ________ !

سبحان اللہ

اگر آج بیجاپور پر کوئی حملہ کر دے تو ہم مغلیہ حکومت سے اپنی جنگ ملتوی کر دیں گے، اور اپنی ساری فوجی قوت بیجاپور کے حفظ و دفاع میں صرف کر دینگے ________ !

جزاک اللہ ________ !

لیکن علی زماں خاں تم جانتے ہو، جنگ شطرنج کی بازی نہیں ہے !

بے شک بے شک ________ !

جنگ کیلئے آگے بھی دیکھنا پڑتا ہے، اور پیچھے بھی !

بجا ارشاد ہوا ________ !

جنگ تنِ تنہا بھی لڑی جاتی ہے اور دوسروں کے اشتراک و تعاون سے بھی !

درست، بجا ________ !

اگر یہ جنگ ہمیں اشتراک اور تعاون کے ساتھ لڑنی ہے تو ایک بات کا فیصلہ ہو جانا ضروری اور بسا ضروری ہے !

وہ کون سی بات ہے سرکار والا جاہ۔

وہ بات یہ ہے کہ یہ جنگ کون لڑے گا؟ اس جنگ کی کمان کس کے ہاتھ میں

ہوگی؟ اس جنگ کو کامیابی کے ساتھ اختتام تک پہنچانا کس کی ذمہ داری میں ہوگا؟

کیا اس سوال کے جواب میں دو باتیں بھی کہی جا سکتی ہیں؟

کیا مطلب ہے تمہارا علی زماں خاں؟

غلام کا مطلب یہ ہے کہ یہ جنگ صرف آپ لڑ سکتے ہیں، آپ ہی لڑ رہے ہیں آپ ہی اسے انجام تک پہنچائیں گے ______!

واقعی تمہارا یہ خیال ہے؟ ______؟

بے شک آقائے ولی نعمت ______!

تو تم ہمارے اس خیال سے بھی متفق ہو گے کہ دورانِ جنگ تک ہمارے اتحادیوں کو غیر مشروط طور پر ہمارا ساتھ دینا چاہئے!

بے شک، بے شک ______!

اور اس کی صورت یہ ہے کہ جب تک جنگ ختم نہیں ہو جاتی، بیجا پور اور حیدر آباد کے تمام وسائل و ذرائع ہمارے قبضۂ تصرف میں ہوں ______!

جی، لیکن ______!

اس کا مطلب یہ ہے کہ جب تک جنگ ختم نہیں ہو جاتی بیجا پور، اور حیدر آباد کی فوجیں ہماری ماتحتی میں کام کریں،

جی ______!

ان دونوں حکومتوں کی ساری آمدنی ہمارے قبضہ میں ہو،

جی ______!

ان دونوں حکومتوں کے خزانہ پر ہمارا قبضہ ہو ______!

ان دونوں حکومتوں کے مصارف میں زیادہ سے زیادہ تخفیف کر دی جائے!

جی ______

سلطان ذی شان عادل شاہ، اور شاہ ذی جاہ قطب شاہ کو جیب خرچ ملتا رہے یہ

دونوں اپنے محل سے باہر نہ نکلیں، کاروبار سلطنت میں دخل نہ دیں، دلاور سنگھ کو ہم اپنا ایجنٹ بنا کر بھیج دیں گے وہاں، تم ان کے ایجنٹ بن کر یہاں رہ سکتے ہو!

یہ عجیب و غریب شرائط سن کر علی زماں خاں نے محسوس کرلیا کہ سیوا جی ان دونوں حکومتوں پر قبضہ کرنا چاہتا ہے، وہ سیوا جی سے مرعوب تھا، دہشت زدہ تھا، ان زوال پذیر حکومتوں سے ترک تعلق کر کے راج گڑھ آنے پر تیار تھا، لیکن جس خاندان کا پشتہا پشت سے نمک کھاتا چلا آ رہا تھا، اُسے ختم کرنے پر بھی تیار نہیں تھا!

سیوا جی نے اُسے خاموش دیکھ کر کہا،

کیا سوچ رہے ہو علی زماں خاں ـــــــ؟

اس نے عرض کیا،

اس طرح تو یہ دونوں حکومتیں ختم ہو جائیں گی، ان کی انفرادیت مٹ جائے گی، ان کا وجود باقی ہی نہیں رہے گا ـــــــ!

سیوا جی نے تائید میں گردن ہلاتے ہوئے کہا،

ہاں ـــــــ صرف اس وقت تک جب تک عالمگیر کا تاج ہمارے سر پر نہیں آ جاتا، اس کے بعد ان کی انفرادیت واپس مل جائے گی، ان کا وجود پھر سے قائم ہو جائے گا ـــــــ!

بہتر ہے ـــــــ تو مجھے اجازت مرحمت ہو، میں بیجاپور واپس جاتا ہوں، وہاں سلطان ذی شان کے سامنے آپ کی یہ تجاویز رکھ دوں گا، پھر جیسا وہ فرمائیں گے، آ کر عرض کر دوں گا!

انکار میں سیوا جی نے گردن ہلاتے ہوئے کہا،

نہیں اتنا وقت نہیں ہے، جو بھی وقت ہے وہ ضائع کرنے کیلئے نہیں ہے، تم سفیر باختیار بن کر آئے ہو، تم معاہدے پر دستخط کر سکتے ہو!

پھر وہ دلاور سنگھ کی طرف مخاطب ہوا اور کہنے لگا۔

علی زماں خاں سے دستخط لے لو ——— !

ان الفاظ میں تحکم تھا ——— !

دلاور سنگھ معاہدہ لے کر علی زماں خاں کے پاس آیا اور کہا،

چپ چاپ دستخط کر دو ورنہ جان سے ہاتھ دھونے کیلئے تیار ہو جاؤ ——— !

علی زماں لرز گیا، ایک طرف موت تھی، دوسری طرف عہد نامہ!

دلاور سنگھ نے پھر بدلے ہوئے لہجہ میں تقاضہ کیا۔

دستخط کرتے ہو یا نہیں ——— ؟

علی زماں خاں نے قلم اُٹھایا لیکن ابھی دستخط نہ کر سکا تھا کہ مونجے گھبرایا ہوا آیا اس نے آتے ہی آموختہ کی طرح دوہرانا شروع کیا۔

جے سنگھ فوج گراں لے کر آ رہا ہے، اُس نے ہمارے کئی قلعوں پر قبضہ کر لیا ہے اس کے ایک دستۂ فوج نے رانا نیتو سنگھ جی کو گرفتار کر لیا ہے، اور وہ گرفتار کر کے مع اپنے آدمیوں کے آگرہ بھیج دیئے گئے ہیں ——— !

سیوا جی اُٹھ کھڑا ہوا!

دلاور سنگھ ہمارے ساتھ آؤ!

علی زماں خاں کے ہاتھ سے بغیر دستخط کیا معاہدہ گر پڑا!!

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

﴿حصہ پنجم﴾

محبت

محبت سرد آہیں، محبت گرم گرم آنسو

جشنِ مسرت

اپنے سپاہیوں کے جلو میں شوبھا کا ڈولا لے کر عظیم کرت پور پہنچا!

کرت سنگھ اپنی عزت افزائی پر خوشی سے پھولا نہ سمایا!

اس نے عالمگیر سے بغاوت کی تھی، اس کے دشمنوں سے ساز باز کی تھی، اس سے آمادہ جنگ ہوا تھا، کامیابی کی کوئی صورت نہ دیکھ کر ہتھیار ڈالے تھے، اور جان بخشی کی التجا کی تھی، اپنی لڑکی کو یرغمال کے طور پر قصر شاہی میں رکھنے پر تیار ہو گیا تھا،

لیکن عالمگیر نے، ہندو کش، متعصب، ظالم، سخت گیر اور ہٹ دھرم عالمگیر نے اس خطا کار کے ساتھ کیا کیا تھا۔

اس نے اس کی خطائیں معاف کر دیں۔

اسے انعام واکرام سے نوازا،

اس کی لڑکی کو اپنی لڑکی بنا لیا اور اُسے اپنے محل میں اس طرح رکھا، جس طرح اپنی لڑکیوں کو رکھا تھا۔

اور اب ——————؟

اور اب کہ اس کی طبیعت خراب ہوئی تو اس نے یہ نہیں کیا کہ علالت کی اطلاع بھیج دی ہوتی، یا اپنے دستۂ سپاہ کے ساتھ اُسے کرت پور واپس کر دیا ہوتا،

اُس نے اپنے عزیز اور محبوب بیٹے کی حفاظت میں اُسے آگرہ سے کرت پور بھیجا!

کیا کوئی ہندو مہاراجہ بھی ایک خطا کار، ایک سرکش، ایک باغی کے ساتھ یہ برتاؤ کر سکتا تھا ——————؟

عالمگیر کے اس احسان کو دیکھ کر کرت سنگھ دل ہی دل میں پانی پانی ہو گیا، اُسے اپنے وجود سے نفرت ہونے لگی، عالمگیر کی عظمت اس کے دل میں کئی گناہ بڑھ گئی ______! پہلے اس سے بڑھ کر عالمگیر کا دشمن کوئی نہ تھا، اور اب اس سے بڑھ کر عالمگیر کا فدائی کوئی نہ تھا۔

وہ جانتا تھا عظیم کو سیر و شکار سے دلچسپی ہے، اس نے اس کیلئے نہایت وسیع اور اعلیٰ پیمانہ پر شکار کا بندوبست کیا، اس کی دلجوئی اور خاطر داشت میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کیا، اُسے ایک لمحہ کیلئے بھی یہ نہیں محسوس ہونے دیا کہ وہ پردیس میں ہے۔ قصر شاہی سے باہر ہے۔ جس شان اور جاہ و تحمل کی زندگی وہ آگرہ کے شاہی قلعہ میں بسر کر رہا تھا، اُسی شان اور جاہ و تجمل کی زندگی کرتب پور میں اُسے حاصل تھی،

کوئی پندرہ دن کے بعد ایک روز اس نے کرت سنگھ سے کہا،

ہم آپ کی مخلصانہ میزبانی کبھی فراموش نہیں کریں گے، آپ نے ہمارے ساتھ وہی برتاؤ کیا ہے، جو ایک شفیق باپ ایک چہیتے بیٹے کے ساتھ کر سکتا ہے ______!

کرت سنگھ نے فخر و ناز سے عظیم کی طرف دیکھا اور کہا،

شہنشاہ نے میری لڑکی کو اپنی لڑکی بنا کر، میری جو عزت افزائی کی ہے اسے میں تا زندگی فراموش نہیں کر سکوں گا، لیکن یہ شہنشاہ کی بندہ پروری ہے، میں ایک معمولی والی ریاست ہوں، شہنشاہ کا باج گزار، تابع، خادم، بھلا میری جرأت کیسے ہو سکتی ہے کہ آپ کو بیٹا کہہ سکوں؟ گو اس میں شک و شبہ نہیں کہ میرے دل آپ کیلئے جذبات وہی ہیں جو ایک باپ کے دل میں بیٹے کیلئے ہو سکتے ہیں!

عظیم کرت سنگھ کی ان باتوں سے بہت متاثر ہوا، اُس نے کہا،

آپ کا اور شہنشاہ کا رشتہ کیا ہے، یہ آپ جانیں اور وہ لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ میرے اور آپ کے تعلقات وہی ہوں گے جو باپ اور بیٹے کے ہو سکتے ہیں!

کرت سنگھ نے عظیم کو گلے سے لگا لیا اور اس کا ہاتھ پکڑ کر راج محل میں گیا اور

سیدھا رانی پدماوتی کے پاس جو اس کی بیوی تھی پہنچا،

رانی پدماوتی حیرت سے اُسے اور عظیم کو دیکھنے لگی،

کرت سنگھ نے مسکراتے ہوئے اس سے کہا۔

ساری زندگی تم بھگوان سے ایک اور لڑکے کو مانگتی رہیں، مگر اُس نے دستا تھی نہ سنی ــــــــ!

پدماوتی ایک ٹھنڈی سانس لے کر بولی،

بھگوان کی اچھا (مرضی)

کرت سنگھ نے ہنستے ہوئے کہا،

لیکن آج سُن لی ــــــــ،

پدماوتی حیرت سے شوہر کی طرف دیکھنے لگی، اس نے کہا،

کیا کہہ رہے ہو تم ــــــــ؟

لڑکا لایا ہوں تمہارے لئے ــــــــ یہ رہا ــــــــ!

پدماوتی نے اور زیادہ متحیر ہو کر شوہر کی طرف دیکھا، وہ کہنے لگا۔

یہ شہزادہ عظیم ہے شہنشاہ عالمگیر کا لختِ جگر، لیکن اگر وہ ہماری لڑکی کو اپنی لڑکی بنا سکتے ہیں تو کرت سنگھ ان کے بیٹے کو اپنا لڑکا کیوں نہیں بنا سکتا ــــــــ

ــــــــ کیوں بیٹے؟

عظیم نے زیرلب تبسم کے ساتھ جواب دیا۔

بیشک ــــــــ!

کرت سنگھ نے پدماوتی سے کہا،

اٹھو اور اپنے بیٹے کو گلے سے لگاؤ، اس کی پیشانی کو بوسہ دو، اپنی قسمت پر فخر کرو، خیرات کرو، چراغاں کرو، جشن مناؤ، دھوم دھام سے دعوت کرو سارے شہر کی،

پدماوتی نے اُٹھ کر عظیم کو گلے سے لگا لیا، اور اس کی پیشانی کو بوسہ دیا، پھر نشاط

و مسرت کے لہجہ میں بولی،

ہاں میں یہ سب کچھ ضرور کروں گی۔

اور پھر واقعی کرت سنگھ اور پدماوتی نے اس خوشی میں تھیلیوں کا منہ کھول دیا، غریبوں کو خیرات تقسیم کی، سارے شہر کی دھوم دھام سے دعوت کی، ایک نہایت شاندار جشن کا اہتمام کیا، اور تقریب اس جوش و خروش سے منائی کہ سب لوگ دنگ رہ گئے،

کرت سنگھ اپنی ممنونیت کی عملی شکل دینا چاہتا تھا۔ عظیم کو بیٹا کہہ کر اس نے عملی صورت اظہار جذبات کی پیدا کر لی محل کے ہر فرد کو اُس نے گراں بہا انعامات سے نوازا، اور شہر کے ہر غریب کی اُس نے جی کھول کے مدد کی، پرانے قیدیوں کو رہا کر دیا جنہیں پھانسی کی سزا مل چکی تھی ان تک کیلئے اس نے فرمانِ رہائی صادر کر دیا۔ اب وہ اپنے آپ کو دنیا کا سب سے زیادہ خوش قسمت شخص سمجھ رہا تھا ____________!

عظیم کے ساتھ جو سپاہی آئے تھے انہیں انعامات سے اس نے مالا مال کر دیا، انہیں سال سال بھر کی تنخواہیں اظہارِ مسرت کے طور پر عطا کیں اور اس کے علاوہ بھی بہت کچھ سلوک ان کے ساتھ کیا!

عظیم کی شرافت اور سعادت نے کرت سنگھ کا دل موہ لیا تھا!

کرت سنگھ کی شفقت اور محبت نے عظیم کو جیت لیا تھا!

دونوں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کر رہے تھے ____________

اور دونوں میں سے کوئی بھی ناکام نہیں تھا!

* * *

باتیں اُن کی یاد رہیں گی

کرت سنگھ کے راج بھون میں اب عظیم کی باقاعدہ آمدورفت شروع ہوگئی تھی! جب بھی وہ محل کے اندر جاتا، پدماوتی اس کی خوب آؤ بھگت کرتی ایک روز جسبِ معمول وہ محل کے اندر پہنچا، پدماوتی کو موجود نہ پایا، واپس جانے کیلئے مڑا ہی تھا کہ شوبھا نظر آ گئی، وہ ایک کمرے سے نکل کر دوسرے کمرے میں جارہی تھی، گو اس کا پردہ عظیم سے ٹوٹ چکا تھا، لیکن وہ اس سے ملنے اور باتیں کرنے سے بہت جھجکتی تھی، کچھ روز تک تو عظیم نے یہ بات اس کی فطری شرم وحیا پر محمول کی پھر اس نے محسوس کیا یہ جھجک شرمندگی پر نہیں محمول کی جاسکتی، وہ طبعاً مجھ سے الگ الگ رہنا چاہتی ہے، یہ سوچ کر اُس نے گفتگو اور میل ملاقات میں مزید کمی کر دی، لیکن اس وقت خاموش نہ رہ سکا، اس نے شوبھا سے پوچھا!

ماتاجی کہاں ہیں؟

وہ جاتے جاتے ایک دم ٹھٹک کر کھڑی ہوگئی، نظریں نیچی، لب بند، عظیم نے پھر اپنا سوال دوہرایا، پوچھا۔

راجکماری ماتاجی کہاں ہیں اس وقت؟

وہ گھبرائے ہوئے اور اکھڑے ہوئے لہجہ میں بولی!

ادھر دوسرے کمرہ میں ——— !

وہاں کیا کررہی ہیں ——— ؟

پوجاپاٹ کا یہی وقت ہے، اس میں لگی ہیں!

کیا تم پوجاپاٹ سے فارغ ہوگئیں ——— ؟

کب کی، بہت دیر ہوئی ——— !

تو وہ اب تک کیوں مصروف ہیں ـــــــــ !

ان کے وقت کا بڑا حصہ پوجا پاٹ ہی میں صرف ہوتا ہے ـــــــــ ؟

کتنی نیک، کتنی اچھی، اور کتنی عمدہ خاتون ہیں وہ ـــــــــ ؟

ان کی تعریف تو سب ہی کرتے ہیں ـــــــــ ؟

اور تمہاری ـــــــــ ؟

میری کیا ـــــــــ ؟

تمہاری تعریف نہیں کرتے لوگ ـــــــــ ؟

میں نہیں جانتی ـــــــــ ؟

کیوں نہیں جانتیں ـــــــــ ؟

میں کیا جانوں میرے بارے میں کوئی کیا رائے رکھتا ہے ـــــــــ اور مجھے اس کی پروا بھی نہیں !

پروا کیوں نہیں ـــــــــ ؟

بس اپنا جی ـــــــــ !

پھر تو تم بھی بہت خوبیوں کی لڑکی ہو؟

یہ میں آپ سے سُن رہی ہوں ـــــــــ ؟

صرف مجھی سے ـــــــــ ؟

جی ہاں ـــــــــ !

لیکن میں نے تو کچھ بھی نہیں کہا ـــــــــ !

ابھی کیا کہہ رہے تھے آپ ـــــــــ ؟

وہ تو روپیہ میں ایک آنہ بھی نہ کہہ سکا ـــــــــ تم جانتیں میرے دل میں تمہاری کتنی عظمت اور وقعت ہے !

کس سبب سے ـــــــــ ؟

سبب تو بہت ہیں، کہاں تک گنواؤں؟ ایک معمولی سا سبب بتائے دیتا ہوں ــــــ بتاؤں ــــــ؟

بتائیے ــــــ؟

کتنا اچھا پکوان پکاتی ہو تم؟ کتنی اچھی ترکاری پکائی تھی تم نے اس روز، اور وہ حلوا؟ اس کی تو تعریف ہی نہیں ہو سکتی!

حالانکہ سب چیزیں خراب پکی تھیں!

خراب پکی تھیں؟ ــــــ یہ کیا کہہ رہی ہو تم؟

یقین نہ ہو تو گل اندام سے پوچھ لیجئے!

وہ کیا کہہ رہی تھی ــــــ؟

کہہ رہی تھی شہزادے کو یہ چیزیں کھا کر ابکائیاں آنے لگیں ــــــ؟

واقعی اس نے یہ کہا تھا ــــــ؟

تو کیا مجھے آپ جھوٹا خیال کرتے ہیں؟

نہیں ــــــ لیکن وہ اوّل درجہ کی جھوٹی ہے!

ہو گی ــــــ!

میں اُسے سزا دوں گا ــــــ!

اُسے بھلا کون سزا دے سکتا ہے ــــــ؟

کیوں؟ ــــــ کیا میں بھی نہیں دے سکتا؟

آپ تو بالکل نہیں دے سکتے اُسے سزا ــــــ!

یہ تم نے کیسے جان لیا؟

جانتی ہوں ــــــ

کیا جانتی ہو، کچھ ہمیں بھی تو معلوم ہو!

یہ کتنی منہ چڑھی ہے آپ کی اُسے کون نہیں جانتا! سارا محل جانتا ہے!

لیکن سارا محل یہ بھی تو جانتا ہے کہ میں تمہاری ہنر مندی اور فن کاری کا کتنا قائل ہوں یہ تمہیں کیوں نہیں معلوم ـــــــ؟

اب کی جب جاؤں گی تو دریافت کروں گی وہاں کے لوگوں سے!

شوبھا تم آنکھ اُٹھا کر کیوں بات نہیں کرتیں؟ تم اس طرح سمٹی ہوئی کیوں کھڑی ہو؟ کیا تم مجھ سے بیزار رہتی ہو؟ کیا میری باتیں تمہیں ناگوار گزرتی ہیں؟

نہیں تو؟

یہ نہ کہو، تم جھوٹ نہیں بولتیں اس بات پر قائم رہو؟

تو کیا میں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے؟

ہاں کچھ ایسی بات ہے!

کیسے جانا آپ نے؟

یہ ایسے جانا کہ یہاں آئے ہوئے ہمیں اتنے دن گذر گئے ہیں لیکن تم نے بات بھی نہ پوچھی، کبھی کوئی چیز اپنے ہاتھ سے پکا کر نہیں کھلائی، دو روز میں بخار میں مبتلا رہا، لیکن تم نے خیریت تک نہیں دریافت کرائی؟

بخار میں کب مبتلا رہے تھے آپ ـــــــ؟

کئی دن ہوگئے؟ ـــــــ کیا گل اندام نے تم سے نہیں کہا تھا؟

بالکل نہیں کہا ورنہ.........

ورنہ کیا ـــــــ؟

میں خود آتی آپ کی مزاج پُرسی کو!

ہاں یقیناً آتیں، ایک مہمان کی، خواہ اس سے طبیعت کتنی ہی بیزار کیوں نہ ہو کچھ خاطر تو کرنی ہی چاہئے بہر حال شکریہ!

لیکن ـــــــ!

خیر شوبھا دیوی ان باتوں کو چھوڑ دو، میں اچھی طرح دیکھ رہا ہوں، تم مجھ سے

ضرورت سے زیادہ جھجکتی ہو، مجھ سے بات کرنا نہیں چاہتیں، سامنے آتی ہو تو جلد از جلد ہٹ جاتی ہو، باتیں کرنے کا موقع ملتا ہے تو اُسے ٹال جاتی ہو، اتنی دیر سے میں باتیں کر رہا ہوں لیکن تم اس طرح پابہ رکاب کھڑی ہو، موقع ملے اور بھاگ جاؤ ------ ؟

ٹھیک ہے میں تمہیں کس طرح مجبور کر سکتا ہوں کہ مجھ سے باتیں کرو، آج بھی میں نے اس لئے روک لیا تمہیں کہ کل یا پرسوں میں جا رہا ہوں، پھر خدا جانے ملاقات ہو یا نہ ہو، تم آگرہ کاہے کو آنے لگیں، اور مجھے کرت پور آنے کا موقع کیوں ملنے لگا، شاید ہماری تمہاری یہ آخری ملاقات ہے، لیکن اس آخری ملاقات کے موقع پر ایک بات ضرور تمہارے کان میں ڈال دینا چاہتا ہوں! ------ سنو گی ------ ؟

کہیے سُن رہی ہوں ------ !

بُرا تو نہ مان جاؤ گی ------ ؟

نہیں ------ !

خفا تو نہیں ہو جاؤ گی ------ ؟

بات بہت مختصر سی ہے ------ میں نے تم کو دیکھا، میں نے تمہارے سبھاؤ کو دیکھا، تمہارے طور طریق کو دیکھا، اور یہ چیزیں یہ سب چیزیں میرے دل پر اس طرح نقش ہو گئی ہیں کہ شاید زندگی کی آخری سانس تک یہ نقش نہ مٹ سکے گا، ------ بیشک تم آگرہ نہ آؤ ------

کیوں نہ آؤں؟ آؤں گی؟ کیا لڑکی اپنے باپ کا گھر چھوڑ دے گی؟

زہے قسمت اگر آؤ ------ لیکن اگر نہ آؤ، اگر نہ آسکو اور میں بھی یہاں نہ آسکوں؟ آنا چاہوں بھی تو کیا بہانہ کر کے آؤں گا؟ کیوں آؤں گا؟ کس کیلئے آؤں گا؟ ------ مگر اس کے باوجود ------

عظیم نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو شوبھا کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے، یہ منظر دیکھ کر وہ بے تاب ہو گیا اس نے عالمِ جوش میں کچھ کہنا چاہا تھا کہ کمرہ کے اندر سے آواز

آئی،

شوبھا ــــــــــ!

یہ آواز پدما دیوی کی تھی، شوبھا نے جلدی سے پلو سے آنسو پونچھے اور جی ماتا جی کہہ کر اس کی طرف لپکی!

وہ چلی گئی، عظیم اس جاتا دیکھتا رہا، پھر وہ بھی باہر آ گیا۔

* * * * *

شکار

عظیم راج بھون سے نکل کر جب باہر آیا تو معلوم ہوا کرت سنگھ اُسے بڑی دیر سے تلاش کرر ہا ہے، وہ فوراً اس کے پاس پہنچا،

راجہ کرت سنگھ نے اُسے دیکھتے ہی کہا،

بیٹے ایک بہت اچھی خبر ملی ہے آج ــــــــ!

عظیم نے سراپا اشتیاق بن کر سوال کیا ــــــــ!

کون سی خبر ہے وہ ــــــــ؟

راجہ کرت سنگھ نے بتایا

تمہیں شیر کے شکار کا بہت شوق ہے؟ ــــــــ ہے نا؟

جی ہاں ہے تو ــــــــ!

کرت پور سے بارہ میل پر جو جنگل ہے، اس میں ایک شیر کا پتہ چلا ہے، میں نے آدمیوں سے کہہ دیا ہے وہ پاڑ باندھ لیں گے، ہانکے کا انتظام بھی ہو جائے گا۔ بدقسمتی سے مجھے بھی یہ شوق ہے، چلو ہم دونوں چلتے ہیں دیکھیں کس کے ہاتھ سے اس کی موت آتی ہے ــــــــ؟

شوبھا کی باتوں سے اور اس کی آنکھوں میں آنسو تیرتے دیکھ کر عظیم کچھ پریشان اور اُداس سا تھا، یہ خبر واقعی اس کیلئے خوشخبری ثابت ہوئی، اُس نے سوچا اچھا ہے اس مشغلہ سے طبیعت بہل جائے گی، کہنے لگا۔

بڑی اچھی تجویز ہے ــــــــ پھر کب ارادہ ہے؟

جب چاہو ــــــــ آج ہی چل سکتے ہو!

عظیم فوراً چلنے کو تیار ہو گیا، کہنے لگا،

میں بالکل تیار ہوں!

راجہ کرت سنگھ نے کہا

تو بیٹے تیار ہو کر آ جاؤ سارے انتظامات مکمل ہو چکے ہیں، اپنے ساتھیوں اور مصاحبوں سے جسے ساتھ لینا چاہو لے لو ہم ابھی آدھے گھنٹہ میں روانہ ہو جانا چاہتے ہیں

عظیم اپنی قیام گاہ کی طرف روانہ ہوا اور آدھے گھنٹے سے کم میں تیار ہو کر آ گیا کرت سنگھ بھی اتنی دیر میں تیار ہو چکا تھا، اُس نے پوچھا،

ساتھیوں میں سے کسی کو نہیں لو گے ______؟

اس نے جواب دیا کیا ضرورت ہے۔

اس گفتگو کے بعد یہ لوگ صبا رفتار گھوڑوں پر سوار ہو کر جنگل کی طرف روانہ ہو نے۔ جنگل کے قریب پہنچے تو شاہی خیمے ایستادہ تھے، کرت سنگھ نے کہا،

ذرا دیر یہاں ستالیں پھر چلیں گے!

عظیم کو کیا عذر ہو سکتا تھا، شاہی خیمہ میں یہ دونوں ذرا ستائے، ناشتہ وغیرہ سے فراغت کی اس کے بعد باہر نکلے، خیمہ کے باہر سامنے ہاتھی تیار کھڑا تھا، ہاتھی کو دیکھ کر عظیم نے کہا،

آپ نے پاڑ لگوائی تھی، پھر ہاتھی کی کیا ضرورت پیش آ گئی ______!

کرت سنگھ نے جواب دیا۔

پاڑ بالکل جنگل کے اندر ہے، وہاں تک ہم ہاتھی پر جائیں گے، شیر بڑا مردم خور ہے، اس علاقہ کے کئی آدمیوں کو کھا چکا ہے۔ اگر گھوڑوں پر گئے اور کہیں راستے میں مڈبھیڑ ہو گئی تو کسی کی بھی خیر نہ ہو گی، ہاتھی سدھا ہوا ہے، اس پر سوار ہو کر جانے سے کوئی خطرہ نہیں، شیر اگر مل بھی گیا، تو دو ہم ہیں، اور ایک یہ ہاتھی، ہم تینوں مل کر اس کا بھرکس نکال دینگے۔

عظیم نے پھر کوئی اعتراض نہیں کیا، کرت سنگھ کے ساتھ وہ بھی ہاتھی پر بیٹھ گیہ مہاوت گردن پر بیٹھا آنکس کے زور سے اُسے آگے بڑھا رہا تھا۔

جنگل بہت گھنا تھا، کوئی ایک میل جانے کے بعد دفعتہً ہاتھی رُک گیا!

مہاوت نے زور زور سے کئی آنکس مارے، مگر ہاتھی نے جنبش بھی نہیں کی، بلکہ پیچھے واپس جانے لگا،

عظیم نے کہا، شاید شیر یہیں کہیں آس پاس ہے اور ہاتھی نے اس کی بو سونگھ لی ہے ـــــــ!

کرت سنگھ نے تائید کرتے ہوئے کہا،

ایسا ہی معلوم ہوتا ہے ـــــــ!

پھر مہاوت سے پوچھا،

آج یہ ہاتھی اڑ کیوں رہا ہے؟ یہ تو شیر کے شکار میں ہمیشہ بڑھ چڑھ کر حصہ لیتا ہے۔

مہاوت نے بے بسی کے ساتھ کہا۔

کچھ سمجھ میں نہیں آتا سرکار ـــــــ بالکل نئی بات ہے، ورنہ یہ تو شیر کو بھی خاطر میں نہیں لاتا۔

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے کی جھاڑیوں میں کچھ کھڑ بڑ ہوئی، اب تو سب کے کان کھڑے ہوئے کرت سنگھ کے پاس بندوق تھی، اس نے مضبوطی کے ساتھ اُسے سنبھال لیا، عظیم اپنے ساتھ تلوار لایا تھا، اس نے تلوار میان سے نکال لی، اور تیار ہو بیٹھا،

ادھر تو یہ لوگ اس طرح تیار ہو رہے تھے اُدھر ہاتھی کا یہ عالم تھا کہ اس نے سونڈ منہ میں دے لی تھی، دم کھڑی کر لی تھی اور اضطراب وحشت سے بے کل ہو رہا تھا،

اتنے میں جھاڑیوں کے اندر سے دو چمکدار آنکھیں نمودار ہوئیں ـــــــ!

ان چمکدار آنکھوں پر سب سے پہلے مہاوت کی نظر پڑی، اُس نے کہا،

شیر آ گیا ________!

مہاوت کا جملہ ابھی ختم نہیں ہوا تھا کہ ہاتھی نے آنکس کی مسلسل مار سے بے پرواہ ہو کر پیچھے ہٹنا شروع کیا،

اتنی دیر میں شیر جھاڑیوں سے برآمد ہو چکا تھا، اور اپنے ان دشمنوں کو خوں خوار نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

منصوبہ یہ تھا کہ پاڈ پر بیٹھ کر اطمینان سے شکار کریں گے، یہ بات کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ جنگل کا بادشاہ یوں سامنے آ کر ان کی بہادری اور شجاعت کو چیلنج کرے گا ________!

ہاتھی کا وحشت کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا،

راجہ کرت سنگھ کا چہرہ وفور دہشت سے زرد ہو رہا تھا!

عظیم اطمینان سے تلوار ہاتھ میں لئے ہودج میں بیٹھا تھا!

دفعتہً شیر غرایا ________!

یہ گرج اتنی ہولناک اور زوردار تھی کہ سارا جنگل گونج اُٹھا!

اور پھر دفعتہً اس نے ایک جست کی اور چشم زدن میں ہاتھی کی گردن پر نظر آیا، ایک طمانچہ میں مہاوت صاحب کی گردن اڑ گئی، اور اس کا لاشہ بے روح زمین پر ڈھیر ہو گیا، ہاتھی سونڈ منہ میں رکھے زور زور سے دھاڑ رہا تھا، اور کبھی آگے اور کبھی پیچھے کبھی دائیں، کبھی بائیں بھاگنے کی کوشش کر رہا تھا!

مہاوت سے فارغ ہو کر شیر نے راجہ کرت سنگھ کو جو ایک بے جان مجسمہ کی طرح بالکل سامنے تھا، اور جس کے ہاتھ سے بندوق چھوٹ کر زمین پر گر پڑی تھی، اپنا نشانہ بنانا چاہا!

شیر ایک مرتبہ پھر غرایا، لیکن ابھی اُس نے کرت سنگھ پر حملہ نہیں کیا تھا کہ عظیم کی تلوار چمکی اور آن کی آن میں اس کی گردن جسم سے علیحدہ ہو چکی تھی، شیر جب دو ٹکڑے ہو

کرزمین پر گرا تو ہاتھی کی جان میں جان آئی، اب اُسے یاد آیا کہ اُسے کیا کرنا چاہیئے؟ اس نے فوراً ہی شیر کے جسم بے روح پر اپنا پاؤں رکھ کر اُسے کچل ڈالا______!

اب کرت سنگھ کی بھی جان میں جان آئی، لیکن اب تک اس کے ہوش وحواس پورے طور پر بجا نہیں ہوئے تھے، اس نے اضطراب کے عالم میں کہا۔

یہ کیا ہو گیا______؟

عظیم نے نہایت اطمینان سے جواب دیا،

شیر نے مہاوت کو مار ڈالا، میں نے شیر کے دو ٹکڑے کر دیئے ____________!

کرت سنگھ ہودج سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گیا، اس نے مری ہوئی آواز میں کہا، کہیں جھاڑی سے پھر نہ نکل آئے!

عظیم نے اُسے دلاسا دیا، مرا ہوا شیر زندہ نہیں ہوسکتا______! آیئے واپس چلیں______!

عظیم مہاوت کی جگہ پر بیٹھ گیا، اور ہاتھی کو لا کر خیمہ کے سامنے کھڑا کر دیا!

کرت سنگھ کے ہوش وحواس اب تک بجا نہیں تھے، ہاتھی خیمہ کے سامنے کھڑا سونڈ ہلا رہا تھا عظیم خیمہ کے دروازے پر گویا اس کے استقبال کیلئے کھڑا تھا، اور کرت سنگھ اس طرح بیٹھا تھا جیسے اُترنا ہی نہیں ہے،

شہزادہ عظیم نے اپنائیت کے لہجہ میں کہا،

راجہ صاحب اُتر آیئے ______ تشریف لایئے!

آخر کرت سنگھ ہاتھی سے اُترا، لیکن اس کا بدن اب بھی مرتعش تھا، اس کے پاؤں اب بھی لرز رہے تھے، اس پر ہراس اور وحشت کی کیفیت اب بھی طاری تھی!

* * *

خون کے قطرے

کرت سنگھ کو اپنی نشانہ بازی اور قادر اندازی پر ناز تھا، اُس نے درجنوں شیر مارے تھے، لیکن پاڑ پر بیٹھ کر ہانکا کرا کے، آج کا سا واقعہ اُسے زندگی میں پہلی مرتبہ پیش آیا تھا۔

لیکن یہ ایک عجیب واقعہ تھا______!

یہ کیسا منحوس واقعہ تھا؟

اس واقعہ نے اس کی شجاعت اور دلیری کا بھرم کھول دیا تھا؟

آج اگر عظیم نہ ہوتا تو اس کا وہی حشر ہوتا جو مہاوت کا ہوا تھا! وہ ہلاک ہو چکا ہوتا______!

کرت پور پہنچتے پہنچتے شام ہو چکی تھی!

عظیم اپنی قیام گاہ پر واپس چلا گیا۔

کرت سنگھ سیدھا راج بھون میں پہنچا۔ پدماوتی شام کی پوجا پاٹ سے فارغ ہو کر باہر صحن میں بیٹھی تھی، گل اندام اور شوبھا بھی اس کے حضور میں حاضر تھیں، اس وقت اس کی طبیعت موج میں تھی، وہ ہنس ہنس کر ان دونوں سے باتیں کر رہی تھی،

یکا یک کرت سنگھ پہنچا،

حواس باختہ چہرہ، زرد رنگ، رُخ اُترا ہوا سارے بدن میں رعشہ! اس کی یہ کیفیت دیکھ کر شوبھا، گل اندام، پدماوتی اور دوسری باندیاں اور خواصیں سب ہی گھبرا گئیں، پدماوتی نے مضطرب لہجہ میں پوچھا کیا بات ہے مہاراج آپ اتنے پریشان اُداس اور گھبرائے ہوئے کیوں نظر آ رہے ہیں______؟

کرت سنگھ پاس پڑی ہوئی صندلی پر بیٹھ گیا، اُس نے ایک آہ سرد کے ساتھ کہا، زندگی تھی جو بچ گیا، ورنہ آج تم بیوہ ہو چکی ہوتیں، اور شوبھا یتیم ہو چکی تھی، یہ سن کر تو سب کے آئے گئے حواس غائب ہو گئے، پدماوتی نے بے کلی کے ساتھ پوچھا۔

ہوا کیا کچھ بتایئے تو سہی مہاراج میرا تو دل ہولا جا رہا ہے، میں پاگل ہو جاؤں گی!

کرت سنگھ نے رُک رُک کر اٹک، اٹک کر کانپتی ہوئی آواز کے ساتھ سارا ماجرا کہہ سنایا اور کہا:

شہزادہ عظیم میرا جان بخش ہے، اس کی دلیری اور دلاوری نے مجھے بچا لیا!

پدماوتی نے تحسین آمیز لہجہ میں کہا:

بڑا کام کیا، بہت بڑا کام کیا، آخر کس باپ کا بیٹا ہے، کس خاندان کا گوہر آبدار ہے یہ بات نہ ہوتی یہ خاندان اس ملک پر حکومت کیسے کر سکتا تھا؟

کرت سنگھ نے ان باتوں کو سنی تو ان سنی کرتے ہوئے کہا،

میں تو کہتا ہوں، خدا نظرِ بد سے بچائے اس شہزادے میں بہادری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی ہے ـــــــ!

پدماوتی نے تائید کرتے ہوئے کہا،

بے شک بھلا غصہ میں بھرے ہوئے شیر کو نوکِ تلوار سے ہلاک کرنا کوئی مذاق ہے!

کرت سنگھ نے عظیم کی شان میں قصیدہ پڑھتے ہوئے کہا،

میں تو کہتا ہوں اس بہادری کی مثال نہیں مل سکتی!

پدماوتی نے پھر تائید کی،

ہاں بے شک نہیں مل سکتی ـــــــ!

کرت سنگھ نے سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا۔

ذرا تصور تو کرو شیر جھاڑی سے نکلتا ہے، ہاتھی جیسا زبردست جانور اور ہمارا ہاتھی جو سدھایا ہوا تھا، اُسے دیکھتے ہی دم دبا کر بھاگنے کی کوشش کرتا ہے، شیر ایک جست میں ہاتھی پر آ جاتا ہے، ایک طمانچہ میں مہاوت کو ختم کر دیتا ہے، اس کی لاش دھڑام سے زمین پر گر جاتی ہے، پھر اپنا خوفناک جبڑا کھول کر اپنے خوفناک پنجے میری طرف بڑھاتا ہے میں گم صم بیٹھا ہوں، میرے ہوش و حواس جواب دے چکے ہیں، میں اس کیلئے لقمۂ تر رکھتا ہوں، اگر ایک سکنڈ اور گذر جائے تو میری گردن ایک طرف لڑھکتی ہوئی نظر آئے ــــــــ!

ہائے بھگوان ــــــــ!

میری گردن ایک طرف لڑھکتی نظر آئے، اور دھڑ دوسری طرف ــــــــ!

(کانپ کر) ہائے بھگوان تو ہی رکشا کرنے والا ہے؟

اور عین اس وقت یہ نوعمر نوخیز، ناتجربہ کار لڑکا، اپنی تلوار فضا میں بلند کرتا ہے اور آن کی آن میں شیر کے دو ٹکڑے کر دیتا ہے ــــــــ پدماوتی اگر عظیم نہ ہوتا کیا ہوتا؟ میں کہاں ہوتا؟ تم کیا کر رہی ہوتیں؟ شوبھا کا کیا حال ہوتا، ساری ریاست میں صفِ ماتم نہ بچھ گئی ہوتی؟

پدماوتی نے لرزتی ہوئی آواز سے کہا:

ہاں مہاراج کیا ہوتا ــــــــ؟

کرت سنگھ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

میں تو کہتا ہوں بہادری ختم ہے اس لڑکے پر!

پدماوتی نے کہا، بے شک بہادری ختم ہے اس لڑکے پر ــــــــ لیکن تم اسے چھوڑ کہاں آئے؟ وہ کہاں ہے؟

باہر ہے ــــــــ!

اسے اپنے ساتھ کیوں نہ لائے؟

ہاں مجھے اپنے ساتھ لانا چاہئے تھا تاکہ تم بھی اس کا شکریہ ادا کرسکتیں، شوبھا بھی اس کا شکریہ ادا کرتی، بیوی اور بیٹی سے بڑھ کر شکریہ ادا کرنے کا حق اور کسے ہے ـــــــــ؟

اسی لئے تو کہتی ہوں اُسے بلایئے! ـــــــــ میں اُسے پیار کروں گی، میں اس کی بلائیں لوں گی، میں اُس کے اوپر زرو گوہر نثار کروں گی ـــــــــ!

پھر پدماوتی اپنی ایک خواص راجو سے مخاطب ہوئی اور اُسے حکم دیا،

جا، شہزادے کو فوراً اپنے ساتھ لے کر آ۔

ذرا دیر میں راجو شہزادۂ عظیم کو لے کر حاضر ہوگئی۔

عظیم کو دیکھتے ہی رانی پدماوتی اپنے سنگھاسن سے اُٹھیں اور بے ساختہ اُسے کلیجہ سے لگالیا، پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں؟ اُسے پیار کیا اور بھرائی ہوئی آواز میں کہا،

بیٹے تو نے لاج رکھ لی بیٹا بن کر، کس زبان سے، کن الفاظ میں تیرا شکریہ ادا کیا جائے؟

عظیم اس طرح کھڑا تھا، جیسے اس نے کوئی کارنامہ، کارِ نمایاں انجام ہی نہیں دیا ہے، اس نے یہ باتیں سُن کر کہا۔

ماتا جی کیا یہ میرا فرض نہیں تھا ـــــــــ؟

گل اندام بول پڑی،

اور اگر وہ مواشیر آپ پر پلٹ پڑتا؟

عظیم نے بے پروائی سے جواب دیا۔

تو کیا ہوتا؟ کون سی قیامت آجاتی؟ زیادہ یہی نا کہ وہ مجھے بھی مہاوت خاں کی طرح چیر پھاڑ کر پھینک دیتا ـــــــــ!

پدماوتی نے کہا،

میرے بچے ایسا نہ کہو ــــــــ اگر ایسا ہوتا تو ہم شہنشاہ کو کیا منہ دکھاتے ــــــــ؟

عظیم نے کہا، تو اس میں آپ کی یا کسی کی خطا بھی کیا تھی؟ شیر ایک درندہ جانور ہے، جو بھی اس کی زد میں آ گیا، گیا، رہ گئی یہ بات کہ آپ شہنشاہ کو کیا منہ دکھاتیں؟ تو وہ کیا اعتراض کر سکتے تھے!

پدماوتی نے کہا،

کتنا غم ہوتا انہیں اس حادثہ کا؟

وہ بولا، ہاں ہوتا، لیکن زیادہ نہیں؟

گل اندام بول پڑی،

یہ آپ نے کیسے جانا؟

اس نے جواب دیا، میں اپنے باپ کا اکلوتا بیٹا نہیں ہوں، خدا کے فضل سے میرے کئی بھائی ہیں، اور وہ سب مجھ سے کہیں زیادہ بہادری اور شجاعت میں بڑھ چڑھ کر ہیں ــــــــ!

شوبھا کی نظر دفعتہً عظیم کے ہاتھ پر گئی، جہاں پٹی بندھی ہوئی تھی اس نے کہا یہ کیا ہوا ــــــــ؟

عظیم نے مسکراتے ہوئے کہا، مرتے مرتے یہ نشانی دے گیا ہے، ذرا سی خراش آ گئی ہے، اس کے پنجہ سے!

شوبھا نے گھبرائے ہوئے لہجہ میں کہا،

لیکن خون تو اب تک رس رہا ہے، پٹی سرخ ہو رہی ہے ــــــــ!

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

نوک جھونک

رستا ہوا خون دیکھ کر سب ہی دہل گئے، پھر تو سارے راج بھون میں ایک ہل چل مچ گئی، تو چل میں آیا کا منظر درپیش ہوگیا، فوراً کرت سنگھ کے حکم سے شاہی جراح طلب کیا گیا، اس نے آتے ہی زخم کا معائنہ کیا، کہنا لگا۔

گھاؤ ایسا کاری تو نہیں ہے، لیکن شیر کے ناخن زہریلے ہوتے ہیں، اس لئے احتیاط اور توجہ کے ساتھ علاج کی ضرورت ہے!

فوراً ہی احتیاط اور توجہ کے ساتھ علاج شروع ہوا مرہم پٹی سے فارغ ہونے کے بعد عظیم پھر اپنی قیام گاہ پر واپس گیا، کرت سنگھ بھی اس کے ساتھ ساتھ آیا، اور جب تک وہ سو نہیں گیا، اس کی پٹی سے لگا بیٹھا رہا۔

صبح اس کی آنکھ کھلی، تو ایک سایہ سا اسے اپنے اوپر جھکا ہوا نظر آیا، پہلے تو یہ خیال ہوا یہ کوئی دشمن تو نہیں ہے جو سینہ میں خنجر گھونپنے آیا ہو، لیکن فوراً ہی اس نے اپنے گالوں پر ٹپاٹپ دو قطرے ٹپکتے ہوئے محسوس کئے اس نے آنکھیں کھولیں نہیں دزدیدہ نظروں سے دیکھنے لگا،

شوبھا تھی ______!

شوبھا نے اس کے ماتھے پر ہاتھ رکھ کر دیکھا،

پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیا، اور اسے خوب اچھی طرح سے دیکھا کہ اب تو خون نہیں رس رہا ہے اور پٹی سرخ تو نہیں ہے۔

جب ادھر اطمینان ہوگیا، وہ پائنیں آئی اور اس نے ایک مرتبہ عظیم کے پاؤں پر سر رکھ دیا، عظیم نے پھر تری سی محسوس کی،

یہ بھی شوبھا کے آنسو تھے ـــــــــــ!

پھر وہ پاس آ کر کھڑی ہوگئی اور ٹکٹکی لگا کر اُسے بڑی دیر تک دیکھتی رہی،

اس کے بعد بے پاؤں، جیسے چور، واپس چلی گئی!

عظیم کا دل اس وقت وفورِ مسرت سے بلیوں اُچھل رہا تھا، اب تک دل کی جو بات وہ اپنی زبان پر نہیں لا سکا تھا، وہ زبان پر لائے بغیر شوبھا کے دل کی بات بھی سُن چکا تھا ـــــــــــ!

اس سے بڑھ کر خوشی اور نشاط و مسرت کی بات اور کیا ہوسکتی تھی!

اس کا جی چاہا کہ وہ اُٹھ بیٹھے، شوبھا کو اپنے پاس بٹھا لے، اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر چومے اور اس سے سوال کرے پوچھے،

مضطر کو جو روتے ہو کیا اس سے محبت تھی۔

وہ تو ابھی زندہ ہے، یہ جامہ دری کیوں ہے ـــــــــــ!

لیکن ہمت نہ پڑی!

اپنے ارادے کو عملی جامہ پہنانے کی جرأت نہ پیدا کر سکا اپنے اندر، وہ چلی گئی!

وہ اسی طرح آنکھیں بند کیے پڑا رہا اور عالم خیال میں اس سے باتیں کرتا رہا،

اتنے میں پھر آہٹ سی محسوس ہوئی، اس نے آنکھیں نہیں کھولیں، اُس نے سوچا شوبھا پھر آئی ہے اور مجھے جاگتا ہوا دیکھ کر وہ شرما جائے گی، اسی طرح آنکھیں بند کیے پڑا رہا،

لیکن اس مرتبہ شوبھا نے یہ کیا حرکت کی؟

اس کے پاؤں ہلا کر اُسے جگانے کی کوشش کیوں کر رہی ہے؟

آخر اس نے آنکھیں کھول دیں ـــــــــــ لیکن یہ شوبھا نہیں گل اندام تھی!

اس نے پاؤں سمیٹ لیے اور جھنجھلاتے ہوئے کہا،

یہ کیا حماقت ہے؟ ـــــــــــ مجھے سونے دو!

وہ بولی، کب تک سوتے رہیے گا؟ اُٹھیے بس اب کہ لذتِ خوابِ سحر گئی!

اسی طرح لیٹے لیٹے وہ گویا ہوا

ابھی مجھے نیند آ رہی ہے سونے دو!

وہ بولی پھر یہ نشاستہ ٹھنڈا ہو جائے گا!

ہو جانے دو ـــــــ!

پھر وہ روٹھ جائیں گی ـــــــ!

کون روٹھ جائے گا ـــــــ؟

راجکماری شوبھا ـــــــ!

کیوں میرے سونے یا جاگنے سے اُن کے روٹھنے کا کیا تعلق ہے؟

بہت بڑا اور بہت گہرا تعلق ہے؟ اُنھوں نے اپنے نازک ہاتھوں سے یہ نشاستہ منہ اندھیرے اُٹھ کر تیار کیا، مجھے میٹھی نیند سے بیدار کیا اور حکم دیا، جا شہزادے کو ابھی اپنے سامنے پلا آ، ذرا طاقت آ جائے گی، بہت کمزور ہو گئے ہوں گے!

عظیم اُٹھ بیٹھا، اونھ لاؤ، عجب ضد ہے ـــــــ!

گل اندام نے نشاستہ کا برتن پرے ہٹا لیا اور مسکراتی ہوئی بولی،

نہ جی چاہتا ہو نہ پیجیے کوئی زبردستی تو ہے نہیں، کہہ دوں گی انہیں نشاستہ ناپسند ہے ـــــــ!

بکو مت لاؤ ادھر!

بہت اچھا سرکار، نہیں بکتی، لیجیے حاضر ہے!

عظیم نے وہ نشاستہ پی لیا، پھر منہ پونچھتے ہوئے کہا،

بہت مزے کا ہے ـــــــ!

گل اندام نے سوال کیا،

اور لے آؤں ـــــــ؟

عظیم نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

نیکی اور پوچھ پوچھ ——— !

گل اندام پھر کوئی فقرہ چست کرنا چاہتی تھی کہ شوبھا خود چاندی کا ایک پیالا ہاتھ میں لئے نمودار ہوئی،

عظیم کو ایسا معلوم ہوا جیسے اندھیری رات میں چودھویں کا چاند نکل آیا!

شوبھا کو دیکھتے ہی اس کے چہرے پر سُرخی دوڑ گئی!

گل اندام سے ذرا جھلائے ہوئے لہجہ میں شوبھا نے کہا،

یہ نشاستہ، کسی اور کے لئے تو نہیں تھا، تم دو گھونٹ لے کر کیوں بھاگی بھاگی چلی آئیں؟ ——— کیا خود ڈھکوسنے کا ارادہ تھا!

عظیم نے دخل در معقولیت کرتے ہوئے کہا،

بڑی بدنیت ہے، یہ گل اندام قطعاً اپنے لئے چھوڑ آئی تھی!

شوبھا نے دو قدم آگے بڑھ کر وہ پیالا شہزادے کو پیش کرتے ہوئے کہا،

لیجئے پی لیجئے ——— !

عظیم نے تکلف کرتے ہوئے جواب دیا،

اب کے ضرورت ہے، پی لیا میں نے، کافی تھا!

وہ ایک ادائے خاص کے ساتھ گویا ہوئی،

بالکل کافی نہیں تھا ——— ! لیجئے، پی لیجئے!

عظیم نے پیالا ہاتھ میں لیتے ہوئے کہا،

آپ کا اصرار ہے تو خیر پیئے لیتا ہوں!

گل اندام جل کر بولی،

کہہ دوں ——— ؟ پھر نہ کہئے گا کچھ؟

وہ بولا؟ جو کہو گی، جھوٹ کہو گی، راجکماری کی نظر میں بھی تمہارا جھوٹا ہونا ثابت

ہے ـــــــــ!

راجکماری کو کچھ دلچسپی سی پیدا ہوگئی، اس نے گل اندام سے پوچھا،

کیا بات کہنے کی دھمکی دے رہی تھیں تم؟

وہ اور زیادہ جل کر گویا ہوئی،

میں تو جھوٹی ہوں یقین کون کرے گا میری بات کا؟

شوبھا نے مسکراتے ہوئے کہا،

ہم یقین کریں گے، کہہ کر دیکھو تو سہی!

گل اندام نے سارا واقعہ بتا دیا، اور کہنے لگی:

اگر ایک منٹ اور نہ آتیں آپ تو یہ خالی پیالا لے کر مجھے حاضر ہونا پڑتا، کہ اگر کچھ بچا کھچا نشاستہ باقی ہو تو اور مرحمت فرما دیجئے، شاہزادے صاحب کو بہت پسند آیا ہے، بلکہ ان کا بس چلے تو کچھ دنوں کیلئے کھانا پینا چھوڑ کر بس اس نشاستہ پر گزر کریں گے!

شوبھا ہنس پڑی،

جھوٹی کہیں کی ـــــــــ!

گل اندام خفا ہوگئی،

اسی لئے تو میں کہنا نہیں چاہتی تھی، پہلے تو باتوں میں لگا کر پوچھ لیا، جب سن لیا تو جھوٹا کہہ دیا ـــــــــ ہاں میں تو جھوٹی ہوں!

عظیم نے مسکراتے ہوئے کہا۔

شکر ہے آج زندگی میں پہلی بار سچ بولی ہو، یعنی خود تم نے بھی اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار کر لیا!

شوبھا کے ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگا!

* * *

اِنکشاف

شوبھا کے جانے کے بعد گل اندام نے سوال کیا،

میں بھی چلی جاؤں کیا؟

عظیم نے جواب دیا، میں نے بلایا کب تھا؟ ـــــــــ چلی جاؤ!

وہ ذرا بگڑتی ہوئی بولی،

آپ کو تو افسوس ہو رہا ہوگا کہ میں آئی ہی کیوں ـــــــــ؟

بالکل افسوس نہیں ہو رہا ہے؟ یہ کیوں سوچا تم نے؟

پھر اتنی سرد مہری سے کیوں کہا چلی جاؤ، میں نے بلایا کب تھا؟

عظیم ہنسنے لگا، اس نے مسکراتے ہوئے کہا،

گل اندام تمہیں مغالطہ ہو رہا ہے، شاید تم مجھے آصف خاں سمجھ رہی ہو؟ ان باتوں سے وہی زیادہ لطف اندوز ہو سکتا ہے، اور اسی کا یہ حق بھی ہے۔

وہ چڑتی ہوئی کہنے لگی،

آپ تو اپنا حق وصول کر چکے، مبارکباد قبول فرمایئے!

کیسا حق پگلی؟ آج تجھے ہو کیا گیا ہے؟ کچھ بھنگ پی کر آئی ہے!

نہیں بھنگ نہیں ـــــــــ نشاستہ!

اور پھر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑی، عظیم بھی اپنا تبسم ضبط نہ کر سکا وہ کہنے لگی،

کہیے کیسے پتہ کی بات کی ہے!

شہزادے نے جواب دیا!

اور تمہیں اس کے سوا آتا کیا ہے ـــــــــ؟

پہلے اس نے دروازہ کی طرف دیکھا کہ کوئی ہے یا نہیں، پھر کہنے لگی، میں کہتی ہوں اب واپس چلئے گا یا نہیں؟ ـــــــ شہنشاہ نے اس لئے تو آپ کو نہیں بھیجا تھا کہ یہیں دھونی مار کر بیٹھ جائیں ـــــــ بستر لگا دیا ہے ترے در کے سامنے ـــــــ!

شہزادے نے اس طنز کو نظر انداز کرتے ہوئے ذرا سنجیدہ لب ولہجہ میں جواب دیا،

گل اندام میرا خود بھی یہاں جی نہیں لگتا، شاید آج میں روانہ ہو گیا ہوتا، اگر یہ حادثہ نہ پیش آ گیا ہوتا، زخم کے مندمل ہونے میں چند روز لگ ہی جائیں گے، تب ہی کوچ کا سامان کروں گا!

گل اندام نے نگاہِ حیرت سے شہزادے کو دیکھا اور گویا ہوئی،

یہ میں کیا سن رہی ہوں؟ کہیں میرے کان مجھے دھوکا تو نہیں دے رہے ہیں؟ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ کہیں کچھ کا کچھ تو نہیں کہہ گئے ـــــــ؟

یہ کیوں ـــــــ؟

آپ کا یہاں جی نہیں لگتا ـــــــ واقعی؟ کیا یہ سچ ہے؟

ہاں بالکل سچ ہے ـــــــ!

اگر سچ ہے تو پھر آپ بے درد، بڑے بے رحم ہیں!

یہ کیا بات ہوئی؟ پھر دیوانگی کا دورہ پڑ گیا تم پر؟

آپ چلے جائیں گے، لیکن یہ بھی سوچا کسی کے دل پر کیا گذر جائے گی؟

وہ کون ہے؟ کیا تمہارا اشارہ شوبھا کی طرف ہے؟

بے شک اسی کی طرف ہے؟

لیکن اسے مجھ سے تعلق ـــــــ؟

اسی کو تو بے رحمی اور بے دردی کہتے ہیں ـــــــ کچھ نہیں جانتے آپ؟ کیا

اس سے محبت نہیں آپ کو؟

(یک بیک اور زیادہ سنجیدہ ہو کر) مجھے؟ ——— کیوں نہیں ہے؟ تم سے میری کون سی بات چھپی ہے؟ کیا تم نہیں جانتیں میں اس سے محبت کرتا ہوں؟

جانتی ہوں، لیکن ایک بات اور بھی ہے سرکار!

وہ کیا بات ہے گل اندام؟

مجھ سے شوبھا کی بھی کوئی بات چھپی ہوئی نہیں ہے اور میں جانتی ہوں کہ وہ بھی آپ سے محبت کرتی ہے، اور شاید آپ سے زیادہ کرتی ہے!

(چونک کر) یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟

جھوٹ ——— !

سچ بتاؤ گل اندام! (پھر ایک تاثر کے عالم میں) یہ میری زندگی اور موت کا سوال ہے ——— !

سرکار میں آپ کو دھوکا نہیں دے رہی ہوں، وہ آپ سے بے پناہ محبت کرتی ہے، وہ آپ پر ہزار جان سے فدا ہے، وہ گھنٹوں اور پہروں آپ کی باتیں مجھ سے سُنا کرتی ہے، جب آپ راج بھون میں آتے ہیں، وہ اپنے دروازے سے لگ کر، ایک چور کی طرح کھڑی ہو جاتی ہے، اور آپ کو تکا کرتی ہے، آپ کو دیکھ دیکھ خوش ہوتی ہے ——— آپ کی باتیں سن سن کر مسکراتی ہے، آپ کو اسطرح دیکھتی ہے جیسے کوئی بڑی نعمت اس کے سامنے موجود ہے، اور جب آپ چلے جاتے ہیں تو پھر کھو جاتی ہے، پھر وہ عالم خیال میں پہنچ جاتی ہے، کہنا کچھ چاہتی ہے کہتی کچھ ہے پوچھو کچھ جواب کچھ، سوال از آسماں، جواب از ریسماں!

لیکن میرے ساتھ تو اس کا طرزِ عمل بالکل غیروں اور اجنبیوں کا سا ہے، میں اگر کوئی بات بھی کرتا ہوں تو آنکھیں جھکا کر مختصر سا جواب دے دیتی ہے، اور اس طرح تیزی سے رفو چکر ہو جاتی ہے جیسے کڑی کمان سے تیر!

ہاں ایسا ہوتا ہوگا ـــــــــــــ!

کیوں ہوتا ہے ایسا ـــــــــــــ!

اس لئے کہ وہ شوبھا ہے ـــــــــــــ!

شوبھا ہے تو کیا ـــــــــــــ؟

ہوا یہ کہ شرم و حیا کی پتلی ہے، اگر آپ اس غلط فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ آپ سے چاؤ پیار کی باتیں کریں گی، یہ سادہ لوحی کی انتہا ہے!

نہ کرے لیکن اس قدر بھڑکتی کیوں ہے؟

انجام پر نظر کر کے ـــــــــــــ!

انجام کیسا ـــــــــــــ؟

آگرہ ہی میں جب ایک مرتبہ آپ شوبھا کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے، میں نے اشارے اشارے میں بتا دیا تھا، وہ انجام سے ڈرتی ہے!

کیسا انجام گل اندام ـــــــــــــ؟

آپ ایک شہنشاہ کے لڑکے ہیں وہ ایک معمولی ریاست کے فرماں روا کی لڑکی ہے۔

تو اس سے کیا ہوتا ہے ـــــــــــــ؟

آپ مسلمان ہیں وہ ہندو ہے ـــــــــــــ!

ہاں تو ـــــــــــــ

تو کیا یہ بیل منڈھے چڑھ سکتی ہے؟

کیا محبت بھی اس طرح کی رکاوٹوں کو خاطر میں لا سکتی ہے؟

پہلے نہیں لاتی تھی اب لاتی ہے ـــــــــــــ!

یہ کیوں گل اندام ـــــــــــــ؟

یہ اس لئے سرکار، کہ یہ شہنشاہ اکبر، اور شہنشاہ جہانگیر کا زمانہ نہیں ہے!

تم تو آج پہیلیاں بجھوا رہی ہو؟ ــــــــ شہنشاہ اکبر اور جہانگیر کا زمانہ کیوں یاد آ رہا ہے آج؟

اس لئے کہ شہنشاہ اکبر کے زمانے میں جودھ پور کی راجکماری سے شہنشاہ کی شادی ہو سکتی تھی، شہنشاہ جہانگیر کی شادی جے پور کی راجکماری سے ہو سکتی ہے، لیکن کیا شہنشاہ عالمگیر کے زمانے میں بھی ایسا ممکن ہے؟

کیوں ممکن نہیں ہے؟

اگر ممکن ہے تو آپ شہنشاہ کو راضی کر لیجیے، میں راجہ کرت سنگھ کو رضامند کرنے کی ذمہ داری لیتی ہوں، اگر کامیاب نہ ہوں تو میری گردن اڑا دیجیے گا۔

گل اندام نے جو باتیں کہی تھیں، وہ حقیقت اور سچائی پر مبنی تھیں، ان باتوں پر اب تک اس نے غور نہیں کیا تھا، یہ ٹھوس حقائق تھے، ان کی تردید ناممکن تھی، اس نے بڑی حسرت کے ساتھ پوچھا،

تو پھر کیا ہو گا گل اندام ــــــــ؟

گل اندام کو اس پر ترس آ گیا، اُس نے تسلی اور دل وہی کے لہجہ میں کہا،

یہی سوچ سوچ کر تو میری جان نکلی جا رہی ہے، لیکن آگرہ پہنچنے دیجیے، خدا نے چاہا تو کوئی نہ کوئی صورت آپ کی یہ باندی، جسے آپ نے بہن کا اعزاز بخشا ہے نکال ہی لے گی۔

عظیم کے چہرے پر رونق آ گئی اس نے کہا،

سچ گل اندام ــــــــ؟

وہ بولی، جی لیکن اتنا بڑا خطرہ آپ کی خاطر اپنے سر نہیں لے رہی ہے ــــــــ!

پھر کسی کیلئے کفن سر سے باندھ کر نکلنے کی تیاریاں کر رہی ہو؟

شوبھا کیلئے ــــــــ!

تم شوبھا کو مجھ سے زیادہ عزیز رکھتی ہو؟

ہاں ـــــــ اس معاملہ میں!

آخر وہ اتنی خوش قسمت کیوں ہے؟ اور میں اتنا بد قسمت کیوں ہوں؟

میں جانتی ہوں، آپ مرد ہیں، آپ ناکامی کے غم کو جھیل لے سکتے ہیں، رفتہ رفتہ یہ زخم دل جو آپ کو اتنا پریشان کئے ہوئے ہے خود بخود مندمل ہو جائے گا، لیکن شوبھا عورت ہے، عورت کے دل میں صرف ایک ہی مرتبہ زخم لگتا ہے، اور وہ کبھی مندمل نہیں ہوسکتا ـــــــ یقین کیجئے وہ مرجائے گی، جان دے دیگی، وہ آپ سے محروم ہو کر کسی طرح زندہ رہ سکتی ہی نہیں، خود مجھ سے کہہ چکی ہے!

(سراسیمہ ہوکر) کیا کہہ چکی ہے تم سے ـــــــ؟

یہی کہ اگر شہزادہ میرا نہ بنا تو میں اس دنیا سے کنارہ کرلوں گی، ہرگز زندہ نہ رہوں گی! اور واقعی وہ ایسا کر گزرے گی!

لیکن گل اندام ـــــــ!

اتنے میں کچھ آہٹ سی ہوئی، دونوں خاموش ہو گئے ـــــــ! یہ شوبھا تھی ـــــــ!

شوبھا کو دیکھ کر عظیم کھسک گیا، اُس نے گل اندام سے پوچھا،

یہاں کیا کر رہی ہو تم؟

وہ بولی، کچھ نہیں شہزادے نے یاد کیا تھا حاضر ہوگئی!

اور ہم جو اتنی دیر سے تمہیں تلاش کر رہے ہیں؟

کیوں خیریت؟ ـــــــ کوئی خاص بات ہے؟ فرمایئے!

بات تو کوئی خاص نہیں لیکن نہ جانے تم اس وقت بہت یاد آئیں، جی چاہا تم سے باتیں کریں، تلاش کیا تو لا پتہ، خود ڈھونڈنے نکلی اور آخر پالیا ـــــــ!

آؤ، اب یہاں کھڑی منہ کیا تک رہی ہو میرا؟

گل اندام نے کوئی جواب نہیں دیا چپ چاپ ساتھ ہولی،

* * *

باتوں باتوں میں!

شوبھا پسینہ میں شرابور ہو رہی تھی! اس کا خوبصورت چہرہ اس وقت کچھ اور سرخ ہو گیا تھا، عظیم نے کہا،

راجکماری آپ پسینہ پسینہ کیوں ہو رہی ہیں؟

اُس نے مسکراتے ہوئے لٹ اپنے چہرے سے ہٹائی، اور بولی،

کچھ نہیں، یوں ہی ——— !

پھر گل اندام پر خفا ہوتی ہوئی بولی،

تم یہاں کیا کر رہی ہو ——— ؟

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

اور شہزادے صاحب سے کچھ نجی اور ذاتی قسم کی باتیں کر رہی تھیں!

شوبھی کو ہنسی آ گئی، اُس نے کہا،

ذاتی اور نجی باتیں بعد میں کرتی رہنا ——— !

اس وقت کیا کروں ——— ؟

میں تو اپنا کام ختم کر آئی، جو کچھ پکانا تھا پکا آئی، اب تمہاری باری ہے، جاؤ جو کچھ کہہ رہی ہوں تمہیں اسے تیار کر ڈالو، اب کھانے کا وقت قریب آ گیا ہے، شہزادے کو بھوک لگ رہی ہوگی!

گل اندام سادگی سے بولی

آپ کی محنت بھی اکارت گئی، اب میں بھی کیا کروں گی، پاپڑ بیل کر شہزادے کو تو بھوک ہی نہیں ہے وہ تو کچھ کھانے سے رہے!

شوبھا پریشان ہوگئی، اس نے پہلی مرتبہ شہزادے سے سوال کیا،

کیا واقعی ——— !

وہ مسکراتا ہوا بولا!

بکتی ہے ——— جاؤ گل اندام اب تمہارے پکانے ریندھنے کی ضرورت نہیں ہے، میرا دماغ خراب نہیں ہے کہ خواہ مخواہ منہ کا مزا خراب کروں۔

راجکماری نے جو کچھ پکالیا ہے، وہ کافی ہے لے آؤ جا کر ——— !

گل اندام جانے کیلیے مڑی، چلتے چلتے کہنے لگی،

آیئے راجکماری ——— !

عظیم نے لقمہ دیا، وہ کیوں تمہارے ساتھ جائیں؟ ویسے ہی پسینہ پسینہ ہو رہی ہیں ——— بیٹھیے راجکماری،

لیکن شوبھا بیٹھی نہیں، گل اندام کے ساتھ چلنے لگی، شہزادے نے پھر اُسے روکا،

راجکماری آپ بیٹھیے، جب گل اندام آئے تب چلی جایئے گا!

شہزادے کا حکم ٹالنا بھی اس کے بس سے باہر تھا، بیٹھ گئی، سمٹی سمٹائی، شہزادے نے کہا۔

آپ نے جس شان سے میری میزبانی کی ہے اسے زندگی بھر یاد رکھوں گا

راجکماری کے چہرے پر پھر سُرخی پھیل گئی، کہنے لگی،

شرمندہ نہ کیجیے، میں تو کچھ بھی نہ کرسکی، مجھے بہت غم رہے گا اس کا!

یہ آپ کا انکسار ہے، ورنہ میرا دل ہی جانتا ہے، آپ کی عنایتوں اور نوازشوں کی میں یہاں ایک بہت بڑی، قیمتی اور گراں بہا پونجی اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہوں، آپ جانتی ہیں وہ کیا ہے؟

کچھ تامل کے بعد اُس نے نظریں نیچی کیے کیے جواب دیا،

میں تو نہیں جانتی ——— !

شہزادہ نے ایک تاثر کے عالم میں کہا!

وہ ہے آپ کی یاد!

یہ الفاظ سُن کر شوبھا چونک پڑی، اُس نے ایک چھچھلتی سی نظر شہزادے کے رُخِ انور پر ڈالی، پھر شرما کر گردن جھکالی، اور اپنے دوپٹے کے پلو کو مروڑنے لگی،

شہزادہ نے کہا،

میرے یہ الفاظ آپ کو گراں تو نہیں گزرے؟ ناگوار تو نہیں ہوئے؟

راجکماری جواب نہ دے سکتی، لیکن خاموش بھی نہ رہ سکی آخر اس نے ایک بات پیدا کرلی، کہنے لگی،

آپ کی بہادری، آپ کی شرافت، آپ کا ایثار، یہ ایسی چیزیں ہیں کہ ہم لوگ بھی زندگی بھر انہیں یاد رکھیں گے ______!

یہ آپ میری تعریف کر رہی ہیں راجکماری؟

آپ نے جس طرح راستے بھر میری حفاظت کی، اور کل جس طرح پتا جی کو شیر کے پنجہ سے چھڑایا، کیا یہ ایسی باتیں ہیں کہ بھلائی جاسکیں ______!

مجھے اس کا افسوس ہے کہ آپ ہم لوگوں سے مانوس نہ ہوسکیں!

یہ آپ کیسے کہہ رہے ہیں؟

اگر یہ غلط ہوتا تو اس قدر جلد آپ آگرہ سے واپس نہ چلی آتیں!

آگرہ ______ میرا جی تو چاہتا تھا وہیں رہوں، وہاں کی فضا، وہاں کا ماحول، وہاں کے لوگ اور خاص طور پر شہزادی زیب النساء کا لُطف وکرم، اور شہنشاہ والا جاہ کی شفقت ورحمت یہ ایسی چیزیں ہیں جو زندگی کے ساتھ ہیں، انہیں کبھی بھی فراموش کرنا ممکن نہیں۔

آگرہ بھی ہمیشہ آپ کو یاد رکھے گا!

اور میں بھی ______!

راجکماری میں بہت جلد یہاں سے رخصت ہو رہا ہوں، شاید اس کے بعد ہم کبھی نہ مل سکیں ______!

شوبھا یہ سن کر لرز گئی، اس پر سکتہ کی سی کیفیت طاری ہوگئی، اس نے لرزتی ہوئی آواز میں کہا،

آپ جارہے ہیں ______!

اور اس کے بعد وہ کچھ نہ کہہ سکی ______!

اس کی آنکھیں خشک تھیں، لیکن رو رہی تھیں ______!

اس کے لب بند تھے، لیکن لرز رہے تھے۔

اس کی زبان خاموش تھی، لیکن وہ شکوہ سنج تھی!

گل اندام نے ابھی ذرا دیر پہلے شوبھا کا جو نقشہ کھینچا تھا، وہ اس کے انتہائی ضبط کے باوجود نمایاں تھا، اور اُسے شہزادہ عظیم اچھی طرح محسوس کر رہا تھا،

دونوں خاموش تھے، دونوں بہت کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن کسی میں یارائے تکلم نہ تھا ______!

آخر شوبھا نے طلسم سکوت توڑتے ہوئے کہا،

اتنی جلدی کیا ہے چلے جایئے گا!

کب چلا جاؤں؟ کتنے دن ہوگئے مجھے آئے ہوئے؟

یہ تو میں نہیں جانتی، لیکن ایسا لگتا ہے، جیسے کل ہی آئے ہیں آپ ______!

یہ کہتے کہتے وہ خاموش ہوگئی، اور اس کے چہرے پر ایک عجیب قسم کی انفعالی کیفیت طاری ہوگئی ______!

شہزادہ عظیم نے کہا "راجکماری سچی بات تو یہ ہے کہ میرا جانے کا بالکل جی نہیں چاہتا، میرا بس چلے تو یہیں رہ پڑوں زندگی بھر کیلئے لیکن ______!

لیکن پھر آپ کو کون مجبور کر رہا ہے جانے کیلئے ______!

حالات ـــــــــــــ!

میں بالکل نہیں سمجھی حالات سے آپ کا کیا مطلب ہے؟

یہاں رہنا چاہتا ہوں یہاں سے جانا نہیں چاہتا، لیکن بتایئے، کیا کہہ کر رہوں؟ کیا یہ کہہ دوں کرت پور مجھے پسند آ گیا ہے میں آگرے جانا نہیں چاہتا!

(مسکرا کر) کہہ دیجئے!

پھر میری جگہ نہ کرت پور میں ہوگی، نہ آگرہ میں! ــــــــــ آپ آگرہ کیوں نہ آئیں!

میں تو آؤں گی، مجھ سے شہنشاہ نے وعدہ لے لیا ہے، میں برابر آیا کروں گی!

بس تو مجھے جانے دیجئے، میں اس مبارک دن کا انتظار کروں گا جب آپ آگرہ آئیں گی ــــــــــ!

لیکن اس مبارک دِن کے انتظار میں یہاں سے اس قدر جلد رخصت ہونے کی کیا ضرورت ہے ــــــــــ؟ ابھی تو آپ کا زخم بھی مندمل نہیں ہوا ہے ــــــــــ!

زخم؟ ــــــــــ ہاتھ کا!

جی ــــــــــ کیا کہیں اور بھی زخم آیا ہے!

آیا تو ہے ــــــــــ!

کہاں؟ بتایئے، دکھایئے ــــــــــ!

نہیں راجکماری، اسے بتایا نہیں جا سکتا، دکھایا نہیں جا سکتا، وہ صرف محسوس کیا جا سکتا ہے اور میں اسے محسوس کر رہا ہوں، اسے صرف میں دیکھ سکتا ہوں اور دیکھ رہا ہوں۔

تشبیہ اور استعارے کی یہ باتیں جو بہت احتیاط کے ساتھ شہزادہ عظیم نے کی تھیں شوبھا کی سمجھ میں اچھی طرح آ گئیں، اس کا دل خوشی سے بے خود ہو رہا تھا، آج پہلی مرتبہ اس نے محسوس کر لیا کہ جو کانٹا اس کے دل میں چبھا تھا، وہی کانٹا عظیم کے دل میں بھی تیر کی طرح پیوست تھا ــــــــــ!

اور یہ سوچتے سوچتے، پھر اس کا چہرہ زرد پڑ گیا، پھر اُسے وہ اونچی دیوار یاد آ گئی، جو دونوں کے درمیان حائل تھی!

وہ سوچنے لگی کیا انجام ہوگا اس چاہت کا؟ کیا یہ بیل منڈھے چڑھ سکے گی؟

دل نے ابھی کوئی جواب نہیں دیا تھا کہ دو باندیوں کے سر پر دو بڑے بڑے خوان رکھوائے گل اندام وارد ہوئی،

لیجئے خاصہ حاضر ہے ——— !

عظیم نے خوانوں پر ایک نظر ڈالی اور پوچھا،

پہلے یہ یقین دلاؤ کہ تمہارے بدمزہ اور بے سواد ہاتھ کی تو کوئی چیز اس میں شامل نہیں ہے ——— ؟

وہ جل کر اور روٹھ کر بولی،

جی نہیں یہ سب راجکماری کی ہنرمندیوں کا نمونہ ہے ——— !

عظیم نے ایک شہزادے کے لب ولہجہ میں کہا،

ثبوت جو کچھ تم کہہ رہی ہو سچ ہے؟

وہ تیوری چڑھا کر بولی،

ثبوت کی کیا ضرورت ہے؟ کھانے کا سواد خود بتائے گا جھوٹ بول رہی ہوں یا سچ؟ میری بات کا تو اعتبار آپ کو آنے سے رہا!

عظیم نے اسی انداز میں کہا،

تمہاری دلیل مضبوط تر ہے ہم اسے تسلیم کیے لیتے ہیں، ہم تمہیں معاف کرتے ہیں، خوان رکھ دو، اور جاؤ تمہیں آصف خاں کے دربار میں طلب کیا گیا ہے ——— !

وہ ہنسنے لگی، آپ تو اپنے دربار میں موجود ہیں ——— مبارک!

شوبھا کٹ گئی، عظیم بھی سٹ پٹا گیا، مگر گل اندام؟ بوئے گل کی طرح جا چکی تھی!

* * *

اقرار

رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی،

شوبھا اور گل اندام میں باتوں کا جو سلسلہ شروع ہوا تھا وہ اب تک ختم ہونے میں نہیں آیا تھا، آخر گل اندام کی آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں، اس نے آنکھ ملتے ہوئے کہا ـــــــــ!

سرکار بڑے زور کی نیند آ رہی ہے، اب جاتی ہوں!

شوبھا نے اُسے روکا، کیا کرو گی ابھی سے جا کر بیٹھو!

وہ بے بسی کے ساتھ بولی،

لیکن نیند جو آ رہی ہے سرکار، آنکھیں خود بخود بند ہوئی جا رہی ہیں۔

شوبھا کہنے لگی، اچھا جاؤ ہم تو جاگیں گے!

گل اندام نے پوچھا، کیوں جاگیں گی؟ آپ بھی سو رہئے!

وہ بولی، سو تو جاتی گل اندام لیکن نیند کا کہیں کالے کوسوں پتہ نہیں ہے!

کیوں میری سرکار؟ ـــــــــ آخر کوئی سبب بھی تو ہو گا؟

بظاہر تو کوئی سبب نہیں، نہ بخار ہے، نہ سر میں درد ہے نہ جانے کیوں جی اندر سے بیٹھا جاتا ہے، دل بکل ہے، کسی کام میں جی نہیں لگتا، کچھ سوچتی ہوں تو کہیں سے کہیں پہنچ جاتی ہوں ـــــــــ!

میں پھر وہی پوچھوں گی کیوں ـــــــــ؟

کیوں گل اندام تمہاری یہ حالت کبھی نہیں ہوئی؟

کئی دفعہ ہو چکی ہے سرکار، اور اب بھی کبھی کبھی ہو جاتی ہے!

اچھا، ـــــــــ کیوں؟

جب آصف خاں سے میں نے محبت شروع کی تھی، تو اکثر میرا حال ایسا ہی ہو جایا کرتا تھا، جب سے میری اس کی شادی طے پا چکی ہے، دل مطمئن ہے، لیکن کبھی کبھی اب بھی ڈانوا ڈول ہونے لگتا ہے،

بڑی بے غیرت ہو گل اندام خدا بچائے تم سے!

یہ کیوں سرکار ـــــــــ؟

کیسی بے حیائی سے اپنی محبت کی کہانی بیان کر رہی ہو؟

سرکار میں نے کہانی تو آپ کو نہیں سنائی، صرف اس کی طرف اشارہ کیا تھا ذرا سا ـــــــــ!

تو کیا کہانی سُنانے کا بھی ارادہ ہے؟

اگر آپ سننا پسند کریں ـــــــــ!

اچھا تو سناؤ، رین تو کٹے کسی طرح ـــــــــ!

لیکن کیا کیجئے گا سُن کر، خواہ مخواہ آپ کی طبیعت اور پریشان ہو گی!

کہانی تم سناؤ گی اور طبیعت خراب ہو گی، اس کا کیا تک ہے بھلا!

بات یہ ہے کہ آپ بھی تو محبت کرتی ہیں، پھر آپ کو اپنی کہانی یاد آنے لگے گی!

(زیر لب تبسم کے ساتھ) آ گئیں تم پھر اپنی اوقات پر!

سچ کہتی ہوں میں تو اس فکر میں گھلی جا رہی ہوں، ایک طرف آپ کی ٹھنڈی آہیں اور گرم آنسو دیکھتی ہوں، دوسری طرف شہزادے ہیں کہ ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں ان کی حالت بھی نہیں دیکھی جاتی!

کیا کہا گل اندام؟

شہزادے کی حالت بھی نہیں دیکھی جاتی!

کیوں انہیں کیا ہوا ہے ـــــــــ؟

تو کیا آپ سمجھتی ہیں تالی ایک ہی ہاتھ سے بجتی ہے، صرف آپ ہی محبت کرتی ہیں وہ نہیں کرتے!

ضرور کرتے ہوں گے، نہ جانے کس کس سے کر چکے ہوں گے!

ایسا نہ کہئے ——— وہ صرف آپ سے کرتے ہیں، انہوں نے آپ کے سوا کسی سے محبت نہیں کی، وہ ہزار جان سے فدا ہیں آپ پر!

جھوٹی کہیں کی ———!

جو چاہے کہہ لیجئے، مگر بات وہی ہے، جو میں نے کہی!

تجھے کیا معلوم ———؟

مجھی کو نہ معلوم ہوگا تو کسے ہوگا؟ آپ نے تو بڑی مشکل سے مجھے اپنا رازدار بنایا ہے، وہ بھی نامکمل، وہ تو اپنے دل کی کوئی بات مجھ سے چھپا ہی نہیں سکتے!

تو اُنہوں نے کیا کہا تجھ سے ———؟

وہی جو ایک محبت کرنے والا کہتا ہے!

لیکن تم نے تو آج تک مجھ سے کچھ نہیں کہا!

ہاں ——— میں انہیں تول رہی تھی، آزما رہی تھی ——— پرکھ رہی تھی ———!

کیوں ———؟

یہ دیکھنے کیلئے کہ سچی محبت ہے یا وقتی جوش!

پھر کیا دیکھا تم نے ———؟

وہ سچے دل سے آپ کو چاہتے ہیں!

(ٹھنڈی سانس لے کر) وہ مجھے کیوں چاہیں گے، کون سی ایسی خوبی ہے مجھ میں!

وہ کون سی خوبی ہے جو آپ میں نہیں، آپ تو لاکھوں میں ایک ہیں ـــــــــ!

نہیں گل اندام میں ان کے قابل نہیں ہوں!

یہ اتنا انکسار کیوں سوجھ رہا ہے اس وقت؟

انکسار نہیں امر واقعہ ہے ـــــــــ ذرا سوچو تو سہی میرا ان کا جوڑ کیا ہے ـــــــــ؟

وہی جو چاند اور سورج کا ہوتا ہے ـــــــــ!

پھر چھیڑنے لگیں تم ـــــــــ؟

خدا جانتا ہے سچ کہہ رہی ہوں!

اچھا سچ سہی ـــــــــ پھر بھی ہم دونوں کبھی مل نہیں سکتے، کبھی ایک نہیں ہو سکتے ـــــــــ!

ہاں میں خود بھی اکثر سوچا کرتی ہوں ـــــــــ؟

میرے ان کے رتبے میں فرق ہے، میرے ان کے دین میں تہذیب میں، معاشرت میں ہر چیز میں فرق ہے!

اس فرق کے باوجود بھی مغلیہ خاندان میں اس طرح کے ملاپ کی مثالیں ملتی ہیں!

ہاں ملتی تو ہیں لیکن ہمارے شہنشاہ دوسرے مزاج کے آدمی ہیں وہ نہیں گوارا کر سکتے!

شاید کر لیں!

مشکل ہے گل اندام ـــــــــ سچ پوچھو تو آگرہ سے کرت پور میں اسی لئے آئی تھی کہ شاید شاہزادے کو بھول جاؤں، شاید محبت کی یہ آگ جو میرے سینہ میں سلگ رہی ہے بجھ جائے، اگر میں وہاں رہتی تو یہ محبت نہ جانے میرا کیا حشر کر ڈالتی!

اچھا تو یہ راز تھا آپ کی تشریف آوری کا، جس سے ہم اب تک بے خبر رہے؟

ہاں گل اندام ــــــــ لیکن میری یہ تدبیر بھی کامیاب نہیں ہوئی!

محبت کی آگ کہیں بجھتی ہے سرکار!

شاید بجھ جاتی! اگر شہزادے میرے ساتھ نہ آئے ہوتے'' اگر انہوں نے اپنی زندگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے، راستے بھر میری حفاظت نہ کی ہوتی، اگر وہ اتنے من موہن نہ ہوتے، اگر انہوں نے میرے باپ کو زندہ رکھنے کیلئے اپنی جان کی بازی نہ لگا دی ہوتیں پہلے تو صرف میرا دل ان سے محبت کرتا تھا ــــــــ!

اور اب ــــــــ؟

اب میرا رواں رواں ان کا کلمہ پڑھ رہا ہے! ــــــــ گل اندام کیا انجام ہوگا اس محبت کا!

خدا نے چاہا تو اچھا ہی ہوگا ــــــــ دونوں طرف ہے آگ برابر لگی ہوئی ــــــــ! ایک بات بتاؤں راج کماری!

پوچھتی کیوں ہو؟ ــــــــ بتاؤ نا؟

شہزادے کی محبت آپ کی محبت کی طرح رفتہ رفتہ نہیں بڑھی، وہ پہلے دن سے شروع ہی سے آپ کو دیوانہ وار چاہ رہے ہیں ــــــــ!

ممکن ہے تمہارا بیان صحیح ہو لیکن گل اندام یہ محبت میری جان لے کر رہے گی!

جان لے کر رہے گی؟ یہ کیا کہہ رہی ہیں آپ؟

دیکھ لینا تمہارے اور شہزادے کے جانے کے بعد میں زندہ نہیں رہ سکوں گی، اگر موت نہ آئی تو میں خود اُسے بلاؤں گی، اور جان دے دوں گی ــــــــ!

کہیں ایسا غضب نہ کیجئے گا!

صرف یہی ایک راستہ کھلا ہوا ہے میرے لئے!

اچھا ایسا ضرور کیجئے گا، لیکن مجھے کچھ موقع تو دیجئے، کوشش کا، اگر میں ناکام ہو

جاؤں تو بیشک پھر آپ کو اختیار ہے، جو جی میں آئے کر ڈالیئے گا!

تم کیا کرو گی ــــــــــــــ؟

یہ آنے والے چند دن بتائیں گے، دھیرج رکھیئے، اور دیکھیئے میری کوششوں کا نتیجہ کیا ہوتا ہے ــــــــــــ!

* * * * *

شہزادی زیب النساء کی علالت

کرت پور میں عظیم کا جی لگ گیا تھا، شوبھا سے کسی نہ کسی بہانے ملاقات ہو ہی جاتی تھی، کچھ باتیں بھی ہو جاتی تھیں، دل کی بات زبان تک لانے میں کسی کو یارا نہیں تھا پھر بھی پردے پردے میں دونوں کے منہ سے کوئی نہ کوئی ایسی بات نکل ہی جاتی تھی جو دل جذبات و تاثرات کی غمازی کر جاتی تھی، ان باتوں سے صرف ایسی کسی کسی وقت کی دو چار باتوں سے بھی محروم و مایوس دلوں کو تسکین کی نعمت مل جاتی تھی!

کرت پور میں عظیم کو رہتے ہوئے تین مہینہ سے زیادہ کی مدت گزر چکی تھی، اب بھی حالت یہ تھی کہ شوبھا کے ذرا سے اصرار پر کرت سنگھ کی مشفقانہ ضد سے وہ قیام میں توسیع پر خوشی خوشی راضی ہو جاتا تھا!

لیکن اس اثناء میں ایک واقعہ ایسا پیش آیا جس نے عظیم کو فوراً رختِ سفر باندھنے پر مجبور کر دیا ______!

آگرہ سے شاہی قاصد ڈاک کی سواری پر کرت پور وارد ہوا اور اس نے اطلاع دی کہ شہزادی زیب النساء کا مزاج ناساز ہے اُسے فوراً آگرہ پہنچنا چاہئے!

یہ ایسا پیام تھے جسے وہ کسی طرح رد نہیں کر سکتا تھا، ایک تو اس لئے کہ شاہی پروانہ پہنچا تھا اور اس کی تعمیل لازمی تھی، دوسرے اس لئے کہ اسے خود بھی اپنی بہن سے غیر معمولی محبت تھی!

یہ پیام پاتے ہی وہ سیدھا راجہ کرت سنگھ کے پاس پہنچا، وہ اُسے دیکھ کر کھڑا ہو گیا اور محبت و شفقت کے ساتھ اپنے سنگھاسن پر بٹھاتے ہوئے کہا،

خیریت تو ہے، یا آج اس طرح ناوقت کیسے آ گئے تم؟

عظیم نے کوئی جواب نہیں دیا، شاہی نامہ اس کے سامنے رکھ دیا!

شاہی نام دیکھ کر کرت سنگھ کھڑا ہو گیا، اُسے سر پر رکھا، پھر اُسے پڑھنا شروع کیا، پڑھتا جاتا تھا، اور رنگ رخ بدلتا جاتا تھا، جب پڑھ چکا، تو کہنے لگا،

ہاں بیٹے تم جا سکتے ہو، اب میں تمہیں نہیں روک سکتا ———— !

عظیم نے کہا، میں کل صبح نماز فجر کے بعد روانہ ہو جانا چاہتا ہوں ———— !

کرت سنگھ کچھ سوچنے لگا پھر گویا ہوا،

اتنی جلد میرے لئے تیار ہونا مشکل ہوگا، لیکن کوئی بات نہیں چلوں گا!

عظیم نے اُسے حیرت سے دیکھا اور سوال کیا،

آپ چلیں گے؟ ———— کہاں؟

وہ بولا، جہاں تم جا رہے ہو، شہزادی کی علالت کی خبر آئے، اور میں تمہیں چپ چپاتے روانہ کر دوں، خود یہیں بیٹھا رہوں؟ کیا یہ ممکن ہے ————؟ نہیں بیٹے یہ ناممکن ہے، قطعاً ناممکن ہے کرت سنگھ تمہارے ساتھ چلے گا، صبح وہ تمہیں بالکل تیار ملے گا!

عظیم نے اس ارادے سے اُسے باز رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا،

لیکن آپ یہ زحمت کیوں اُٹھا رہے ہیں؟

یہ میرا فرض ہے میرے بچے!

پھر چلے آیئے گا اطمینان سے مجھے کل صبح چلا جانے دیجئے!

نہیں ایسا نہیں ہو سکتا ———— آؤ اندر راج بھون میں چلو، یہ معاملہ تمہاری ماتا جی کے سامنے رکھتے ہیں، دیکھیں وہ کیا کہتی ہیں، جو ان کا فیصلہ ہوگا وہ ہمیں منظور ہوگا!

عظیم کو یقین تھا رانی پدماوتی کرت سنگھ کو ابھی جانے کی اجازت نہیں دیں گے، کیونکہ اتنے بڑے حادثہ سے وہ بال بال بچا تھا، اور ساری ریاست میں جشن اور تقریبات تہنیت کا سلسلہ جاری تھا، اس نے کہا،

بالکل ٹھیک رائے ہے آپ کی چلئے ———— !

دونوں راج بھون میں پہنچے، رانی پدماوتی کے پاس گل اندام اور شوبھا بھی بیٹھی ہوئی تھیں شہزادے اور راجہ کو دیکھ دونوں کھڑی ہو گئیں، پھر شوبھا نے اپنے کمرے کا رُخ کیا، لیکن کرت سنگھ نے اُسے روک لیا،

بیٹی شوبھا تو کہاں جارہی ہے!

وہ جاتے جاتے بولی،

کہیں نہیں پتا جی______!

پتا جی نے کہا، یہاں تو ایک معاملہ درپیش ہے!

وہ آئی اور آکر ماں کے پاس بیٹھ گئی،

رانی پدماوتی نے گفتگو کا آغاز کیا،

کون سی ایسی بات ہے، کہ لڑکی کو بھی مشورہ کیلئے بُلایا جارہا ہے!

کرت سنگھ نے کہا۔" رانی بڑی اہم بات ہے، میں تم دونوں سے مشورہ لینا چاہتا ہوں، جو تمہارا فیصلہ ہوگا، اُسے ہم دونوں مان لیں گے!

رانی نے مسکراتے ہوئے عظیم کی طرف دیکھا اور پوچھا،

تو کیا کوئی اختلاف پیدا ہو گیا ہے تم دونوں میں کسی بات پر؟

کرت سنگھ نے جواب دیا،

ہاں بہت اہم معاملہ ہے، اور بہت اہم اختلاف ہے، اب اس گتھی کو تمہی سلجھا سکتی ہو______!

بدماوتی نے اُلجھتے ہوئے کہا،

لیکن معلوم بھی تو ہو بات کیا ہے؟

کرت سنگھ بتایا،

آگرہ سے شاہی قاصد آیا ہے، اور وہ یہ خبر لایا ہے کہ شہزادی زیب النساء کا مزاج ناساز ہے، شہزادے کو فوراً آگرہ پہنچ جانا چاہئے،

پدماوتی نے اضطراب اور تشویش کے ساتھ پوچھا!

نصیب دشمناں کیا طبیعت خراب ہے؟

عظیم نے جواب دیتے ہوئے کہا:

یہ تو کچھ نہیں لکھا ہے، صرف علالت کا اور میری طلبی کا فرمان ہے!

رانی پدماوتی نے تالی بجائی، فوراً دو باندیاں حاضر ہوئیں، ایک کا نام لاجونتی تھا، دوسری کا جوہی،

پدماوتی نے جوہی سے کہا،

جا راج گورو سے کہہ کہ آگرہ سے شہزادی کی بیماری کی اطلاع ہے، فوراً ہون کا انتظام کریں، اور اس کی صحت وسلامتی کیلئے پاٹھ شروع کردیں،

جوہی چلی گئی،

پھر پدماوتی نے لاجونتی سے کہا،

خزانہ سے پانچسو اشرفیاں لے کر ابھی غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کرادے اور ان سے دعا کرا کہ شہزادی جلد از جلد تندرست ہوجائے۔

پدماوتی نے دُکھ اور افسوس سے بھرے ہوئے لہجہ میں کہا!

میں نے شہزادی کو دیکھا نہیں ہے، لیکن شوبھا سے اس کی تعریف سُن چکی ہوں، وہ غریبوں کی مدد کرتی ہے، محتاجوں کے کام آتی ہے۔ ناداروں کو زردار بنادیتی ہے۔ نماز روزے کی سختی سے پابند ہے، باپ کی اور بھائیوں کی خدمت کرتی ہے، غلاموں، باندیوں اور خادموں کے ساتھ اس کا برتاؤ بہت اچھا ہے اور شوبھا کے ساتھ اُس کا سلوک بالکل وہی تھا جو بہن کا بہن کے ساتھ ہونا چاہئے، کیا کہوں، یہ خبر سُن کر میرے دِل کی کیا حالت ہورہی ہے۔ اگر میں خود بیمار اور کمزور نہ ہوتی، تو خود اڑ کر وہاں پہنچتی، اس کی تیمارداری کرتی، اور جب تک وہ اچھی نہ ہوجاتی وہیں رہتی، لیکن کیا کروں مجبور ہوں گٹھیا کی وجہ سے پاؤں بالکل رہ گئے ہیں، دو قدم چلنا بھی مشکل ہے ———!

یہ کہتے کہتے پدماوتی کی آواز بھرا گئی اور آنکھیں آب گوں ہوگئیں ــــــــ! عظیم پدماوتی کے اس خلوص اور محبت سے عظیم بہت متاثر ہوا، اس نے کہا۔

آپ کے جانے کا تو اس حالت میں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا، میں آپ کے یہ جذبات محبت ان تک پہنچادوں گا۔ اس سے انہیں بہت تسکین ہوگی۔

* * *

رانی پدماوتی کا فیصلہ

اس خبر سے پدماوتی نے اتنا اثر لیا اور فوراً راج گرو، خیرات صدقہ اور اپنی مجبوریوں کے بیان میں اتنی منہمک ہوگئیں کہ کرت سنگھ کو اپنا اور شہزادۂ عظیم کا اختلاف پیش کرنے کا موقع ہی نہیں ملا،

لیکن جب یہ سارے مرحلے ختم ہولئے تو اس نے کہا!

اب اجازت ہے وہ بات کہوں جس کے لئے میں آیا تھا!

پدماوتی کو جیسے کچھ یاد آ گیا، اس نے کہا۔

ارے ہاں ــــــ یہ خبر سُن کر اتنی بدحواس ہوگئی، کہ ہوش ہی نہیں رہا!

کرت سنگھ نے پوچھا،

اب تو ہوش میں ہو؟ ــــــ؟

وہ بولیں، ہاں ہوں کیوں نہیں ــــــ!

شہزادۂ عظیم صبح آگرہ جا رہا ہے ــــــ!

وہ بولیں، ہاں ضرور جانا چاہئے، بھگوان اس کی بہن کو اور اسے سلامت رکھے، یہ آنا جانا زندگی کے ساتھ ہے ــــــ پھر آئے گا کچھ دنوں کے بعد ــــــ کیوں بیٹے آؤ گے نا؟

عظیم نے آمادگی اور مستعدی کے ساتھ جواب دیا۔

ہاں ضرور آؤں گا، آپ سے تو مجھے اتنی محبت ہوگئی ہے کہ کہہ نہیں سکتا ــــــ!

شاید شوبھا کو بھی اتنی محبت نہ ہو!

پدماوتی کو یقین آ گیا، اُنہوں نے محبت بھری نظروں سے عظیم کو دیکھا اور گویا ہوئیں ____________!

دل سے دل کو راہ ہوتی ہے بیٹے ____________ جب میں تجھے اتنا چاہتی ہوں جتنا شوبھا کو تو پھر کیوں نہ مجھے اس کی طرح چاہے گا ____________!

رانی پدماوتی کی یہ عادت تھی کہ اپنے آگے کسی دوسرے کی وہ مشکل سے سنتی تھیں، چنانچہ اتنی دیر ہوگئی وہ صرف اپنی ہی کہتی رہیں، کرت سنگھ نے بار بار اپنا مقدمہ ان کے حضور میں فیصلہ اور تصفیہ کیلئے پیش کرنا چاہا، مگر موقع ہی نہ ملا،

آخر جل کر اس نے کہا،

تو پھر میں جاتا ہوں، تم اطمینان سے جتنی دیر چاہو عظیم سے باتیں کرنا، جب فارغ ہو جانا تو مجھے بلا لینا ____________!

اتنی دیر میں پدماوتی بالکل بھول چکی تھی کہ کرت سنگھ کیوں آیا تھا، اور کیا کہنا چاہتا تھا، چنانچہ اس نے بغیر کسی تامل کے اجازت دے دی،

عظیم اگرچہ بہن کی علالت سے بہت آشفتہ خاطر تھا، لیکن بے ساختہ اس کے ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگا، اس نے کہا۔

ماتا جی لیکن ہمارے جھگڑے کا آپ نے فیصلہ تو کیا ہی نہیں!

اب پدماوتی کو یاد آیا یہ دونوں کیوں آئے تھے، کہنے لگی۔

کیا کروں بیٹے، اس بیماری نے میرے ہوش و حواس چھین لئے ہیں، بہت جلد بھول جاتی ہوں، کچھ یاد نہیں رہتا۔

عظیم نے پھر انہیں موضوع پر لانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

اسی لئے تو میں نے آپ کو یاد دلایا،

پدماوتی نے کرت سنگھ سے پوچھا،

ہاں تو کیا کہہ رہے تھے تم ____________؟

کرت سنگھ نے طنزیہ لہجہ میں کہا۔

شکر ہے یاد تو آیا، توجہ کرنے کو فرصت تو ہوئی!

اتنے میں رانی کی نظر جوہی اور لاجونتی پر پڑی، اُنہوں نے عظیم اور کرت سنگھ سے بے پرواہو کر لاجونتی سے کہا،

وہ بولی میں نے اپنا کام کر دیا رانی صاحبہ!

پھر جوہی سے مخاطب ہوئیں،

اور تو ——————؟

وہ بولی، میں بھی اپنا کام کر آئی،

رانی نے پوچھا ''یعنی راج گرو نے ہون اور پاٹھ کا بندوبست شروع کر دیا؟ اور اشرفیاں غریبوں کو تقسیم ہو گئیں؟

لاجونتی اور جوہی نے بیک آواز یقین دلایا،

جی دونوں کام ہو گئے!

اب پھر وہ کرت سنگھ کی طرف متوجہ ہوئیں۔

تو کیا بات ہے؟—— آخر کہتے کیوں نہیں؟

کرت سنگھ نے کہا،

شہزادہ صبح جا رہا ہے!

وہ بولیں، ٹھیک ہے جانا ہی چاہئے!

کرت سنگھ نے ذرا اٹک کر کہا،

تو کیا اُسے اکیلا جانے دوں؟

وہ بولیں، اکیلا جانے دو گے اُسے؟

پھر کیا میں بھی جاؤں اس کے ساتھ ——————؟

یہ کچھ پوچھنے کی بات ہے، ضرور جانا چاہئے، شہزادی کی علالت کی خبر آئے اور تم

یہیں بیٹھے رہو؟ یہ کیسا اندھیر ہے، آخر یہ بات تم نے سوچی کیسے؟

وہ جل کر بولا، میں تو ساتھ جانے کو تیار ہوں، لیکن تمہارے یہ صاحبزادے روک رہے ہیں، ان کا خیال ہے میں بیمار ہوں، کمزور ہوں، مجھے نہیں جانا چاہئے!

پدماوتی نے فیصلہ کن لہجہ میں کہا،

وہ بچہ ہے وہ کیا جانے، تعجب ہے تم نے اس کی بات مان لی ــــــــــ!

نہیں تمہیں ضرور اس کے ساتھ جانا چاہئے، تم ضرور جاؤ گے!

کرت سنگھ نے فاتحانہ نظروں سے عظیم کی طرف دیکھا اور کہا،

بیٹے اب کیا کہتے ہو ــــــــــ؟

وہ مسکراتا ہوا خاموش ہو گیا، پھر سر جھکا کر بولا،

اب میں کیا عرض کر سکتا ہوں؟ آپ بھی تشریف لے چلئے،

دفعتہً شوبھا نے پدماوتی سے کہا،

ماتا جی میں بھی جاؤں گی!

ماتا جی نے پریشان نظروں سے بیٹی کو دیکھا اور پوچھا،

تو بھی جائے گی؟

وہ بولی، ہاں ضرور جاؤں گی، آپ نہیں جانتیں وہ مجھ سے کتنی محبت کرتی ہیں میں انہیں کتنا چاہتی ہوں؟

خوب جانتی ہوں بیٹی ــــــــــ!

بس تو مجھے جانے دیجئے ــــــــــ!

لیکن ــــــــــ!

لیکن ویکن کچھ نہیں، اگر آپ نے یا پتا جی نے مجھے جانے سے روکا تو روتے روتے جل تھل کر دوں گی، کیا مجال ہے جو ایک لقمہ میرے منہ تک چلا جائے، اسی طرح اپنی جان دے دوں گی!

تو تجھے روک کون رہا ہے؟ تو بھی چلی جا ـــــــ ہاں واقعی تجھے بھی جانا چاہئے، لیکن ایک وعدہ کر ـــــــ!

کیا وعدہ کروں ماتا جی ـــــــ؟

شہزادی کی تیمارداری تو ہی کرے گی!

اسی لئے تو جا رہی ہوں ماتا جی، ورنہ کیا ضرورت تھی مجھے اتنا اصرار کر کے جانے کی؟

میری طرف سے اجازت ہے ـــــــ ویسے اپنے پتا جی سے پوچھ لے، کچھ وہ انکار تھوڑے ہی کر دیں گے؟

شوبھا نے راجہ کرت سنگھ سے پوچھا،

پتا جی میں بھی چلوں؟

کرت سنگھ کی یہ رائے نہیں تھی کہ شوبھا اس رواروی کے سفر میں ساتھ ہو، اس کی وجہ سے قافلہ زیادہ تیزی سے سفر نہیں کر سکے گا، پھر اُسے پوری طرح آرام بھی نہیں پہنچ سکے گا، لیکن پدماوتی نے اجازت دے کر اس کی پوزیشن نازک بنا دی تھی، اب اجازت نہ دینا اس کے بس سے باہر تھا، اُس نے کہا،

بیٹی اگر تیرا جی چاہتا ہے تو ضرور چل، شوبھا خوش ہو گئی، اس نے اُٹھتے ہوئے گل اندام سے کہا،

صرف یہی رات ہے صبح صبح ہمیں روانہ ہو جانا چاہئے، چلو سامان سفر تیار کر لیں چل کر ـــــــ!

گل اندام شوبھا کے ساتھ روانہ ہو گئی، عظیم اور کرت سنگھ بھی تھوڑی دیر اور رانی پدماوتی کے پاس بیٹھ کر باہر چلے آئے، اور دونوں نے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں!

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

حصہ ششم

بارگاہِ سلطانی

تاجدارانِ جہاں جھک کے یہاں آتے ہیں!

نو گرفتار!

رانا نیتو سنگھ اب آگرہ میں ایک خیمہ کے اندر قید تھا۔

اجلا بھی اس کے ساتھ ایام اسیری پورے کر رہا تھا،

عائشہ اور رادھا قصرِ سلطانی میں پہنچا دی گئی تھیں، اور وہاں شہزادی کی کوشک میں رہ رہی تھیں، ان دونوں کو کسی طرح کی تکلیف نہیں تھی، آرام و آسائش کے تمام سامان فراہم تھے، شہزادی کے لطف و عنایت اور مہر و کرم نے ان کا ہراس اور خوف بالکل دور کر دیا تھا، یہاں رہنے کے بعد یہ احساس ہی نہیں ہوتا تھا کہ قیدی کی حیثیت سے زندگی بسر ہو رہی ہے۔

اور یہی کیفیت نیتو سنگھ اور اجلا سنگھ کی تھی،

ان دونوں کو وہ تمام سہولتیں حاصل تھیں، جو ایک دولت مند شخص کو اپنے دولت کدے پر حاصل ہو سکتی تھیں،

شاہی کیمپ میں قیدی کی حیثیت سے زندگی بسر کرتے ہوئے ان لوگوں کو پندرہ دن سے زیادہ ہو چکے تھے، لیکن اب تک بادشاہ سلامت کے سامنے پیشی نہیں ہوئی تھی، کب ہو گی؟ اس کا حال بھی نہیں معلوم تھا!

نیتو سنگھ نے ایک روز اجلا سنگھ سے کہا۔

کچھ سمجھ نہیں آتا ہماری پیشی بادشاہ کے سامنے کب ہو گی؟

اجلا سنگھ نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا،

بالکل نہیں معلوم ——— لیکن جس قدر دیر میں ہو اتنا ہی اچھا ہے!

یہ کیوں اجلا سنگھ؟

اس لئے سرکار کا فیصلہ جو کچھ ہوگا معلوم ہے، لہٰذا جتنے دن جینے کے لئے مل جائیں غنیمت ہے!

کیا تمہارا خیال ہے ہمیں پھانسی ہوگی؟

میرا تو یہی خیال ہے!

اگر تمہارا یہ خیال صحیح ہے تو میرے لئے یہ ایک خوشخبری ہے، میں بھگوان سے دعا کرتا ہوں کہ کل کے بجائے آج ہی یہ فیصلہ ہو جائے!

اس لئے کہ اب میں زندہ رہنا نہیں چاہتا!

نہیں آپ کو بددل نہ ہونا چاہئے، جنگ میں تو یہ ہوتا ہی رہتا ہے، کبھی پانسہ سیدھا پڑتا ہے، کبھی اُلٹا، کبھی فتح ہوتی ہے، کبھی شکست، کبھی ہم دشمن کو گرفتار کر لیتے ہیں، کبھی دشمن کے ہاتھ ہمیں قید ہونا پڑتا ہے، کوئی نئی بات تو نہیں ہے، بڑے بڑے بادشاہوں کے ساتھ ایسا ہو چکا ہے، اور مجھے نہیں معلوم کہ اتنی سی بات پر حراست میں آ کر کسی نے خودکشی کر لی ہو، یا مرنے کی آرزو کرنے لگا ہو!

اجلا سنگھ تم نے تو بڑی لمبی چوڑی تقریر کر ڈالی، ـــــــ تم ہمارا مطلب نہیں سمجھے!

ممکن ہے آپ کا مطلب سمجھ میں نہ آیا ہو ـــــــ پھر آپ ہی سمجھا دیجئے ـــــــ!

مجھے اس گرفتاری کی نہ کوئی پرواہ ہے نہ غم، لیکن زندگی سے کچھ اُکتا گیا ہوں ـــــــ!

میں سمجھ گیا سرکار ـــــــ!

کیا سمجھے ـــــــ؟

آپ اب عائشہ سے مایوس ہو چکے ہیں، وہ اب آپ کو نہیں مل سکتی، اسی لئے زندگی سے بیزار ہیں! ـــــــ لیکن میرے سرکار، عائشہ تو وہاں بھی آپ کے ہاتھ

نہیں آ رہی تھی، اگر جے سنگھ کے دستہ فوج نے ہمیں گرفتار نہ کر لیا ہوتا تو بھی وہ تو ہاتھ سے گئی تھی، آپ خود بھی اُسے پہنچانے جا رہے تھے، تو جب وہ کسی حالت میں نہیں مل سکتی، تو پھر اس کے غم میں جان دے دینا کون سی عقلمندی ہے!

تم یہ باتیں نہیں سمجھ سکتے اجلا سنگھ ـــــــــ یہ اہل دل کی باتیں ہیں یہ اہل دل ہی سمجھتے ہیں ـــــــــ!

تو پھر اب کیا ہوگا سرکار؟

میں نہیں جانتا ـــــــــ لیکن ایک بات بتاؤ!

فرمائیے ـــــــــ!

رادھا سے تمہاری ملاقات تو ہو سکتی ہے؟

کیسے ہو سکتی ہے سرکار؟ میں یہاں قید ہوں وہ قصر شاہی میں قید ہے، بھلا کون ملنے دے گا، اُسے مجھ سے؟

نہیں تمہاری اس کی ملاقات ضرور ہو سکتی ہے ـــــــــ میں کوشش کروں گا ـــــــــ!

ضرور کیجئے، اس سے ملنے اور اُسے دیکھنے کو جی بہت چاہ رہا ہے، یہ بیس دن اس طرح کٹے ہیں جیسے بیس برس بیت گئے ہیں!

(زیر لب تبسم کے ساتھ) ٹھیک کہتے ہو، واقعی ایسا ہی محسوس ہو رہا ہوگا!

وہ اگر ذرا دیر کو بھی آ جائے اور مجھے اس سے دو باتیں کرنے کا موقع بھی مل جائے تو دل بیقرار کو بڑا سکون حاصل ہو جائے گا!

یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ داروغہ مجلس اندر آیا، اس کا نام غلام مرتضٰی خاں آدمی با اخلاق اور شائستہ مزاج تھا، اُس نے نیتو سنگھ سے پوچھا۔

کہئے آپ کو کسی طرح کی تکلیف تو نہیں ہے؟

نیتو سنگھ نے جواب دیا،

ہمارے ساتھ جو شریفانہ برتاؤ ہو رہا ہے، ہم اس کے ممنون ہیں، ہم جانتے ہیں ہمیں کیا سزا ملے گی، لیکن حیرت ہے کہ اتنے بڑے مجرم کی اتنے شاندار پیمانہ پر میزبانی کی جا رہی ہے، جیسے وہ کوئی خطا کار اور گناہگار نہیں کوئی بہت معزز مہمان ہے۔

غلام مرتضیٰ خاں نے مسکراتے ہوئے کہا،

آپ مجرم ہیں یا نہیں؟ آپ کو سزا ملے گی یا نہیں؟ اگر ملے گی تو وہ کیا ہوگی اور اس کی نوعیت کیا ہوگی؟ اس کے بارے میں میرے لئے کچھ کہنا ممکن نہیں، یہ شہنشاہ کا کام ہے، وہی فیصلہ کریں گے اور ان کا فیصلہ آخری قطعی ہوگا!

نیتو سنگھ نے جواب دیا،

آپ بالکل بجا اور درست فرما رہے ہیں!

غلام مرتضیٰ خاں گویا ہوا۔

میں آپ کی میزبانی کے فرائض ادا کرنے پر مامور ہوں، شہنشاہ کی تاکید ہے کہ آپ لوگوں کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہونے پائے، میرا خیال ہے میں نے اپنے فرائض کے ادا کرنے میں کوئی کوتاہی نہیں کی!

بالکل نہیں، ہم آپ کے اخلاق اور خاطر داری کے شکر گزار ہیں!

اگر کسی چیز کی ضرورت ہو، کوئی شکایت ہو تو بے تامل فرمایئے فوراً تعمیل ارشاد ہوگی!

ضرورت کی ہر چیز موجود ہے، لہٰذا فرمائش کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا! ——— البتہ یہ میرا رفیق اجلا سنگھ ایک بات سے بہت تکلیف محسوس کر رہا ہے اگر اُسے رفع کر سکیں تو بڑا اچھا ہو۔ اور اس کے رفع کرنے میں کسی طرح کا ہرج بھی نہیں ہے ———!

(آمادگی اور مستعدی کے ساتھ) وہ تکلیف ضرور رفع کر دی جائے گی!

ہم لوگوں کے ساتھ ایک رفیقہ حیات رادھا بھی گرفتار ہوئی ہے ———!

جی ہاں، اور وہ شہزادی زیب النساء کے کوشک میں ان کے پاس مقیم ہے بہت آرام سے ہے، اور شہزادی اُسے بہت پسند کرنے لگی ہیں، بالکل مطمئن رہئے اس کی طرف سے ——— !

مطمئن تو ہیں، لیکن یہ اجلاسنگھ جی چاہتے ہیں، دوسرے تیسرے روز، یعنی جب تک ہماری قسمت کا فیصلہ نہیں ہوتا، ذرا دیر کیلئے اُسے یہاں آنے کی اجازت دے دی جایا کرے، تاکہ اس سے کچھ بات چیت کرلیا کریں، بدقسمتی سے وہ صرف ان کی رفیقۂ حیات ہی نہیں ہے، محبوبہ بھی ہے۔ اس لئے ساری رات اختر شماری میں کٹی ہے بیچارے کی ——— !

غلام مرتضٰی خاں ہنسنے لگا، اس نے کہا:

بہت خوب وہ ہر روز تھوڑی دیر کیلئے آجایا کریں گی ——— !

رانا نیتو سنگھ نے گویا اجلاسنگھ کی ترجمانی کرتے ہوئے دریافت کیا،

تو پھر کب سے شروع ہوگا یہ سلسلہ؟

غلام مرتضٰی خاں نے پھر ایک زوردار قہقہہ لگایا، اور کہا،

یہ تو مدعی سُست اور گواہ چست والی بات ہوئی، اجلاسنگھ جی تو منہ میں کھنگھیاں ڈالے چپ چاپ بیٹھے ہیں، اور آپ ہیں کہ ان سے کہیں زیادہ بیتاب اور بیقرار نظر آرہے ہیں؟

رانا نیتو سنگھ کچھ خفیف سا ہوگیا؟ پھر اُس نے اجلاسنگھ کی طرف دیکھا اور کہا۔

بھائی ہم درگذرے تمہاری وکالت سے، بخشو ہمیں، تم جانو اور تمہارا کام،

خانصاب نے بڑی زبردست چوٹ کردی اس وقت ——— !

غلام مرتضٰی ہنستا ہوا چلا گیا!

* * *

دل کی بات!

بارش زور شور سے ہو رہی تھی! رات آدھی سے زیادہ گذر چکی تھی، قصرِ شاہی میں نیند کا سناٹا چھایا ہوا تھا، لیکن شہزادی زیب النساء کے کوشک میں وہ کمرہ جس میں عائشہ اور رادھا مقیم تھیں اب تک روشنی سے جگ مگ جگ مگ کر رہا تھا!

رادھا اور عائشہ سر جوڑے، نہ جانے کس مسئلہ کو بیٹھی حل کر رہی تھیں۔

رادھا نے فکر مند لہجہ میں سلسلۂ گفتگو جاری رکھتے ہوئے کہا۔

سنا ہے اگلے جمعہ کو پیشی ہوگی بارگاہِ سلطانی میں مجرموں کی، دیکھا چاہئے کیا فیصلہ پیش گاہ سلطانی سے صادر ہوتا ہے!

عائشہ نے اُسے تسکین اور دلاسا دیتے ہوئے کہا!

تم تو خواہ مخواہ پریشان ہوئی جاتی ہو (رادھا، خدا نے چاہا تو سب کچھ ٹھیک ہوگا آخر اجلا سنگھ اور تمہارے سرکار رانا نیتو سنگھ کا قصور کوئی ایسا زبردست اور سنگین تو نہیں کہ تم اندیشہ ہائے دور دراز میں مبتلا ہو جاؤ!

لیکن رادھا کی ان باتوں سے تسکین نہ ہوئی، اُس نے کہا،

نہیں سرکار آپ نہیں جانتیں شہنشاہ بہت سخت مزاج ہیں، اور اجلا اور ہمارے سرکار پر جرم بڑا سنگین عاید کیا گیا ہے، اور اس کی سزا موت کے سوا کچھ نہیں ہو سکتی!

عائشہ کانپ گئی اس کے منہ سے بے ساختہ نکلا،

موت ـــــــــــــ!

اور پھر وہ کچھ نہ کہہ سکی، رادھا نے جواب دیتے ہوئے کہا،

جی ہاں موت ـــــــــــ صرف یہی سزا ہو سکتی ہے!

عائشہ نے ایک عزم کے ساتھ کہا،

میرے جیتے جی تو ایسا نہیں ہو سکتا کسی طرح بھی۔

رادھا نے چونک کر اُسے دیکھا اور سوال کیا۔

آپ کیا کر لیں گی؟ ــــــ بھلا شہنشاہ عالمگیر کے سامنے کوئی دم مار سکتا ہے؟ کس کی مجال ہے ان کے سامنے زبان کھول سکے؟ ــــــ اس دُنیا میں ایسا کوئی نہیں ہے!

وہ اسی عزم وثبات کے لہجہ میں بولی،

میں ہوں اور میں کر کے دکھا دوں گی ــــــ بھلا رانا نیتو سنگھ پھانسی پر چڑھ جائیں، اور میں یہ خبر سُن لوں؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا رادھا ــــــ!

رادھا چپ چاپ اس کی صورت تکتی رہی، وہ ایک والہانہ جوش کے عالم میں بولے چلی جا رہی تھی؟

رانا کے مجھ پر احسانات ہیں، میں نے اُنہیں بہت اُونچا، بہت اچھا، اور نہایت شریف انسان پایا، میں شہنشاہ کو اس کی اجازت نہیں دے سکتی کہ وہ اتنے اچھے آدمی کی جان لے کر مہاپاپ کر گزرے!

یہ آپ کس کیلئے کہہ رہی ہیں ــــــ! کیا شہنشاہ کیلئے؟

نہیں رانا نیتو سنگھ کیلئے ــــــ کیا تمہیں میری رائے سے اختلاف ہے رادھا ــــــ؟

نہیں سرکار، یہ تو میرے دل کی آواز ہے، ــــــ لیکن

لیکن کیا؟ وہ بھی کہہ ڈالو!

لیکن آپ تو انہیں لٹیروں اور ڈاکوؤں کا سردار کہا کرتی تھیں، آپ کی نظر میں تو وہ بزدل تھے، پھر آپ ان کا قصیدہ کیسے پڑھنے لگیں؟

ہاں رادھا سچ کہتی ہو، پہلے میرا یہی خیال تھا، اور شاید وہ تھے ایسے ہی، لیکن پھر

بدل گئے، کیا آدمی بدل نہیں سکتا؟ آدمی بُرائی کا راستہ چھوڑ کر اچھائی کا راستہ نہیں اختیار کر سکتا ــــــــــ؟

کیوں نہیں کر سکتا!

یہی رانا نیتو سنگھ نے کیا ــــــــــ وہ بُرے تھے اچھے بن گئے؟

لیکن آپ نے کیسے جانا؟

میں اتنے دن تک ان کی حویلی میں رہی کیا میں نے اپنی آنکھوں سے نہیں دیکھا؟

ضرور دیکھا ہوگا، لیکن ہمیں بھی تو بتائیے کیا دیکھا!

کیوں انجان بنتی ہو رادھا؟ ــــــــــ وہ مجھے ایک قیدی کی حیثیت سے لائے تھے، لیکن اُنہوں نے مجھے ایک شہزادی کی طرح رکھا، وہ مجھے باندی بنا کر رکھ سکتے تھے، لیکن انہوں نے مجھے عزت و تکریم کی زندگی بسر کرنے کا موقع دیا، میں ان کے رحم و کرم پر تھی، جو چاہتے تھے، لیکن میرے انکار کے سامنے انہوں نے سر جھکا دیا، اور خود تیار ہو گئے، مجھے پہنچا آنے کیلئے، اپنے بارے میں، تمہاری اور ان کی باتیں کئی مرتبہ مجھے سننے کا موقع مل چکا ہے، تم نے تو میرے خلاف انہیں اکسایا بھی ــــــــــ!

میں نے ــــــــــ؟

(زیر لب تبسم کے ساتھ) ہاں تم نے ــــــــــ کیا تم نے رائے نہیں دی تھی کہ وہ زبردستی مجھے روک لیں!

زبردستی کی محبت ــــــــــ!

ہاں یہی سہی ــــــــــ میں جانتی تھی اور اب آپ کے سامنے کہہ دینے میں کوئی حرج نہیں، کیونکہ آپ ہر خطرے اور جور و جبر سے آزاد ہیں کہ وہ آپ سے محبت کرتے تھے آپ کیلئے اُنہوں نے سیوا جی کی لڑکی سے اپنی شادی کا رشتہ توڑ لیا، خود میں بھی آپ کے اخلاق، آپ کی انسانیت، آپ کی شرافت دیکھ کر ہزار جان سے فدا تھی آپ پر،

آپ رُک نہیں رہی تھیں، تو پھر میں اور کیا کہتی؟

(مسکراتے ہوئے) وہی جو رانا نے کہا تھا!

شاید میری محبت اتنی صادق نہیں تھی!

نہیں تمہاری محبت اتنی ہی صادق تھی، بس بات اتنی ہے کہ ذرا بے وقوف ہو!

شکریہ اس عزت افزائی اور بندہ نوازی کا ______ لیکن بہر حال آپ رانا کی محبت کو تسلیم کرتی ہیں؟

کیوں نہیں؟ ______ واقعہ بہر حال واقعہ ہے؟

کیا آپ بھی انہیں چاہتی ہیں؟

میں نے اُن سے کبھی نفرت نہیں کی!

لیکن چاہت ______!

اگر تم جواب لینے پر بہ ضد ہو تو سچی بات یہ ہے کہ ان کا سبھاؤ دیکھ کر، ان کی فطرت اور طینیت دیکھ کر چاہت پر مجبور ہو گئی!

(خوش ہو کر) سچ ______؟

ہاں رادھا ______!

(ایک ٹھنڈی سانس لے کر) لیکن اب اس اعتراف سے کیا حاصل؟

کیوں ______؟

اب تو وہی بات ہے کہ عید ہوئی ذوق وِلے شام کو!

یہ کیسے ______؟

پھانسی کا پھندا ان کے گلے میں قریب ہوتا جا رہا ہے، اب یہ خوشخبری ان کے کس کام آئے گی، اب وہ خوشی سے مر سکیں گے!

نہیں رادھا میں اُنہیں مرنے نہ دوں گی!

آپ انہیں بچا لیں گی؟

ہاں ضرور ——!

اور اگر نہ بچا سکیں ——؟

تو خود بھی جان دے دوں گی —— کم از کم اتنا تو کر سکتی ہوں، احسان کا بدلہ کچھ تو ہونا چاہئے رادھا! اچھا اگر وہ بچ گئے تب؟

تب کیا ——؟

پھر کیا ہوگا ——؟

پھر کیا ہوگا؟ خوشی کے شادیانے بجاتے ہوئے، وہ اپنی جاگیر واپس چلے جائیں گے تم بھی ان کے ساتھ ہوگی، اجلا سنگھ بھی ہوگا؟

کیا آپ سمجھتی ہیں کہ وہ ایسا کریں گے؟

کیوں نہیں کریں گے؟ پھر کیا کریں گے؟

وہ آپ کے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے!

لیکن رادھا یہ ان ہونی بات ہے —— بے شک میرے دل میں ان کی عزت ہے، محبت ہے، عظمت ہے، میں ان کے پسینہ پر خون بہا سکتی ہوں، میں ان کیلئے سب کچھ کر سکتی ہوں، لیکن اپنا دین نہیں چھوڑ سکتی، اپنی قوم نہیں چھوڑ سکتی، دین مجھے ہر چیز سے زیادہ عزیز ہے —— ان سے بھی!

ہاں یہ آپ نے ٹھیک کہا —— واقعی یہ اتنی اونچی دیوار ہے کہ اس کا پھلانگنا نہ آپ کے لئے آسان ہے نہ رانا کیلئے!

جانتی تو ہو سب کچھ، پھر کیوں بحث کئے جا رہی ہو!

(کچھ سوچتے ہوئے) اچھا ایک بات تو بتائے!

پوچھ کیوں نہیں لیتیں؟ کیا منع کیا ہے کسی نے؟

اگر رانا اس دیوار کو توڑ دیں؟ تو؟ پھر کیا طرزِ عمل ہوگا!

وہ اس دیوار کو کس طرح توڑیں گے؟

توڑ سکتے ہیں!

کس طرح؟ کیونکر؟ کیسے؟

آدھے مسلمان تو وہ آپ کو اسلام پر ثابت قدم دیکھ کر، اور آپ کے اسلامی طور طریقے دیکھ کر نہ جانے کب سے ہو چکے ہیں، ممکن ہے باقاعدہ مسلمان ہو جائیں؟

(مسکراتے ہوئے) ہاں پھر تو وہ دیوار ڈھے جائے گی بڑی آسانی سے!

* * *

شہزادی زیب النساء

شہزادی زیب النساء شہنشاہِ عالمگیر کی بڑی چہیتی لڑکی تھی،

سارے محل پر اس کی حکومت تھی، وہ بے انتہا قابل علم دوست، رحم دل، اور ہمدرد طبیعت کی مالک تھی، شعروشاعری سے اُسے غیر معمولی دلچسپی تھی، خود بھی بہت اچھے شعر کہتی تھی، اور وقت کے بڑے بڑے سخن فہم اور سخن سنج اس کے دل میں اثر کرنے والے اشعار پر سر دُھنا کرتے تھے۔

عالمگیر نے محل کے سارے انتظامات، معاملات اُسے سونپ رکھے تھے، محل کے اندر درحقیقت زیب النساء کی حکومت تھی، عالمگیر کو اندرون محل کے واقعات سے کوئی سروکار نہیں تھا، زیب النساء کا فیصلہ آخری فیصلہ تھا، پھر اس میں کوئی مداخلت نہیں کر سکتا تھا بھائیوں اور بہنوں پر بھی وہ بہت زیادہ حاوی تھی، کسی کی مجال نہیں تھی کہ اس کے سامنے دم مار سکے، احکام وہدایات سے سرتابی کر سکے،

عائشہ اور رادھا، جب نیتو اور اجلاسنگھ کے ساتھ گرفتار ہو کر آئیں تو ان دونوں کو شاہزادی کے حوالے کر دیا گیا، اور بتا دیا گیا یہ جب تک رانا نیتو سنگھ اور سردار اجلاسنگھ کے مقدمہ کا فیصلہ نہیں ہو جاتا، یہ یہیں رہیں گی،

شہزادی زیب النساء کا برتاؤ یوں تو سب ہی کے ساتھ حد درجہ رحمت وشفقت پر مبنی تھا، لیکن جب نو گرفتار آتا تھا، تو اس کے ساتھ وہ اور زیادہ ہمدردی اور شفقت کا برتاؤ کرتی تھی!

چنانچہ عائشہ اور رادھا کو اس نے ہاتھوں ہاتھ لیا، نہ صرف انہیں کسی طرح کی تکلیف نہیں پہنچنے دی، بلکہ ان کے آرام وآسائش کا زیادہ خیال رکھا، چند روز کے بعد

رادھا کی باتوں سے وہ اتنی خوش ہوئیں کہ اُسے اپنی خواص اور پیش خدمت کے منصب پر فائز کردیا، عائشہ کے ساتھ شہزادی کا برتاؤ اور زیادہ ہمدردانہ اور مشفقانہ تھا، انہیں مولوی روح اللہ کے قتل سے بہت صدمہ پہنچا تھا، حاجیوں کے قافلے پر جو کچھ گذری، وہ بھی ان کیلئے رنجیدہ واقع تھا، چنانچہ پہلی مرتبہ جب انہیں سارے واقعات معلوم ہوئے تو ان کے دل میں اجلا سنگھ اور نیتو سنگھ کیلئے ہمدری کا شائبہ تک نہ تھا۔

لیکن جب عائشہ نے اپنی کہانی از اوّل تا آخر سُنائی، اور رادھا کی بھلمنساہت، وفاداری اسلام دوستی، اور اسلام کی طرف رغبت کے واقعات سنائے تو انہیں رادھا سے بھی اور زیادہ دلچسپی پیدا ہوگئی؛ اور اس دلچسپی کا نتیجہ تھا کہ وہ خواص اور پیش خدمت کے منصب پر فائز ہوگئی، نیتو سنگھ اور اجلا کے واقعات مابعد سننے کے بعد انہیں ان دونوں مجرموں سے بھی دلچسپی اور ہمدردی پیدا ہوگئی، لیکن شہنشاہ کی چہیتی دختر ہونے کے باوجود ان میں یہ یارانہ تھا کہ اس قسم کے سیاسی معاملات میں وہ کوئی مشورہ دے سکیں، یا مداخلت کرسکیں

چنانچہ ایک روز جب ڈرتے ڈرتے رادھا نے شہزادی سے کہا!

سرکارِ عالیہ آخر ہم لوگوں کی قسمت کا فیصلہ کیا ہوگا؟

تو شہزادی نے بے بسی کے ساتھ جواب دیا۔

ہم کیا کہہ سکتے ہیں رادھا؟ ______ معاملہ شہنشاہ کی عدالت میں پیش ہوگا، وہی جو فیصلہ مناسب سمجھیں گے کریں گے ______!

رادھا نے سوال کیا!

سرکار عالیہ آپ تو تمام واقعات سے واقف ہوچکی ہیں، کیا آپ ہماری سفارش نہیں کرسکتیں ______؟

شہزادی نے ایک ٹھنڈی سانس بھر کر کہا،

نہیں ______ کاش کرسکتی، لیکن نہ مجھ میں اتنا حوصلہ ہے، نہ شہنشاہ اس قسم کے معاملات میں دوسروں کی رائے سننے کے عادی ہیں!

پھر کیا ہوگا سرکارِ عالیہ؟ ـــــــ رادھا نے حسرت اور یاس کے لہجہ میں پوچھا:

میں کچھ نہیں کہہ سکتی! شہزادی نے جواب دیا! ـــــــ ان دونوں پر جرم عائد کیا گیا ہے وہ بے حد سنگین ہے، حاجیوں کا قافلہ لوٹنا، ایک مسلمان لڑکی کو اغوا کرنا اور اپنے ہاں مقید رکھنا، اس کے بوڑھے باپ کو انتہائی بے دردی اور سفاکی کے ساتھ قتل کر دینا، یہ ایسے جرائم ہیں کہ ان میں سے اگر ایک جُرم بھی سرزد ہوا ہوتا تو موت کے سوا دوسری سزا نہیں مل سکتی تھی!

موت ـــــــ!

اور پھر رادھا پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی، شہزادی نے اس کے سر پر ہاتھ رکھا اور دلاسا دیتے ہوئے کہا!

خدا سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے، اس کی رحمت پر بھروسہ کرنا چاہیئے، وہ خود اپنی کتاب میں فرماتا ہے **لا تقنطو من رحمتہ اللّٰہ** یعنی خدا کی رحمت سے مایوس نہ ہونا بیشک ظاہری طور پر کوئی تدبیر ایسی نہیں ہے، جو نیتو اور اجلا کو بچا سکے، بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں کی جان نہیں بچ سکتی، لیکن رادھا دعا میں بڑی طاقت ہے، تم ہم جیسے بے بس لوگوں کا دامن نہ پکڑو، خدا سے فریاد کرو، اس سے مانگو، اس کے سامنے گڑگڑا کر دُعا کرو، وہ دل سے نکلی ہوئی دُعا ضرور سنتا ہے، پھر انشاءاللہ بیڑا پار ہو جائے گا۔

بڑی سادگی اور معصومیت کے ساتھ رادھا نے کہا،

تو سرکارِ عالیہ مجھے مسلمان کر لیجئے۔

شہزادی نے چونک کر اُس کی طرف دیکھا اور پوچھا۔

کیوں مسلمان کر لوں؟

میں خدا سے دعا کروں گی اس کا دامن پکڑوں گی، اس سے فریاد کروں گی، اس سے مانگوں گی، اس سے گڑگڑا کر التجا کروں گی!

شہزادی کے ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگا، اس نے کہا،

اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو مجھے بڑی خوشی ہو گی، اس لئے کہ تمہیں بہت عزیز رکھنے لگی ہوں، لیکن اسلام قبول کرنے میں اتنی جلدی کی ضرورت نہیں، خوب اچھی طرح سوچ سمجھ لو، بار بار غور کر لو، جب بالکل مطمئن ہو جاؤ تو بے شک اسلام قبول کر کے ہماری بہن بن جاؤ ——— !

رادھا نے اسی سادگی اور معصومیت کے ساتھ کہا۔

لیکن سرکار عالیہ مجھے اس سے دُعا جو کرنا ہے!

شہزادی کو ہنسی آ گئی اُس نے کہا!

خدا صرف مسلمانوں ہی کی دُعا نہیں سنتا، ہر بندے کی دُعا سُنتا ہے اس کے بندے صرف مسلمان ہی نہیں ہیں سب ہیں، خواہ وہ ہندو ہوں یا عیسائی، یا یہودی یا کسی اور مذہب کے پیرو، خدا صرف رب المسلمین یعنی مسلمانوں کا رب نہیں ہے، وہ تو رب العالمین یعنی سارے جہانوں کا رب اور پالن ہار ہے، لہٰذا اس کے سامنے ہاتھ پھیلانے کیلئے مسلمان ہونے کی شرط نہیں، جب تمہارا دل تمہیں مجبور کر دے، مسلمان تو جب ہونا، لیکن اس سے دُعا تو ہر وقت مانگ سکتی ہو۔

ان باتوں میں کتنا رس تھا، کتنی مٹھاس تھی، کتنا اثر تھا، کتنی سچائی تھی!

رادھا بہت متاثر ہوئی، اس کے دل کا بوجھ بڑی حد تک کم ہو گیا، اور پھر رات کو جب سب سو گئے تو مسلمان نہ ہونے کے باوجود اس نے اسی طرح نیتو اور اجلا کیلئے خدا سے دُعا مانگی جس طرح عائشہ کو نماز پڑھنے کے بعد مصلے پر بیٹھ کر، دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر دُعا مانگتے دیکھا کرتی تھی،

اور پھر اس کا جی چاہا کہ یہ ساری باتیں عائشہ کو بھی سُنا دے، اور اس سے کہے وہ بھی وضو کرے، دو رکعت نماز پڑھے اور اپنے خدا سے ان دونوں کی جان بخشی کیلئے دُعا مانگے، یہ سوچ کر وہ اپنے کمرہ سے دبے پاؤں باہر نکلی اور تیر کی طرح سیدھی عائشہ کے

کمرے میں پہنچی، اور یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ عائشہ مصلے پر بیٹھی ہے، اس کے ہاتھ دُعا کیلئے بلند ہیں اور اپنے خدا سے دُعا مانگنے میں مصرف ہے!

عائشہ کو دُعا مانگتے دیکھ کر وہ وہیں دروازے پر ٹھٹک کر کھڑی ہو گئی،

تھوڑی دیر کے بعد وہ دُعا سے فارغ ہوئی، مصلے کو سمیٹتی ہوئی اُٹھی، اور اتنے ناوقت رادھا کو اپنے کمرے میں دیکھ کر حیرت اُسے دیکھتے ہوئے سوال کیا!

رادھا آگے بڑھی اور اس سے لپٹ کر رونے لگی،

عائشہ گھبرا گئی، اُس نے پوچھا،

کیا بات ہے رادھا؟ سب خیریت تو ہے؟ کیا اجلا اور رانا جی کے سلسلہ میں خدانخواستہ کوئی نئی بات معلوم ہوئی ہے؟

رادھا نے آنسو پونچھتے ہوئے کہا:

نہیں ــــــــ!

اور اپنی اور شہزادی زیب النساء کی گفتگو کا ذکر کرنے کے بعد اس نے اپنے دُعا مانگنے کا قصہ بیان کیا، اور کہا،

آپ کے پاس بھی اسی لئے آئی تھی کہ کہوں دُعا مانگئے، خدا آپ کی ضرور سُن لے گا، آپ مظلوم ہیں، مسلمان ہیں، صاف دل ہیں ــــــــ!

وہ بولی! زیادہ باتیں نہ بناؤ، ویسے میں کیا کر رہی تھی تم نے دیکھ ہی لیا۔

❁❁❁❁❁

قیدی کا خیمہ!

دوسرے دن، رادھا صبح صبح خیریت مزاج کیلئے حسبِ معمول عائشہ کی خدمت میں حاضر ہوئی، ابھی اُسے آئے ہوئے ذرا دیر ہوئی تھی کہ گل چہرہ آئی، اور اس نے کہا،

رادھا چلو، تمہاری طلبی ہوئی ہے!

رادھا اُٹھ کھڑی ہوئی، اس نے پوچھا۔

کیا سرکار عالیہ شہزادی زیب النساء نے یاد فرمایا،

وہ مسکراتی ہوئی اور ادائے خاص سے دیکھتی ہوئی گویا ہوئی،

نہیں سرکار عالی نے ______؟

سرکار عالی کا نام سن کر رادھا چکرا گئی، اُس نے کہا،

سرکار عالی کون؟

وہ چھیڑتی ہوئی بولی،

داروغہ مجلس غلام مرتضٰی خاں نے حکم بھیجا ہے کہ مسماۃ رادھا کو بھیج دیا جائے اُسے سردار اُجلا سنگھ نے یاد فرمایا ہے!

رادھا کے افسردہ اور غم زدہ چہرے پر رونق آ گئی، لیکن گل چہرہ کی شرارتوں سے واقف تھی یقین نہ آیا بے اعتباری کے لہجہ میں کہنے لگی،

کیوں پریشان کرتی ہو خواہ مخواہ!

گل چہرہ نے سنجیدگی کے ساتھ کہا،

تمہیں چھیڑنے کا جی تو چاہتا رہتا ہے اور جب موقع ملتا ہے، چھیڑنے میں کوئی کسر بھی نہیں اُٹھا رکھتی، لیکن اس وقت تو بالکل سچ بو رہی ہوں، واقعی طلبی ہوئی ہے

تمہاری ـــــــــ !

عائشہ نے رادھا کو آمادہ کرتے ہوئے کہا۔

چلی کیوں نہیں جاتیں؟ دل میں لڈو پھوٹ رہے ہیں لیکن مفت میں بن رہی ہو!

عائشہ کو رادھا نے کوئی جواب نہیں دیا، چپ چاپ گل چہرہ کے ساتھ ہولی!

بڑے بڑے دالانوں، صحنوں اور پھاٹکوں کو طے کرتی ہوئی، وہ آخری پھاٹک پر پہنچی یہاں سنتری سے گل چہرہ نے کہا،

غلام مرتضیٰ نے رادھا کو طلب کیا تھا، وہ آ گئی ہے، اب اُسے فوراً سردار اجلا سنگھ کے خیمے میں پہنچادو، اور تھوڑی دیر کے بعد واپس لے آ ؤ!

سنتری نے رادھا کا چارج لیا اور اُسے لے اُجلا سنگھ کے خیمہ میں پہنچ گیا، اور خود رادھا کو پہنچا کر واپس جانے کیلئے مڑا، جاتے جاتے اُس نے پوچھا،

محل میں واپس لے جانے کیلئے کب آ ؤں؟

کم سے کم ایک دو گھنٹہ کے بعد ـــــــــ !

سنتری اس ادا پر مسکراتا ہوا چلا گیا، اس کے جانے کے بعد رادھا نے رانا نیتو سنگھ سے پوچھا:

سرکار طبیعت کیسی ہے؟

وہ یاس وحسرت کے عالم میں بولا:

جیسی ہے دیکھ رہی ہو، زندگی کے دن گن رہا ہوں، اس دن کا منتظر ہوں، جب شہنشاہ کے دربار میں پیشی ہوگی، اور میرے لئے قتل کا فرمان صادر ہوگا!

رادھا نے پریشان اور دلگیر لہجہ میں کہا،

ارے سرکار آپ یہ کیا فرماتے ہیں ـــــــ اللہ تعالیٰ کو ـــــ بھگوان کو اگر منظور ہے تو کوئی آپ کا بال بھی بیکا نہیں کرسکتا!

رادھا کو اس خوش اعتمادی، اور خوش فہمی پر نیتو مسکرائے بغیر نہ رہ سکا، اُس نے کہا،

رادھا تم نہیں جانتیں میں کتنا بڑا مجرم ہوں، مجھ سے بڑا پاپی کوئی نہیں، شاید تم یہ سمجھتی ہو کہ قتل کی سزا میرے لئے بہت بڑی ہے، نہیں رادھا ایسا نہیں ہے، یہ ہلکی سے ہلکی سزا ہے جو مجھے مل سکتی ہے، میں نے ان لوگوں کے قتل میں حصہ لیا، جو اپنا مذہبی فریضہ ادا کرنے کیلئے مکہ اور مدینہ جا رہے تھے، میں نے ان لوگوں کو لوٹنے میں حصہ لیا جنہوں نے زندگی بھر روپیہ روپیہ کر کے اتنا سرمایہ جمع کیا تھا کہ اتنا بڑا سفر کر سکیں اور اپنے خدا کو خوش کر سکیں، میں نے اس بوڑھے شخص روح اللہ کے قتل میں حصہ لیا، جس نے اپنی آن اور غیرت سے مجبور ہو کر اپنی بیوی کا خاتمہ کر دیا، بیٹی کے گلے پر تلوار چلا دی، وہ تو قسمت تھی کہ وہ بچ گئی، میں نے اس شریف، نیک اور پارسا لڑکی کو اپنانے کی ہوس میں اپنے پاس مہینوں قید رکھا ـــــــ ان جرائم کی سزا اگر موت نہیں ہو سکتی تو اور کیا ہو سکتی ہے؟ اگر شہنشاہ نے مجھے موت کی سزا نہ دی تو میں سمجھوں گا وہ عادل اور منصف نہیں ہیں ـــــــ!

رادھا نے دانتوں تلے انگلی داب لی اور کہا:

خاموش ـــــــ!

وہ بولا، کیوں خاموش کیوں رہوں؟ کیا کچھ غلط کہہ رہا ہوں؟ کیا سچ بولنا جرم ہے؟ میں تو اس دن کا منتظر ہوں جب شہنشاہ کے سامنے اقبالِ جرم کر کے میں خود ان سے استدعا کروں گا کہ مجھے قتل کر دیجئے!

رادھا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اُس نے کہا،

ایسا نہ کہئے آپ بچ جائیں گے، میرا دل کہہ رہا ہے آپ بچ جائیں گے!

زہر خند کرتے ہوئے نیتو نے سوال کیا،

وہ کیونکر؟

وہ بولی، میں نے شہزادی زیب النساء سے التجا کی تھی کہ وہ شہنشاہ سے سفارش کر دیں، لیکن انہوں نے کہا شہنشاہ سے سفارش کوئی نہیں کر سکتا، لیکن تو ہم جیسے بے بس لوگوں سے کیوں فریاد کرتی ہے، خدا کا دامن کیوں نہیں پکڑتی، پھر انہوں نے قرآن کی کچھ آیتیں

سنائیں اور کہا، خدا خود کہتا ہے کہ اس کی رحمت سے مایوس نہ ہو، دُعا کرو، وہ ضرور سنے گا، میں نے کہا، اچھا تو مسلمان کر لیجئے مجھے تاکہ میں دُعا کرسکوں، وہ ہنسنے لگیں، انہوں نے کہا اس طرح مسلمان نہیں ہوا کرتے، خوب اچھی طرح سوچ لو، بار بار غور کرلو، جب تمہارا دل تمہیں مجبور کردے، تب مسلمان ہو جانا، لیکن خدا سے مانگنے کیلئے مسلمان ہونا ضروری نہیں، وہ تو سب کا خدا ہے، مسلمانوں کا بھی اور غیر مسلموں کا بھی، دُکھی دِل کی پکار اس تک فوراً پہنچتی ہے، اور یہ پکار خالی واپس نہیں آتی، پھر میں نے رات کو جب سب سو گئے تو اسی طرح دُعا مانگی، جس طرح عائشہ بیگم کو مانگتے دیکھا کرتی تھی، پھر میرے دل نے کہا، وہ مظلوم ہیں، نیک ہیں، بڑی اچھی ہیں جاؤں، ان سے جگا کر التجا کروں کہ وہ بھی آپ کی رہائی کیلئے دُعا کریں، میں وہاں پہنچی، اور یہ دیکھ کر دنگ رہ گئی کہ وہ اس وقت، اس آدھی رات کے وقت مصلے پر بیٹھی آپ کی رہائی کیلئے مانگ رہی تھیں۔

رادھا سچ بولو ——— !

میرے سرکار میں آپ پر قربان، بھلا جھوٹ بول سکتی ہوں ——— !

ایک عجیب تاثر کے عالم میں نیتو نے کہا،

وہ دُعا مانگ رہی تھیں، میرے لئے دُعا مانگ رہی تھیں!

وہ بولی، جی سرکار، انہوں نے خود مجھ سے یہ بات کہی تھی!

اور یہ کہہ کر بات کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے اُس نے کہا:

اس وقت سے میرے دل کا بوجھ کم ہوگیا ہے، مجھ سے میرے دل میں بیٹھا ہوا کوئی کہہ رہا ہے تیری دُعا قبول ہوگئی، عائشہ کی خدا نے سُن لی ——— وہ بھی محبت کرتی ہیں آپ سے ——— بہت زیادہ سرکار بہت زیادہ، یہ معلوم کر کے، کیا کہوں کتنی خوشی ہوئی ہے آپ کی لونڈی کو!

بیتاب ہو کر نیتو نے سوال کیا،

وہ بھی مجھ سے محبت کرتی ہیں؟ ——— یہ میں کیا سُن رہا ہوں؟ ———

کیا ایسا ہو سکتا ہے؟

رادھا نے اطمینان دلاتے ہوئے کہا،

سرکار آپ ایک سچی بات سُن رہے ہیں!

اور پھر اس نے ساری باتیں دہرا دیں جو نیتو کے بارے میں اس کی عائشہ سے ہوئی تھیں ــــــــ!

یہ باتیں سن کر نیتو پر شادیٔ مرگ کی سی کیفیت طاری ہوگئی، وہ کہنے لگا،

اب میں بہت خوشی سے مر سکتا ہوں ــــــــ لیکن رادھا کیا میرا ایک کام کر دو گی ــــــــ؟

وہ بولی ''ایک نہیں ہزار، حکم دے کر تو دیکھئے!''

نیتو نے ایک خط جیب سے نکال کر رادھا کو دیا اور کہا،

یہ اپنی سرکار کو دے دینا، اور اگر وہ جواب دیں تو کل مجھے پہنچا دینا۔

رادھا نے خط لے لیا، اتنے میں سنتری آ گیا، رادھا جانے لگی، تو اجلا نے کہا، بلایا ہم نے اور سرکار سے باتیں کر کے رخصت ہوئی جا رہی ہو، کچھ ہماری بھی تو سنو!

یہ شوخ نظروں سے اُسے دیکھتی ہوئی گویا ہوئی،

جب تک خدا سرکار کی مرادیں نہیں پوری کرتا، تم سے بات کرنا بھی میرے لئے پاپ ہے ــــــــ!

* * * * *

چاہت کے بول!

عائشہ رادھا کیلئے سراپا انتظار بنی ہوئی تھی ــــــــ!

جب تک وہ نہیں آ گئی، خاموشی کے ساتھ اپنے کمرے میں ٹہلتی رہی، پھر جیسے ہی اسے آتے دیکھا، لپک کر اس کی طرف بڑھی اور کہنے لگی،

رادھا تم آ گئیں؟

وہ پیشانی کا پسینہ پونچھتی ہوئی بولی!

آ گئی، سرکار!

عائشہ نے سوال کیا سب خیریت تو ہے؟

وہ بولی، بالکل خیریت ہے سرکار ــــــــ!

عائشہ نے سوال کیا، سردار اجلا سنگھ کیسے ہیں؟

وہ بولی، بڑے آرام سے ہیں، کسی طرح کی تکلیف نہیں!

اور تمہارے رانا نیتو سنگھ جی؟

وہ بھی خیریت سے ہیں!

مگر پھر تم بلائی کیوں گئی تھیں؟

درحقیقت مجھے اجلا نے نہیں رانا نے بلایا تھا ــــــــ!

کیوں ــــــــ؟

مجھے دیکھتے ہی وہ کہنے لگے، رادھا میں خوشی سے مرنے کیلئے تیار ہوں!

میں نے کہا، آپ مرنے کا ذکر کیوں کرتے ہیں؟ میرا دل کہتا ہے، آپ بچ جائیں گے۔

وہ کہنے لگے، نہیں میں بچنا نہیں چاہتا ـــــــ!

یہ کیوں رادھا؟

وہ کہہ رہے تھے میں مجرم ہوں میں پاپی ہوں، میری ہلکی سے ہلکی سزا جو ہو سکتی ہے وہ قتل ہی ہے!

یہ کیا ہو گیا ہے تمہارے رانا کو؟

سرکار ان کا عجب حال ہو رہا ہے!

وہی تو پُوچھتی ہوں!

ان پر ندامت طاری ہے، وہ اپنی غلطیوں پر اور گناہوں کو یاد کر کے کانپ جاتے ہیں ـــــــ!

غلطیاں ـــــــ گناہ؟

جی سرکار ـــــــ!

لیکن میں سمجھی نہیں۔

ان کی آنکھوں میں آنسو تیر رہے تھے، اور وہ بھرائی ہوئی آواز میں کہہ رہے تھے، خدا کے وہ نیک بندے جو اپنے مذہب کا ایک فرض ادا کرنے حج کیلئے جا رہے تھے، ان کے قتل میں میرا ہاتھ ہے۔ اس مقدس سفر کیلئے انہوں نے اپنی گاڑھی کمائی سے سرمایہ جمع کیا تھا، اس کے لوٹنے میں میرا حصہ ہے، جو بوڑھا مرد مسلمان، وہ بوڑھا مردِ شہید روح اللہ جس نے اپنی آن اور غیرت سے مجبور ہو کر بیوی کو ہلاک کر دیا، اور بیٹی کی گردن پر تلوار چلا دی، اس کے قتل سے میں اپنا دامن نہیں بچا سکتا، اس کی وہ پاک نیک پارسا، عبادت گذار اور ایمان صادق رکھنے والی لڑکی اس کے تقدس کو داغدار کرنے کیلئے میں اُسے قیدی بنا کر لایا، میں نے اُسے قید کر کے رکھا، میں نے اس پر زیادتی کی ـــــــ

جھوٹ ـــــــ کوئی زیادتی نہیں کی، احسان کیا، شریفوں کا سا سلوک کیا ـــــــ!

لیکن وہ تو یہی کہتے ہیں میں نے اُسے دکھ دیا، تکلیف پہنچائی، ان میں سے ہر جرم پکار پکار کر کہہ رہا ہے، کہ مجھے قتل کی سزا ملنی چاہئے، میں اس مبارک دن کا منتظر ہوں جب شہنشاہ کے دربار سے میرے قتل کا فرمان صادر ہوگا۔

رادھا پگلی تو نے انہیں سمجھایا نہیں؟

سرکار میں کیا سمجھا سکتی تھی انہیں ـــــــ؟

تو نے انہیں یاد نہیں دلایا میں انہیں معاف کر چکی ہوں!

ہاں بھول گئی، یہ تو میرے سامنے کا واقعہ ہے!

اب تو کب جائے گی ان کے پاس؟

کل پھر جاؤں گی سرکار!

اب ان سے کہہ دینا اور یقین دلا دینا، میرے دل میں ان کے خلاف کوئی جذبہ نہیں ہے، میں نے انہیں معاف کر دیا، میں ان کی ممنون کرم ہوں، انہوں نے میرے ساتھ جو سلوک کیا اُسے زندگی بھر یاد رکھوں گی، میرے دل میں ان کی عزت ہے عظمت ہے، وقعت ہے ـــــــ کیوں رادھا تو یہ سب کچھ کہہ دے گی؟

کہہ دوں گی سرکار! ــــــــ اور کیوں سرکار انہیں وہ بات بھی بتا دوں ـــــــ؟

کون سی بات؟

محبت والی، یہ بات کہ آپ بھی ان سے محبت کرتی ہیں۔

نہیں ـــــــ ہرگز نہیں!

سرکار، شہنشاہ کا فیصلہ نہ جانے کیا ہو؟ لیکن میرے منہ سے یہ بات سن کر ان میں نئی زندگی آجائے گی، ان کی آتما (روح) کو سکھ مل جائے گا، وہ اپنا غم بھول جائیں گے ـــــــ آپ کا کیا بگڑ جائے گا سرکار، اگر ایک سچی بات ان سے کہہ دوں؟

لیکن تو نہ جانے کیا کیا بک جائے گی؟

نہیں سرکار، میں جھوٹ ذرا بھی نہیں بولوں گی!

تیرا سچ بھی تو بڑا طولانی ہوتا ہے، تو اپنے سچ میں بھی تو نمک مرچ لگانے کی علوی ہے ــــــــــ نہیں تیرا خاموش ہی رہنا اچھا ہے، اور پھر محبت ایسی چیز بھی نہیں کہ اس کا چرچا کیا جائے، ڈھنڈورا پیٹا جائے، اعلان کیا جائے،

سرکار سنئے تو سہی ــــــــــ!

کیا کروں سُن کر ــــــــــ دیکھ وہ مجھے اتنا چاہتے ہیں، لیکن آج تک یہ لفظ کم از کم میرے سامنے زبان پر نہیں لائے، آج تک انہوں نے میرے سامنے مجھ سے دعوائے محبت نہیں کیا، ان کے طریقوں سے میں نے جان لیا، کہ وہ مجھ سے محبت کرتے ہیں اور کتنی زیادہ کرتے ہیں، اسی طرح مجھے بھی خاموش رہنے دے، میری زبان بند رہنے دے، میری محبت اگر سچی ہے تو وہ خود ہی محسوس کرلیں گے کہ میں انہیں چاہتی ہوں، محبت کرتی ہوں اُن سے!

لیکن میری بھی تو ایک سُن لیجئے!

کیا بات کہنا چاہتی ہے تو؟

میں یہ کب کہتی ہوں کہ آپ کچھ کہیں ــــــــــ؟

پھر ــــــــــ؟

میں تو یہ اجازت چاہتی ہوں کہ ان کے مایوس دل کو اپنی طرف سے، اپنی زبان سے، اپنے بولوں سے یقین دلا دوں کہ ان کی محبت بے اثر نہیں ہے، جسے وہ چاہتے ہیں، اُسے بھی ان سے محبت ہے؟

کیا فائدہ ہوگا اس سے؟

فائدہ؟ ــــــــــ سرکار سچ کہتی ہوں، اس طرح انہیں نئی زندگی مل جائے گی ــــــــــ!

یہ تیرا خیال ہے!

لیکن سرکار میرا یہ خیال حقیقت پر مبنی ہے ــــــــــ!

کیسے جانا تو نے ــــــــــ؟

خدا کو دیکھا نہیں عقل سے پہچانا ــــــــــ اجلا کو دیکھتی ہوں کھا کھا کر ٹانٹھا ہو رہا ہے، خوب خوش ہے ہشاش بشاش نظر آتا ہے، کیوں؟

تو ہی بتا ــــــــــ؟

اس لئے کہ جانتا ہے کہ اس سے محبت کرتی ہوں، اس یقین پر وہ خوشی خوشی پھانسی کے تختے پر بھی چڑھ جائے گا!

اور تیرے رانا صاحب؟

اور میرے رانا صاحب کا یہ ہے کہ ایک طرف تو وہ موت کے دن گن رہے ہیں اس کی آرزو کر رہے، دوسری طرف وہ غم میں گھلے جا رہے ہیں کہ انہوں نے آپ کو دکھ دیا ہے وہ آپ سے محبت کرتے ہیں، لیکن آپ سے نفرت کے سوا کچھ بھی نہیں مل سکتا انہیں لیکن اگر یہ معلوم ہو جائے کہ ان کی آہ بے اثر نہیں رہی، ان کی محبت نے آپ کو بھی محبت کرنے پر مجبور کر دیا، تو پھر ان کی نشاط و انبساط کا عالم ہی کچھ اور ہوگا، پھر واقعی اگر خدانخواستہ نہیں مرنا پڑا تو وہ خوشی خوشی آپ کی محبت کو سینہ سے لگا کر اس دنیا سے رخصت ہو جائیں گے!

کیوں ایسی بدفالی کی باتیں زبان سے نکالتی ہے پگلی۔

لیکن سرکار، بدفالی کی یہ باتیں آپ کی طرف سے مایوس ہی ہو کر وہ کرتے ہیں!

آخر تو چاہتی کیا ہیں؟

صرف یہ کہ انہیں معلوم ہو جائے، ان کی محبت یک طرفہ نہیں ہے!

اچھا جو تیرا جی چاہے کر!

تو اجازت ہے مجھے سرکار؟

ہاں ــــــــــ!

پھر رادھا نے وہ خط نکالا، اور اس کی طرف بڑھاتی ہوئی بولی،

لیجیے سرکار، اپنی امانت!

عائشہ نے پوچھا، یہ کیا ہے؟

وہ بولی یہ خط ہے، جو رانا نے آپ کو دیا ہے، اور اس کا جواب بھی مانگا ہے

کل ______!

عائشہ نے خط اس کے ہاتھ سے لے کر مٹھی میں دبا لیا!

* * *

گلُ چہرہ

رادھا نے تقاضہ کیا

پڑھیے ——————— !

وہ خط کو اسی طرح مٹھی میں دبائے دبائے گویا ہوئی،

کیوں پڑھوں، خط میرے نام ہے یا تمہارے نام؟

ہے تو آپ کے نام مگر سننا میں بھی چاہتی ہوں ——— ؟

عائشہ نے جھڑکتے ہوئے جواب دیا،

پاگل ہوئی ہو کچھ؟ ——— پرایا خط نہ پڑھتے ہیں نہ سنتے ہیں، یہ پاپ ہے ——— !

وہ بچوں کی طرح ضد کرتی اور اٹھلاتی ہوئی بولی:

میں پاپن سہی لیکن سن کر رہوں گی!

اور اگر میں نہ سناؤں!

تو آئندہ کبھی کوئی خط لا کر نہیں دوں گی۔

لیکن تم سے فرمائش کس نے کی تھی کہ پیامبری بھی کیا کرو۔

ایک ایسے مجبور شخص نے جس پر مجھے ترس آ گیا۔

بس باتیں بنانے کے فن میں تو طاق ہو! اسی بات پر حد یہ ہے کہ شہزادی زیب النساء تک کو رجھا لیا ہے، انہیں بھی بغیر تمہارے ایک لحہ قرار نہیں آتا ——— ! کسی آنکھ میں جادو ترے بیان میں ہے!

یہ تو قسمت ہے اپنی اپنی سرکار، اور واقعی مجھے فخر ہے کہ شہزادی میرا اتنا خیال کرتی

ہیں!

شہزادی کا لفظ رادھا کے منہ سے نکلا تھا کہ گل چہرہ دوڑتی ہوئی آئی اور کہنے لگی، یہاں بیٹھی کیا کر رہی ہو؟

وہ اور زیادہ اطمینان سے اپنی نشست پر بیٹھ گئی، اور کہنے لگی!

کیا آنکھیں نہیں ہیں؟ ــــــــ دیکھ تو رہی ہو!

گل چہرہ نے پھر ایک سوال کیا،

کب تک بیٹھی رہو گی ــــــــ؟

وہ مسکراتی ہوئی کہنے لگی،

جب تک جی چاہے گا ــــــــ کوئی نوکر ہیں کسی کے؟ تم پوچھنے والی کون؟

یہ تمہیں معلوم ہی نہیں ہم کون ہیں ــــــــ؟

آئینہ دیکھ لو خود ہی معلوم ہو جائے گا۔

وہ تو روز ہی دیکھتی ہوں!

پھر تمہارا خیال ہے کہ گل چہرہ ہو؟ ــــــــ بڑی سیدھی اور بھولی بھالی ہو واقعی!

تو کیا تم مجھے چڑیل سمجھتی ہو؟

نا بابا ــــــــ میری اتنی جُرات کہاں کہ چڑیل کی توہین کر سکوں گل چہرہ جھنیپ گئی اور زبردستی مسکرانے کی کوشش کرنے لگی، عائشہ کو ہنسی آ گئی، اس نے کہا۔

رادھا بڑی شریر ہو تم؟ ــــــــ تمہیں گل چہرہ پر اعتراض ہے؟ حالانکہ واقعی وہ ہزاروں میں ایک ہے!

میں تو اسے لاکھوں میں ایک مانتی ہوں! ــــــــ حد ہے ستم ظریفی کی، شکل وصورت یہ، اور نام گل چہرہ! واقعی وہ بڑا مسخرہ ہوگا، جس نے چُن کر یہ نام رکھا اس

کا ــــــــــــ!

گل چہرہ جل کر بولی!

اور تم جیسے واقعی رادھا ہو اپنے وقت کی!

وہ چھیڑتی ہوئی کہنے لگی،

اور کیا نہیں جی ــــــــــــ؟

گل چہرہ نے بھی بحث میں اُلجھتے ہوئے کہا،

کیا رادھا ایسی ہی تھی، جیسی تم ہو ــــــــــــ؟

جیسی میں ہوں اس سے تو کچھ کم ہی ہوگی، لیکن ملتی جلتی صورت ضرور پائی تھی اُس نے ــــــــــــ؟

عائشہ کو پھر ہنسی آ گئی، گل چہرہ نے سوال کیا۔

اچھا مان لیا تم سچ مچ رادھا کی طرح ہو ــــــــــــ لیکن تمہارے کرشن مراری کہاں ہیں ــــــــــــ؟

کہیں بنسری بجا رہے ہوں گے!

اور تمہیں ان کی ذرا فکر نہیں؟

مجھے کیوں ہوتی؟ ــــــــــــ انہیں ہوگی میری فکر؟

لیکن ہم نے تو کبھی اُنہیں تمہارے پاس آتے جاتے نہیں دیکھا!

اب کی آئیں گے تو دکھا دوں گی ــــــــــــ لیکن پھر کبھی نہیں آئیں گے!

کیوں نہیں آئیں گے ــــــــــــ!

اُنہیں بدصورتوں سے نفرت ہے، اور اگر بدصورتی کا اتنا بڑا شاہکار میں نے انہیں دکھا دیا تو خفا ہو جائیں گے، بڑی جلدی روٹھ جاتے ہیں!

عائشہ بیچ میں بول پڑی،

تم بڑی دیر سے بیچاری گل چہرہ کو ستائے جا رہی ہو، اور وہ جواب نہیں دیتی،

زیادہ نہ اتراؤ ہوش میں رہو ـــــــــ تم اس کی جوتی کی نوک کے برابر بھی نہیں ہو ـــــــــ!

وہ اسی طرح سنجیدہ لیکن شوخ لہجہ میں بولی،

یہ میں نے کب دعویٰ کیا تھا کہ میں اس کی جوتی کی نوک کے برابر ہوں ـــــــــ؟ یہ دعویٰ تو میں اسی وقت کرسکتی ہوں، جب میرا دماغ خراب ہو چکا ہو، ہاں اگر آپ کا مطلب یہ تھا کہ گل چہرہ میری جوتی کی نوک برابر نہیں ہے، تو آپ نے ٹھیک کہا، پھر مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے!

گل چہرہ کھلکھلا کر ہنس پڑی، اُس نے عائشہ سے کہا،

دیکھ رہی ہیں سرکار اس کی باتیں؟ ـــــــــ پھر میں بھی کچھ کہہ دوں گی تو ناچی ناچی پھرے گی سارے محل میں!

رادھا نے مصنوعی حیرت سے گل چہرہ کی طرف دیکھا اور بولی،

اہو تو آپ بھی کچھ کہہ سکتی ہیں مجھے؟ ـــــــــ ذرا کہہ کر تو دیکھئے!

بے ساختہ اس کے منہ سے نکلا،

چڑیل ـــــــــ!

اور بے ساختہ رادھا ہنس پڑی، اُس نے گل چہرہ کو گلے سے لگالیا اور پیار بھرے لہجہ میں کہا۔

روٹھ گئی ہماری گل چہرہ ـــــــــ ارے میں تو مذاق کر رہی تھی، تو واقعی گل چہرہ ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر، سارے محل میں کون ہے جو تیرا مقابلہ کرسکے! ـــــــــ لیکن اتنی جلدی روٹھ نہ جایا کرو!

گل چہرہ نے کوئی جواب نہیں دیا، مسکرانے لگی، پھر بولی،

روٹھتے تو تمہارے کرشن مراری ہوں گے۔

وہ بولی، انہیں بھی اسی طرح منالیتی ہوں جیسے تجھے منالیا ہے ابھی!

وہ ہنستی ہوئی گویا ہوئی،

کتنی بے غیرت ہو رادھا تم بھی ــــــ چھی چھی!

ارے ارے یہ کیوں؟

اپنے کرشن مراری کو بھی اسی طرح منا لیتی ہو، جیسے مجھے منا لیا؟

ہاں تو کیا ہوا؟ ــــــ کون سا غضب ہو گیا؟

اسی کو تو بے غیرتی کہتے ہیں!

کیوں بھائی ــــــ؟

میں تو خیر عورت ہوں، لیکن وہ تو مرد ہیں!

تو کیا مردوں کو نہیں منایا جاتا ــــــ؟

منایا تو جاتا ہے لیکن کیا اسی طرح؟

پھر کس طرح؟ ــــــ ہمیں تو یہی طریقہ آتا ہے، تمہیں کوئی اور طریقہ معلوم ہو تو بتا دو!

اے چل ہٹ ــــــ پگلی!

یہ کیوں؟ ــــــ کیا غلطی ہو گئی مجھ سے ــــــ؟

مجھے مردوں کو منانے کے طریقے کیوں آتے ــــــ میں نے تو آج تک کسی مرد سے بات تک نہیں کی ہے! میں کیا جانوں وہ روٹھتے کس طرح ہیں، اور منائے کس طرح جاتے ہیں؟

یہ کون سا مشکل کام ہے ــــــ ہم سے سیکھ لو ــــــ!

بخشو ــــــ مجھے سیکھنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ فن تمہی کو مبارک ــــــ! اچھا اب چلتی ہو، یا جا کر کہہ دوں نہیں آتی!

کہاں لے چلو گی بھئی؟ کس نے یاد کیا ہے مجھے؟

شہزادی نے اور کس نے؟ ــــــ کتنی دیر سے پوچھ رہی ہیں رادھا کہاں

ہے؟ جب کسی طرح تمہاری جھلک نہیں دکھائی دی تو مجھے حکم دیا کہ جا رادھا جہاں ہو اپنے ساتھ لے آ فوراً ـــــــ نہ جانے کیا جادو کر دیا ہے تم نے ہماری شہزادی پر ـــــــ!

رادھا کھڑ بھڑا کر اُٹھ بیٹھی اُس نے ملامت آمیز نظروں سے اُسے دیکھا اور بولی،

تو نے آتے ہی کیوں نہیں کہہ دیا تھا کہ شہزادی بلا رہی ہیں، خواہ مخواہ مجھے ادھر اُدھر کی باتوں میں اُلجھالیا، اگر وہ خفا ہوئیں تو کیا ہوگا؟

بھلا وہ خفا ہو سکتی ہیں؟ ـــــــ وہ تو اتنی نیک ہیں کہ کسی پر بھی خفا نہیں ہوتیں، اور تم پر تو اتنی مہربان ہیں کہ جھوٹ موٹ بھی نہیں خفا ہو سکتیں۔

وہ اٹھتی ہوئی بولی،

اچھا نہ چلو ـــــــ اور اگر خفا ہوئیں تو صاف صاف کہہ دوں گی اس گل چہرہ نے مجھے باتوں میں الجھالیا تھا ـــــــ!

ہاں کہہ دینا، ـــــــ آؤ ـــــــ؟

گل چہرہ کھلکھلا کر ہنس پڑی اور ہنستی ہوئی بولی،

بس اتنا ہی دم خم تھا؟ ڈر گئیں؟

اب کیوں چل رہی ہو؟

رادھا نے چلتے چلتے کہا،

ایک ہم ہیں کہ ہمیں بلایا جاتا ہے، اور ایک تم ہو کہ دوڑی دوڑی بلانے آتی ہو!

گل چہرہ کچھ جھینپ سی گئی، کہنے لگی،

باتیں بنانے کے فن میں تو طاق ہو تم؟

عائشہ نے تائید کی،

ہاں بہت زیادہ؟ باتیں بنانے کے سوا کچھ جو آتا ہو اُسے ـــــــ نکمی

کہیں کی ______!

* * *

کاغذ پہ رکھ دیا ہے کلیجہ نکال کے

رانا نیتو سنگھ کا خط ابھی عائشہ کی مٹھی میں دبا ہوا تھا، رادھا اور گل چہرہ کے جانے کے بعد وہ اطمینان سے اپنے بستر پر پاؤں لٹکا کر بیٹھ گئی، اس نے خط کھولا اور پڑھنا شروع کیا۔

میں آپ کو کسی لقب سے یاد نہیں کروں گا!

لقب کی ضرورت بھی کیا ہے،

البتہ آج آپ کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دینا چاہتا ہوں۔

جو بات میں اب تک نہیں کہہ سکا، وہ اب کہہ رہا ہوں!

اور شاید اب بھی نہ کہتا، لیکن جانتا ہوں میرے سفرِ آخرت کا زمانہ قریب آتا جارہا ہے، پھر اس دنیا کو چھوڑنے سے پہلے، اگر اپنی آخری تمنا کا اظہار کردوں تو شاید کوئی ہرج نہیں، اور اگر ہے بھی تو آپ کی ذات سے اُمید ہے کہ مجھے معاف کردیں گی!

پہلی بات تو یہ ہے کہ میں آپ سے محبت طلب کرتا ہوں، اتنی ہی سچی، اتنی ہی پاک اور اتنی ہی بے لوث جتنی اس دُنیا میں کی جاسکتی ہے، اس محبت کو ایک قیمتی پونجی کی طرح میں اپنے کلیجہ سے لگائے ہوئے، یہ زندگی کی آخری سانس تک میرے ساتھ رہے گی، اور مرنے کے بعد بھی میرے ساتھ جائے گی!

خفا نہ ہوجایئے گا!

محبت کوئی جرم نہیں ہے، گناہ نہیں ہے، پاپ نہیں ہے۔

محبت دین و مذہب اور قوم ملت کی حدود سے بے نیاز ہے، اس تفرقہ کے ہوتے ہوئے بھی میں نے آپ سے محبت کی، اور میرا دعوٰے ہے کہ صرف یہی ایک ایسی چیز ہے

جو مجھ سے چھینی نہیں جا سکتی، نہ تلوار کے زور سے نہ موت کے خوف سے!

جب تک آپ میری مہمان رہیں، میں یہ لفظ زبان پر نہیں لایا!

کیوں نہیں لایا؟

اس لئے کہ اس وقت اگر میں اظہار محبت کرتا تو آپ اسے میری ہوس پر معمول کر سکتی تھیں، آپ سوچ سکتی تھیں آپ میرے بس میں ہیں، میرے قبضہ میں ہیں، میں آپ کو ہر طرح سے مجبور کر سکتا ہوں، پھر میری محبت آپ کی نظر میں کوئی وقعت نہ رکھتی، میں آپ کی نظر سے گر جاتا!

آپ کو یاد ہوگا جب آپ نے اپنے وطن واپس جانا چاہا تو گو میرے دل پر آرے چل رہے تھے، لیکن میں نے نہ آپ کو روکا نہ اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی بلکہ وعدہ کیا خود اپنی حفاظت میں آپ کو وہاں پہنچا آؤں گا، جہاں آپ جانا چاہیں!

رادھا نے مجھے منع کیا اس ارادہ سے باز رکھنے کی کوشش کی، اس کا مطالبہ تھا کہ میں آپ کو نہ جانے دوں، رفتہ رفتہ آپ مجھ سے مانوس ہو جائیں گی، میری محبت کی قدر کرنے لگیں گی، رادھا نے یہ رائے بدنیتی سے نہیں دی تھی، اُسے خود بھی آپ سے محبت ہو گئی تھی، اُس نے اپنی محبت سے مجبور ہو کر یہ رائے دی تھی۔

لیکن میں نے اس کی بات رد کر دی!

میں اپنی محبت کی بے لوثی کا امتحان لے رہا تھا!

میں اپنی محبت کو سچائی کی کسوٹی پر کس رہا تھا!

مجھے فخر ہے کہ رادھا کی بات رد کر کے اس کی رائے نہ مان کر میں ایک کڑے اور بہت سخت امتحان میں کامیاب ہو گیا،

مجھے خود بھی اپنی بے لوث محبت پر اعتبار آ گیا!

دوسری بات یہ کہنا چاہتا ہوں کہ محبت کا اقرار میں قید کی حالت میں کر رہا ہوں۔

آپ کو پانے سے ہر طرح مایوس ہونے کے بعد اب دُنیا کی کوئی طاقت ہم

دونوں کو ایک نہیں کرسکتی، اب آپ ایک کنارے پر ہیں، میں دوسرے کنارے پر، جس طرح ندی کے دو کنارے نہیں مل سکتے، اس طرح ہم دونوں بھی نہیں مل سکتے، لہٰذا اب اگر اپنی محبت کا اعتراف کررہا ہوں تو یہ بھی اس اطمینان پر کہ آپ اس میں دغا فریب/دھوکا، موقع پرستی کا شائبہ نہیں محسوس کریں گی۔

میں صرف ایک حقیقت آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں اور بس، وہ بھی اس لئے کہ میرے بعد شاید آپ مجھے اور میری محبت کو یاد کرلیں۔

اگر ایسا ہوا تو میرا سب سے بڑا انعام ہوگا!

سب سے بڑی سوغات______!

اس سے زیادہ مجھے کچھ نہیں چاہئے، اس سے زیادہ کی آرزو کا مجھے حق نہیں پہنچتا!

تیسری اور آخری بات جو آپ کے علم میں لانا چاہتا ہوں یہ ہے کہ جب تک میں نے آپ کے کردار کا جلوہ نہیں دیکھا، جب تک میں نے آپ کی سیرت اور کردار کی بلندی نہیں دیکھی تھی، اس وقت تک میں واقعی لٹیرا تھا، کتنے قافلے میں نے لوٹے، نہ جانے کتنے بے گناہوں کا خون میری گردن پر ہے!

لیکن آپ کو دیکھنے کے بعد اور آپ کے شہید والد روح اللہ صاحب کو آن اور شان کے ساتھ اپنے دین اور غیرت قومی پر گردن کٹاتے دیکھا، اس نے میری کایا پلٹ دی!

میں اپنے آپ کو بزدل محسوس کرنے لگا!

بہادری تو اس بوڑھے شخص پر جس کا نام روح اللہ تھا ختم تھی!

میں نے اپنی زندگی میں بہت سے معرکے دیکھے ہیں، بہت سے معرکے سر کئے ہیں، بہت سے بہادروں کو دیکھا ہے، بہت سے جیالے میری نظر سے گذرے ہیں، لیکن روح اللہ بوڑھے، کمزور اور ضعیف روح اللہ نے جس تیور سے تلوار چلائی جس دم خم کے ساتھ اپنے سے بیسیوں گنا آدمیوں سے لڑا، اور لڑتا ہوا مرا، اُس نے مجھے دوسرا آدمی بنا

دیا، ایک ایسا آدمی جو پہلے سے بالکل مختلف تھا۔

مسلمانوں سے میل جول بہت دنوں سے رکھتا ہوں، دکن کی مسلم ریاستوں سے میرے اور میرے خاندان کے گہرے مراسم رہ چکے ہیں، گو ان تعلقات میں سیاست کو دخل تھا، لیکن میل جول بہرحال بہت گہرا تھا، میں نے انہیں دیکھا ان کے اسلام کو دیکھا، لیکن نہ وہ مجھے اپیل کر سکے نہ ان کا اسلام ـــــــــــ!

لیکن صرف ایک شخص نے، اور آپ سمجھ گئی ہوں گی وہ شخص روح اللہ کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا، میرے اندر انقلابِ عظیم برپا کر دیا۔

روح اللہ نے مر کر بتا دیا مسلمان کیا ہوتا ہے؟ کیسا ہوتا؟

روح اللہ نے شہید ہو کر بتا دیا اسلام کیا چیز ہے؟ اور یہ جب دل میں گھر کر لے تو پھر کبھی نہیں نکلتا، نہ تلوار کی نوک سے نہ خنجر کی دھار سے!

میں اپنے آپ کو، آپ سے چھپاتا رہا!

لیکن اگر آج آپ کے سامنے یہ اقرار کروں کہ ادھر مولوی روح اللہ کی نعش بے کفن زمین پر تڑپی، ادھر اسلام نے میرے دل میں گھر کر لیا، میں مسلمان ہو گیا تو تعجب نہ کیجئے گا!

میں اسی دن مسلمان ہو گیا تھا ـــــــــــ گو اس کا اقرار میں نے خود اپنے آپ سے بھی نہیں کیا تھا ـــــــــــ جس روز آپ نے میری حویلی میں قدم رکھا تھا!

لیکن اب اس حقیقت کو نہ اپنے آپ سے چھپا سکتا ہوں، نہ آپ سے آپ میرے اسلام کی گواہ ہیں، آپ سے جو شخص محبت کر رہا ہے اور آپ کی محبت کا کلمہ پڑھتا ہوا جو شخص موت کا انتظار کر رہا ہے۔ وہ مسلمان ہے!

میرے جرائم کی فہرست شہنشاہ تک پہنچ چکی ہے، غلط نہیں ہے، ان جرائم کی سزا موت ہی ہو سکتی ہے، اور میں اس سزا کیلئے تیار ہوں، آپ سے صرف یہ استدعا ہے کہ میرے قتل کے بعد میرے لئے دعائے مغفرت کرتی رہیے گا ـــــــــــ کبھی کبھی!

بس اس سے زیادہ میں کچھ نہیں کہنا چاہتا!

خط عائشہ کے آنسوؤں سے تر ہو چکا تھا، اور وہ تکیہ سے منہ ڈھانپے سسکیاں لے لے کر رو رہی تھی ——————!

* * *

گریۂ بے اختیار

کچھ دیر بعد رادھا شہزادی زیب النساء کے پاس سے عائشہ کے پاس واپس آئی تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ روتے روتے اس کی آنکھیں سوج گئی ہیں، یہ منظر دیکھ کر وہ بیقرار ہوگئی، دوڑی دوڑی آئی اور اس کے پاس بیٹھ گئی، اپنے آنچل سے اس کے آنسو پُونچھے اور محبت بھرے لہجہ میں سوال کیا،

میری سرکار کیا بات ہے؟ آپ رو کیوں رہی ہیں؟

عائشہ نے کوئی جواب نہیں دیا، اس کی آنکھیں پھر آب گوں ہوگئیں، پھر اس کی آنکھوں سے بڑے بڑے موتی آنسوؤں کی صورت میں برسنے لگے۔

رادھا نے اُسے گلے سے لگالیا، خود بھی رونے لگی، اور روتے روتے پوچھا:

کیا نہ بتایئے گا؟ مجھ سے بھی راز رکھیۓ گا۔

عائشہ نے آنسو پونچھ لئے، اور گلوگرفتہ آواز میں کہنے لگی،

تم سے بڑھ کر میرا راز دار اور دوست کون ہوسکتا ہے ـــــــــ لو یہ خط دیکھ لو ـــــــــ،

عائشہ نے خط رادھا کے ہاتھ میں دے دیا وہ اُسے پڑھنے لگی، پڑھ چکنے کے بعد گویا ہوئی:

ان کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی ہے کہ وہ اب زندہ نہیں رہ سکتے، شہنشاہ کے دربار سے ان کیلئے قتل کا فرمان صادر ہوگا، میں نے بھی انہیں سمجھانے کی بہت کوشش کی، لیکن ان کی زبان پر تو بس ایک ہی فقرہ ہے،

مجھے زندہ رہنے کا حق نہیں ہے، میری سزا موت ہی ہوسکتی ہے ـــــــــ؟

لیکن سرکار انہوں نے تو اس خط میں ایک بہت عجیب بات لکھی ہے!

عائشہ نے دریافت کیا،

کس بات کی طرف اشارہ کر رہی ہو تم؟

وہ بولی، رانا جی مسلمان ہو چکے ہیں یہ تو مجھے آج معلوم ہوا؟

عائشہ نے پوچھا، تو کیا تمہیں صدمہ ہوا اس خبر سے؟

وہ بولی، بالکل نہیں سرکار!

عائشہ نے پھر پوچھا، تو کیا خوش ہوئیں تم ______؟

وہ کہنے لگی، ہاں بہت زیادہ، بہت ہی زیادہ!

یہ کیوں ______؟

اس لئے کہ دل ہی دل میں بہت دن ہوئے میں خود بھی مسلمان ہو چکی ہوں!

(سراپا حیرت بن کر) رادھا سچ!

سرکار اللہ کو گواہ کر کے کہتی ہوں، وہ میرے ایمان کا گواہ ہے!

لیکن تم کیسے راغب ہو گئیں اسلام کی طرف؟

بالکل اسی طرح جیسے رانا نیتو سنگھ جی ہوئے!

یعنی ______!

آپ کو دیکھ کر، آپ کو پرکھ کر، آپ کو پا کر!

کیوں شرمندہ کرتی ہو مجھے! میں خود ایک گنہگار عورت ہوں ______! لیکن یہ اللہ کی دین ہے جسے جس بہانے سے چاہے ایمان کی نعمت عطا کر دے!

یہی سمجھ لیجئے سرکار!

لیکن رادھا مجھے رائے دو میں کیا کروں؟

آپ کیا کرنا چاہتی ہیں؟

میں رانا کو مرنے نہیں دوں گی، میں ان کا قتل گوارا نہیں کر سکتی، میرے جیتے جی

وہ مر نہیں سکتے!

یہ آپ کیا کہہ رہی ہیں؟ یہ میں کیا سُن رہی ہوں؟

کیوں؟ ـــــــــ تمہیں تعجب کیوں ہو رہا ہے؟

مجھے تعجب اس پر ہو رہا ہے، کہ پتھر میں جونک لگ گئی!

پھر وہی سہیلی ـــــــــ!

مجھے تعجب اس پر ہو رہا ہے کہ آپ بھی ہمارے رانا صاحب سے محبت کرنے لگیں، وہ جب سنیں گے تو خوشی سے نہال ہو جائیں گے!

خبردار ان سے اس طرح کی باتیں کرنے کی اجازت نہیں ہے!

کیوں نہیں ہے وہ تو میں پہلے ہی آپ سے اجازت لے چکی ہوں ـــــــــ کیا آپ نہیں چاہتیں کہ ان کے مجروح اور مایوس، مغموم اور حسرت نصیب دل کو سکون پہنچ جائے، وہ جب سنیں گے کہ ان کی محبت بے اثر نہیں رہی تو نہ جانے ان کی کیا حالت ہو جائیگی!

پگلی اسی لئے تو کہتی ہوں، ابھی ان سے اس طرح کی باتیں نہ کر!

لیکن وہ مجھ سے پوچھیں گے میرے خط کا جواب لائی؟ تو کیا کہوں گی؟

یہ تو پوچھ رہی ہے؟

ہاں، ـــــــــ نہ پوچھوں؟

تجھے پوچھنے کی ضرورت کیا ہے، تو ایک باتونی، تو سفید کو سیاہ اور سیاہ کو سفید ثابت کرنے پر تل جائے تو یہ بھی کرسکتی ہے، جو چاہنا کہہ دینا، تجھ سے تو وہ بھی بات میں نہیں جیت سکتے ـــــــــ لیکن ایک بات تو بتا!

جی سرکار ـــــــــ!

کیا واقعی تو بھی مسلمان ہو گئی ہے؟

جی ـــــــــ سچے دل سے!

اور سردار اجلا سنگھ ــــــــــــــــــ!

وہ تو نہیں ہوا ــــــــــــــ!

پھر کیا ہوگا ــــــــــــــ؟

ایک مسلمان عورت کی شادی ایک کافر سے تو نہیں ہوسکتی ــــــــــ کیا تو اُسے چھوڑ دے گی ــــــــــــــ؟

ہاں اگر وہ مسلمان نہ ہوا تو ضرور چھوڑ دوں گی،

اور اگر مسلمان ہوگیا؟

تو اس کے قدموں پر سر رکھ دوں گی!

لیکن تیرا خیال کیا ہے؟ ــــــــــ ہو جائے گا؟

کیسے نہیں ہوگا سرکار ــــــــــ؟

اخاہ ــــــــــــ اتنا اعتماد؟

بھلا رادھا کو وہ چھوڑ سکتا ہے؟ کیا رانا جی کا ساتھ وہ چھوڑ دے گا، اِدھر کی دنیا اُدھر ہو جائے مگر ایسا نہیں ہوسکتا!

ہاں یہ تو میرا دل بھی گواہی دیتا ہے ــــــــــ!

آپ کا دل کیسے گواہی دیتا ہے سرکار؟

تم سے اُسے واقعی بے پناہ محبت ہے اور رانا کے پسینہ پر وہ خون بہا سکتا ہے رانا کی ذات سے اُسے عقیدت ہے، وہ کسی حالت میں بھی رانا کے راستہ کو غلط نہیں سمجھ سکتا، جب دیکھے گا کہ رادھا بھی مسلمان ہوگئی اور رانا نے بھی اسلام قبول کرلیا، تو وہ بغیر کسی تحریک کے وہ خود بخود مسلمان ہو جائے گا!

جی بے شک ــــــــــ اور اسی اعتماد پر تو میں نے یہ بات اس سے چھیڑی نہیں اب تک؟

لیکن وہ وقت کب آئے گا آخر ــــــــــ جب تم اس مسئلہ کو اُٹھاؤ گی؟

آ جائے گا سرکار ـــــــ !

وہ تو ٹھیک ہے لیکن آخر کب؟

ذرا اس مقدمہ کا فیصلہ تو ہو جانے دیجئے!

مقدمہ ـــــــ نہ جانے کب شہنشاہ کو فرصت ملے گی، اور وہ کب اس مقدمہ کا فیصلہ کریں گے۔

آپ کو روتا دیکھ کر اصل بات کہنا تو میں بھول ہی گئی!

کوئی خاص بات ہے؟

جی خاص الخاص بات ـــــــ !

تو کہو پھر جلدی سے ـــــــ !

ابھی شہزادی نے مجھے یہی بتانے کو بلایا تھا کہ پرسوں شہنشاہ کی بارگاہ میں مقدمہ کی پیشی ہو رہی ہے ـــــــ !

پرسوں ـــــــ ؟

جی پرسوں ـــــــ اور شہزادی صاحبہ نے مجھے بتلایا ہے کہ اجلا سنگھ اور رانا صاحب سے کہہ دوں کہ وہ خدا پر بھروسہ رکھیں، مجھے تاکید کی ہے کہ فرصت کا ہر لمحہ صرف دُعا میں صرف کروں ـــــــ انہوں نے یہ بھی کہا ہے کہ وہ خود بھی ہر نماز کے بعد ان مجرموں کی رہائی اور جان بخشی کیلئے دُعا کیا کریں گی ـــــــ کتنی اچھی ہیں یہ شہزادی صاحبہ، کتنے اچھے ہوتے ہیں یہ مسلمان ـــــــ ذرا سوچئے تو سہی بھلا شہزادی کو کیا پڑی تھی کہ وہ اجلا سنگھ اور نیتو سنگھ کیلئے رہائی اور جان بخشی کی دُعا کریں؟ ان کافروں سے انہیں کیا مطلب؟ ان باغیوں سے انہیں کیا سروکار؟ لیکن میرے آنسو وہ نہیں دیکھ سکیں، وہ یہ نہیں جانتیں کہ میں مسلمان ہوں، ایک کافر عورت کے آنسو وہ نہیں دیکھ سکیں، وہ شہنشاہ سے سفارش نہیں کر سکتیں لیکن شہنشاہ کے شہنشاہ یعنی خدائے بزرگ و برتر سے دُعا کر سکتی ہیں وہ کریں گی ـــــــ ! اور جب سے انہیں آپ کا واقعہ معلوم ہوا ہے اس وقت سے

اور زیادہ متاثر ہیں!

کم بخت میرے متعلق تو نے انہیں کیا بتا دیا؟

کچھ نہیں سرکار ————!

پھر ابھی کیا کہہ رہی تھی ————؟

میں نے رانا نیتو سنگھ کے واقعات بتائے تھے، ان کا آپ کے ساتھ برتاؤ بتایا تھا یہ سن کر وہ خود سب کچھ سمجھ گئیں ————!

کیا سمجھ گئیں؟ کچھ منہ سے پھوٹ تو سہی؟

کہنے لگیں، نیتو اچھا آدمی معلوم ہوتا ہے، کاش یہ مسلمان ہو جائے، اگر یہ مسلمان ہو جاتا تو ضرور عائشہ کی شادی میں اس سے کر دیتی ————!

عائشہ نے رادھا کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور بولی!

بس ———— زیادہ بکواس کی ضرورت نہیں ہے ————!

رادھا روٹھ گئی، کہنے لگی،

اے واہ، یہ بھی اچھی رہی، اب میں بولوں بھی نہیں؟

عائشہ نے مسکراتے ہوئے اور شریر نظروں سے اُسے گھورتے ہوئے کہا،

نہیں مانو گی تم؟

وہ کہنے لگی! آخر کون سی خطا سرزد ہو گئی ہے مجھ سے؟ کچھ معلوم بھی تو ہو؟

خطا؟ ———— تمہاری سب سے بڑی خطا یہ ہے کہ ضرورت سے بہت زیادہ باتونی ہو، اور باتیں بھی وہ کرتی ہو جو ————!

بالکل سچی ہوتی ہیں ———— بول میرے ہوتے ہیں بات آپ کی ہوتی ہے، کہتی میں ہوں دل آپ کا دھڑکتا ہے، کیوں یہی بات ہے نا؟

تیرا سر ————!

* * *

مجرم شہنشاہ عالمگیر کے سامنے

آخر وہ دن آ گیا جس کا ایک عرصہ سے انتظار تھا!

آج شہنشاہ کے سامنے رانا نیتو سنگھ اور اجلا وغیرہ کی پیشی تھی،

دیوان عام حاضرین سے کھچا کھچ بھرا ہوا تھا! —— ان میں اُمرائے ملک بھی تھے، حکام شہر بھی، سردارانِ فوج بھی خانوادۂ شاہی کے ارکان بھی!

نیتو سنگھ ایک مجرم کی طرح تختِ شاہی کے قریب کھڑا تھا، مسلح سپاہیوں کا ایک دستہ اُسے اپنی حراست میں لئے ہوئے تھا اور اجلا سنگھ اس کے بالکل پیچھے استادہ تھا اور منتظر تھا کہ قسمت کیا گل کھلاتی ہے، اور شہنشاہ کی بارگاہ سے کیا فیصلہ صادر ہوتا ہے!

اجلا سنگھ بہادر تھا، بہت سے معرکوں میں حصہ لے چکا تھا، کئی معرکے سر کر چکا تھا، لیکن آج دہشت کے باعث اس کا رنگ زرد ہو جا رہا تھا، اس پر بے کلی، اضطراب اور وحشت کا عالم طاری تھا!

رانا نیتو سنگھ کی کیفیت اُجلا سنگھ سے مختلف تھی!

اس کے چہرے پر نہ ہراس تھا، نہ دہشت، نہ گھبراہٹ، نہ اضطراب، نہ پریشانی نہ وحشت نہ سراسیمگی —— وہ یکسر پیکرِ اطمینان وسکون نظر آ رہا تھا، جیسے مقدمہ اس کا نہیں کسی اور کا پیش ہے، جیسے موت وزیست کا سوال اس کے سامنے نہیں کسی اور کے سامنے درپیش ہے!

اجلا سنگھ کی کیفیت قدرتی اور فطری تھی ——!

لیکن رانا نیتو سنگھ کی کیفیت حیرت انگیز تھی، لوگوں کی نظریں اُجلا سنگھ پر بھی پڑ رہی تھیں، اور نیتو سنگھ پر بھی اور ان دونوں کی اس مختلف اور متضاد کیفیت پر وہ دل ہی دل

میں چہ می گوئیاں کر رہے تھے، شاید آپس میں بھی سوال جواب اور پوچھ گچھ کا سلسلہ شروع کر دیتے، لیکن یہ بات آداب دربار کے خلاف تھی کہ کوئی شخص کسی سے کلام کر سکے!

شہنشاہ ابھی تک برآمد نہیں ہوئے تھے!

ہر شخص منتظر تھا کہ وہ تشریف لائیں اور اس اہم ترین مقدمہ کا فیصلہ کریں!

تھوڑی دیر کے بعد نقیب اور چانوش نعرہ کناں نمودار ہوئے ______!

نگاہ روبرو، ادب سے رستم دوراں، شہنشاہِ جہاں، سلطان ابن سلطان، خاقان ابنِ خاقان، محی الملۃ والدین، شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر کی سواری بادِ بہاری آتی ہے ______!

یہ سنتے ہی سب لوگ اور زیادہ مؤدب ہو کر بیٹھ گئے، اور ذرا دیر میں شہنشاہ معظم برآمد ہوئے اور تخت شاہی پر متمکن ہو گئے!

خاموشی اور سناٹے کا یہ عالم تھا کہ اگر سوئی بھی گرتی تو اس کی آواز سُن لی جاتی ہر شخص کے چہرے پر دہشت اور خوف کی کیفیت طاری تھی۔

وزیر دربار سے شہنشاہ نے دریافت فرمایا،

سب سے پہلا مقدمہ آج کس کا ہمارے حضور میں پیش کیا جائے گا؟

وزیر دربار نے عرض کیا،

سیوا جی کے داماد رانا نیتو سنگھ کا ______ جسے مہاراجہ جے سنگھ کے دستۂ سپاہ نے گرفتار کر کے یہاں روانہ کیا ہے، اور اس وقت وہ حضور کے سامنے موجود ہے ______!

شہنشاہ نے ایک اچٹتی سی نظر نیتو پر ڈالی اور وزیر دربار سے سوال کیا۔

کیا نیتو سنگھ نے جے سنگھ کی فوج سے مقابلہ کیا تھا؟

شہنشاہ عالم نہیں ______!

ذرا برہمی کے ساتھ شہنشاہ نے ارشاد فرمایا،

تو کیا سیواجی کا داماد، عزیز، رشتہ دار ہونا بھی ہمارے نزدیک کوئی جرم ہے؟

سلطان عالم پناہ نے کڑے تیور سے وزیر دربار کو دیکھا، اور پوچھا:

وزیرِ دربار نے لرزتی ہوئی آواز میں عرض کیا،

نہیں سلطان عالم پناہ،

پھر نیتو کو کس جرم میں ہمارے سامنے دست بستہ اور پا بجولاں پیش کیا گیا ہے؟

وزیر دربار نے اپنے ہوش وحواس پر قابو پاتے ہوئے کہا،

شہنشاہ ذی جاہ نیتو سنگھ کے جرائم کی فہرست بہت طولانی ہے، یہ بڑے سنگین جرائم کا مرتکب ہوا ہے، اس نے جو کچھ کیا ہے اس کی سزا موت سے کم ہو ہی نہیں سکتی!

شہنشاہ نے ایک اچٹتی سی نظر پھر نیتو پر ڈالی پھر سنبھل کر بیٹھ گیا، اور وزیر دربار سے سوال کیا،

کیا ہیں نیتو کے جرائم! ——— ہم سننا چاہتے ہیں!

وزیر دربار: اس نے حاجیوں کے ایک قافلہ پر چھاپہ مارا۔

شہنشاہ عالمگیر: کیا سیواجی کی طرح اس نے بھی حاجیوں کے قافلے پر چھاپہ مارا؟

وزیر دربار: عالی جاہ،

شہنشاہ عالمگیر: اور ——— اور کیا کیا اس نے؟

وزیر دربار: اس حادثہ کے سلسلہ میں بہت سے آدمی قتل ہوئے، بہت سے مجروح۔

شہنشاہ عالمگیر: (برہم ہوکر) اور ———!

وزیر دربار: اس نے مولوی روح اللہ جیسے نیک، صالح اور خوش نہاد شخص کو قتل کیا۔

شہنشاہ عالمگیر: مولوی روح اللہ؟

وزیر دربار: جی ہاں ——— فیروز پور آبلو کے مشہور عالم!

شہنشاہ عالمگیر: (اور زیادہ بدد ماغ اور برہم ہوکر) تو یہ مولوی روح اللہ جیسے شخص کا

قاتل بھی ہے؟

وزیر دربار: شہنشاہ عالم پناہ،

شہنشاہ عالمگیر: بہت بڑا جُرم ہے، بہت سنگین جرم ہے، نا قابلِ معافی جرم!

وزیر دربار: درست فرمایا جہاں پناہ نے!

شہنشاہ عالمگیر: ایک بہت بڑا جرم یہ کہ اس نے حاجیوں کے قافلہ پر چھاپہ مارا، انہیں قتل کیا، زخمی کیا، لوٹا، اور دوسرا اس سے بھی بڑا جرم یہ کہ اس نے مولوی روح اللہ جیسی معزز محترم ہستی کو قتل کیا،

وزیر دربار: شہنشاہِ دوران اس کا ایک تیسرا جرم بھی ہے، اور وہ جرم مذکورہ دونوں جرموں سے کم از کم میرے نزدیک کہیں زیادہ سنگین اور نا قابلِ معافی ہے۔

شہنشاہ عالمگیر: اس تیسرے جرم کی تفصیل بیان کرو۔

وزیر دربار: اس نے مولوی روح اللہ کی لڑکی کو جسے وہ اپنے ساتھ خانہء کعبہ اور مدینۃ الرسول کی زیارت کو لئے جا رہے تھے ــــــــــ!

شہنشاہ عالمگیر: کیا اسے بھی قتل کر دیا اس شخص نے؟

وزیر دربار: نہیں جہاں پناہ اسے قتل نہیں کیا، لیکن کاش قتل کر دیا ہوتا!

شہنشاہ عالمگیر: یہ کیوں ــــــــــ یہ کیا کہہ رہے ہو تم؟

وزیر دربار: اس نے اس لڑکی کو گرفتار کر لیا، یہ اُسے اپنی جاگیر میں لے گیا، اس نے کئی مہینہ تک اسے اپنی حویلی میں قید رکھا، اور اس پر جتنے مظالم توڑے جا سکتے تھے، اگر مہاراجہ جے سنگھ کا دستۂ فوج نہ پہنچ جاتا، اور اُسے گرفتار نہ کر لیتا تو نہ جانے اس لڑکی کا کیا حشر ہوتا؟

شہنشاہ عالمگیر: اپنی نوعیت کے اعتبار سے یہ جرم بھی حد درجہ سنگین اور قطعاً نا قابلِ معافی ہے، ایک مسلمان لڑکی، ایک مشہور عالم کی نور دیدہ، لختِ جگر،

اس کافر کے حرم میں کئی مہینے تک مقید رہی ——— یہ بہت بڑا جرم ہے۔ اس نے کوئی جرم نہ کیا ہوتا تو بھی صرف یہ جرم اس کی سزائے قتل کیلئے کافی تھا،

وزیردربار: بجا ارشاد ہوا جہاں پناہ،

شہنشاہ عالمگیر: لیکن اس لڑکی کا نام کیا ہے،

وزیردربار: عائشہ،

شہنشاہ عالمگیر: وہ کہاں ہے اب؟

وزیرِ دربار: قصرِ شاہی میں، شہزادی زیب النساء کی تحویل میں،

شہنشاہ عالمگیر: اُسے بھی حاضر دربار کیا جائے، ہم اس کا بیان لیں گے، ہم اس کی داستان سُنیں گے، ہم اس کے زخمِ دل پر پھاہا رکھیں گے،

وزیردربار: شہنشاہ عالم پناہ، وہ دربار میں موجود ہے۔ تخت شاہی کے بائیں جانب جو قنات ایستادہ ہے، وہیں اس کی نشست کا انتظام کردیا گیا ہے۔

شہنشاہ عالمگیر: لیکن ہم پہلے مجرم کا بیان لینا چاہتے ہیں، ہم دیکھنا چاہتے ہیں، وہ کیا کہتا ہے ———؟

وزیردربار: بے شک یہ بہت مناسب کاروائی ہوگی جہاں پناہ۔

شہنشاہ عالمگیر: (گرج کر) رانا نیتو سنگھ،

نیتو سنگھ: غلام حاضر ہے،

شہنشاہ عالمگیر: کیا تم الزامات کا اقرار کرتے ہو، جو وزیر دربار نے تم پر عائد کئے ہیں؟

نیتو سنگھ: بعض الزامات بالکل درست ہیں، بعض بالکل غلط!

شہنشاہ عالمگیر: کون سے الزامات بالکل صحیح ہیں اور کون سے بالکل غلط؟

نیتو سنگھ: بے شک میں نے حاجیوں کے قافلہ پر غارت گری، اور اس میں کوئی شبہ نہیں کہ اس سلسلہ میں کئی آدمی ہلاک ہوئے، بہت سے زخمی، مجھے اس کا بھی اقرار ہے کہ ان حاجیوں کے قافلہ کو لوٹا گیا، اور ان کا سارا مال میرے ہاتھ آیا، یہ بھی درست ہے کہ مولوی روح اللہ کے قتل میں میرا ہاتھ تھا ——— یہ بالکل صحیح الزامات ہیں، میں ان کا اعتراف کرتا ہوں، مجھے ان کا اقرار ہے، اور ان کی سزا بقول وزیر دربار کے صرف موت ہوسکتی ہے، اور میں بڑی خوشی سے اس سزا کو بھگتنے کیلئے آمادہ اور تیار ہوں!

شہنشاہ عالمگیر: (غور سے نیتو سنگھ کو دیکھتے ہوئے) تم ان الزامات کی تصدیق کرتے ہو؟

نیتو سنگھ: جہاں پناہ!

شہنشاہ عالمگیر: اور وہ کون سے الزامات ہیں جنہیں بالکل غلط قرار دیتے ہو؟

نیتو سنگھ: انہوں نے مولوی روح اللہ کی صاحبزادی کے بارے میں جو کچھ کہا ہے وہ بالکل غلط ہے۔

شہنشاہ عالمگیر: تم نے اس پر کوئی زیادتی نہیں کی؟

نیتو سنگھ: قطعاً نہیں، بالکل نہیں، ذرہ بھر نہیں،

شہنشاہ عالمگیر: پھر تم نے اُسے اپنے پاس کیوں رکھا؟

نیتو سنگھ: اس لئے کہ شاید ———!

شہنشاہ عالمگیر: تمہیں کلام و گفتار کی پوری اجازت ہے، جو کچھ کہنا چاہتے بے دھڑک کہو،

نیتو سنگھ: اس لئے کہ شاید ———!

شہنشاہ عالمگیر: پھر تم خاموش ہوگئے!

نیتو سنگھ: شہنشاہ عالم پناہ صاف اور سچی بات یہ ہے کہ میں ان سے محبت کرنے لگا تھا، میری خواہش تھی کہ انہیں اپناؤں، لیکن میری محبت رنگِ ہوس سے پاک تھی، جب میں نے دیکھا کہ میں اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوسکتا تو میں نے ان سے وعدہ کرلیا کہ وہ جہاں جانا چاہیں میں خود انہیں پہنچا آؤں گا، اُنہوں نے آگرہ کا قصد ظاہر کیا میں نے سامانِ سفر کی تیاری کا حکم دے دیا اگر جے سنگھ کے دستۂ فوج نے مجھے گرفتار نہ کرلیا ہوتا تو بھی میں انہیں آگرہ لے کر آچکا ہوتا۔

شہنشاہ عالمگیر: کیا عائشہ کی عزت اور ناموس ——— !

نیتو سنگھ: شہنشاہِ عالم پناہ میں اپنے جرائم کا اعتراف کر چکا ہوں، اور وہ اعتراف سزائے موت کیلئے بالکل کافی ہے، حکم دیجئے کہ میری گردن اڑا دی جائے، لیکن میں اپنی محبت کی توہین نہیں برداشت کرسکتا، عائشہ بیگم، جس طرح پاک اور صاف میرے گھر آئی تھیں، اسی طرح میرے گھر سے یہاں آئی ہیں، اگر وہ یہاں موجود ہیں تو اس کی تصدیق ان سے ابھی اور یہیں کی جاسکتی ہے!

شہنشاہ عالمگیر: ہاں وہ ہوگی ——— لیکن اگر تمہارا دعویٰ صحیح ہے، تو بھی یہ جرم کچھ کم نہیں کہ تم ایک مسلمان لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف اپنے ہاں قید رکھا اور اس سے محبت کی، اگر وہ تمہارے جال میں آجاتی تو تم اس کے ایمان کو غارت کر چکے ہوتے!

نیتو سنگھ: یہ صحیح نہیں ہے شہنشاہ عالم پناہ!

شہنشاہ عالمگیر: (تیوری پر بل ڈال کر) کیا صحیح نہیں ہے؟

نیتو سنگھ: میری نظر میں ان کا دین اور ایمان بہت زیادہ مقدس ہے!

وزیر دربار: یہاں آنے کے بعد سے ہوگیا ہوگا؟

نیتو سنگھ: آپ جو چاہیں کہہ سکتے ہیں لیکن اس شخص پر مصلحت شاہی کا الزام لگانا مناسب نہیں جو اپنے سنگین جرائم کا اعتراف کر کے خود سزائے موت طلب کر چکا ہے ——— میں نے جو کچھ کہا ہے اس سے رحم ورعایت حاصل کرنا مقصود نہیں، صرف بر سبیل تذکرہ ایک حقیقت کا اظہار مقصود تھا، اگر آپ کو میری بات کا یقین نہیں ہے تو میں اصرار بھی نہیں کرتا کہ آپ میری بات کا یقین کریں!

شہنشاہ عالمگیر: دوسرا شخص جو نیتو سنگھ کے ساتھ گرفتار ہوا ہے کون ہے؟

وزیر دربار: اس کا نام سردار اُجلا سنگھ ہے اور وہ اس کا دستِ راست ہے،

شہنشاہ عالمگیر: اجلا سنگھ،

اُجلا سنگھ: (لرزتے ہوئے) شہنشاہ عالم پناہ،

شہنشاہ عالمگیر: کیا تم نیتو سنگھ پر لگائے گئے الزامات کی تصدیق کرتے ہو ———؟ اطمینان رکھو، تمہاری شہادت اگر سچی ہوئی تو تمہیں کسی طرح کا نقصان اور گزند کسی کی طرف سے نہیں پہنچ سکتا۔

اجلا سنگھ: جہاں پناہ میرے آقا نے جو کچھ کہا ہے اس کا ایک ایک حرف صحیح ہے!

شہنشاہ عالمگیر: تم اس کی تصدیق کرتے ہو؟

اجلا سنگھ: خدا کو حاضر اور ناظر جان کر،

شہنشاہ عالمگیر: اب ہم عائشہ کا بیان لینا چاہتے ہیں۔

وزیر دربار: وہ حاضر ہے،

شہنشاہ نے ابھی وزیر دربار سے اس سلسلہ میں کچھ کہا نہیں کہ قنات کا دروازہ کھلا اور رادھا برآمد ہوئی وہ آ کر شہنشاہ کے سامنے کھڑی ہو گئی۔

شہنشاہ عالمگیر: تو کون ہے؟

رادھا: میرا نام رادھا ہے، سردار اُجلا سنگھ سے میری شادی طے پا چکی ہے، میں اسی کے ساتھ گرفتار ہو کر آئی ہوں، اور جب سے آئی ہوں قصرِ شاہی میں شہزادی زیب النساء کے کوشک میں مقیم ہوں میرا کام یہ ہے شہزادی نے مجھے اپنی خواص بنا لیا ہے، اور باقی اوقات عائشہ بیگم کی خدمت میں صرف کرتی ہوں!

شہنشاہ عالمگیر: ہمیں اس سے بحث نہیں کہ شہزادی نے تجھے کون سا منصب سونپا ہے اس وقت تو ہمارے حضور میں کیوں حاضر ہوئی ہے!

رادھا: مجھے عائشہ بیگم نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے،

شہنشاہ عالمگیر: عائشہ نے بھیجا ہے، تجھے ہمارے پاس؟

رادھا: ہاں مہابلی،

شہنشاہ عالمگیر: کیوں؟ ــــــــــ کس لئے؟ ہم ابھی اس کا بیان خود لینا چاہتے تھے۔

رادھا: وہ اس بھرے دربار میں حاضر ہو کر بیان دینا نہیں چاہتیں جہاں پناہ،

شہنشاہ عالمگیر: کیوں؟

رادھا: انہوں نے عرض کیا ہے کہ یہ خط ملاحظہ فرما لیجئے، اس کے بعد بھی اگر پوچھنے کی ضرورت ہو تو شہزادی کے کوشک میں وہ ہر سوال کا جواب دینے کو تیار ہیں!!

یہ کہہ کر رادھا نے وہ خط جو رانا نیتو سنگھ نے عائشہ کے نام اپنے مجلس سے لکھا تھا، شہنشاہ کی خدمت بابرکت میں پیش کر دیا،

شہنشاہ نے وہ خط لے لیا اور اُسے پڑھنا شروع کر دیا۔

وہ خط پڑھتے جاتے تھے اور ان کا رنگ رخ بدلتا جاتا تھا ــــــــــ کبھی کبھی

ان کے ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگتا تھا۔

خط پڑھ چکنے کے بعد انہوں نے التفات اور توجہ کے ساتھ نیتو سنگھ کی طرف دیکھا اور کہا،

کیا یہ تمہارا خط ہے؟ تم ہی نے یہ عائشہ کو لکھا تھا؟

نیتو نے ادب سے گردن جھکا کر عرض کیا،

جہاں پناہ کا خیال صحیح ہے!

شہنشاہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا،

تو گویا تم مسلمان ہو چکے ہو؟

ل سیوا جی کا داماد نیتو مشرف بہ اسلام ہوا، ختنہ کے بعد عنایت سلطانی نے اُسے منصب سہ ہزاری و دو ہزار سوار مرحمت فرما کر محمد قلی خاں کے خطاب سے سرفراز فرمایا۔ (ماثر عالمگیری صفحہ ۸۰۔۸۱)

الحمد اللہ!

اسلام ان تمام گناہوں کو دھو ڈالتا ہے، جو اُسے قبول کرنے سے پہلے کیے گئے ہوں ــــــ ہم تمہیں معاف کرتے ہیں، ہم تمہیں انعام بے کراں سے نواز دیں گے، ہم نے تمہارا نام آج سے محمد قلی خاں رکھا! آج سے تم شاہی مہمان ہو ــــــ! اجلا سنگھ تم بھی، رادھا تم بھی، ــــــ تمام مجرم آن کی آن میں آزاد ہو گئے۔

مبارکباد دینے والوں میں پیش پیش وزیر دربار تھے۔

﴿حصہ ہفتم﴾

نالۂ بیتاب

فراق اِک نالۂ بیتاب، کب تک یاس و مجبوری
نقاب شامِ غم اُلٹے، سحر بیدار ہو جائے

علالت

رانا نیتو سنگھ کی رہائی، جان بخشی، اور اس پر سلطان کے بذل و عطا کی یوں تو سب کو خوشی ہوئی، لیکن عائشہ اور رادھا کا جوش نشاط و مسرت تو عروج پر تھا، جیسے نیتو کو نہیں ان دونوں کو نئی زندگی مل گئی۔۔۔

شہزادی زیب النساء بھی اس خبر سے بہت خوش ہوئیں، لیکن جب رادھا ان کے شبستان راحت میں پہنچی تو یہ دیکھ کر پریشان ہوگئی کہ وہ سخت بخار میں مبتلا ہیں، طبیبِ شاہی ابھی ابھی نسخہ لکھ کر گیا تھا اور دوا تیار کی جا رہی تھی، درد کے مارے سر پھٹا جا رہا تھا، ماتھے پر پٹی بندھی ہوئی تھی، رادھا نے جھجکتے ہوئے پوچھا۔

سرکار عالیہ مزاج کیسا ہے؟

وہ افسردہ سے تبسم کے ساتھ گویا ہوئیں،

اچھی ہوں رادھا، ذرا بخار آ گیا ہے نہ جانے کیوں؟

اتنے میں گل چہرہ آئی، اور اس نے کہا،

سرکار عالیہ شہنشاہ آپ کی مزاج پُرسی کیلئے تشریف لا رہے ہیں!

یہ سن کر زیب النساء نے اُٹھنے کی کوشش کی، اتنے میں شہنشاہ عالم و عالمیاں تشریف لے آئے، اُنہوں نے نگاہِ مہر سے بیٹی کو دیکھا اور اپنے دست مبارک سے اُسے لٹاتے ہوئے کہا،

لیٹی رہو بیٹی، تمہیں آرام کی ضرورت ہے!

وہ لیٹ گئی شہنشاہ نے دریافت کیا،

تم بڑی محتاط زندگی بسر کرتی ہو پھر کیسے بیمار پڑ گئیں؟

شہزادی نے زیرلب تبسم کے ساتھ جواب دیا،

خود میری سمجھ میں نہیں آتا کیا بات ہے؟______ کئی دن سے طبیعت گری گری محسوس ہو رہی تھی، میں نے کوئی اہمیت نہ دی، آج صبح اُٹھی، حسبِ معمول وضو کیا، نماز پڑھی، تلاوت سے فارغ ہو کر جب آئی، تو سر میں درد بہت شدید محسوس ہوا نبض دیکھی تو بخار معلوم ہوا، ابھی حکیم صاحب تشریف لائے تھے، نسخہ لکھ گئے ہیں،

انشاءاللہ جلد اچھی ہو جاؤں گی!

شہنشاہ نے محبت سے شہزادی کے ماتھے پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا،

انشاءاللہ بہت جلد اچھی ہو جاؤں گی، لیکن ہماری سکون واطمینان کی دنیا تو درہم برہم ہو گئی۔

شہزادی نے جواب دیا۔

آپ فکرمند کیوں ہوتے ہیں، اپنی ایک کنیز کی معمولی سی علالت سے ویسے امورِ مملکت اور افکار سلطنت طبع ہمایوں کی پریشانی کیلئے کیا کم ہیں؟

شہنشاہ پر جذباتی کیفیت طاری ہو گئی، انہوں نے فرمایا:

بیٹی تم نہیں جانتیں، تم ہمیں کتنی عزیز اور محبوب ہو؟

شہزادی نے عرض کیا، میں جانتی ہوں شہنشاہ عالم پناہ لیکن ہرگز یہ نہیں چاہتی کہ میری وجہ سے آپ اتنے پریشان ہوں، آپ کو پریشان دیکھ کر تو میں اور زیادہ بیمار پڑ جاؤں گی!

شہنشاہ نے اِدھر اُدھر دیکھا پھر پوچھا،

گل اندام کہاں ہے؟

وہ تو راجکماری شوبھا کے ساتھ کرت پور گئی ہے، شہزادہ عظیم کے ساتھ واپس آجائے گی، وہی تو آپ کے حکم سے اس قافلہ کو پہنچانے گئے تھے!

ہاں، لیکن وہ لوگ اب تک کیوں نہیں آئے؟

آ جائیں گے، ایسے کچھ بہت دن بھی نہیں ہوئے، راجہ کرت پور نے روک لیا ہوگا ——— !

لیکن گل اندام کو اس وقت یہاں ہونا چاہئے تھا، وہ تمہاری مزاج شناس ہے، بہت اچھی طرح تیمارداری کر سکتی تھی!

شہزادی نے رادھا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا،

لیکن جہاں پناہ یہ رادھا جو حضور کے سامنے کھڑی ہے یہ گل اندام سے کم میری مزاج شناس نہیں ہے۔ جان چھڑکتی ہے میرے اُوپر، اسی لئے میں نے اُسے اپنی خواص اور پیش خدمت کا اعزاز کیا ہے ——— !

بہت اچھا کیا بیٹی ——— پھر بھی گل اندام اور عظیم کو واپس آ جانا چاہئے جلد از جلد؟

ہاں آ جائیں تو ذرا طبیعت بہل جائے گی!

ہم ابھی ڈاک سے قاصد بھیجتے ہیں، انشاء اللہ چند ہی روز میں دونوں یہاں موجود ہوں گے۔

بہت خوب ——— لیکن یک بیک طلبی سے عظیم گھبرا نہ جائے، بہت چاہتا ہے مجھے ——— !

(ہنستے ہوئے) نہیں ایسا نہیں ہوگا!

اتنے میں نسخہ بن کر آ گیا شہنشاہ نے اپنے ہاتھ سے شہزادی کو دوا پلائی اور تشریف لے گئے، جاتے جاتے انہوں نے رادھا سے فرمایا!

ہمیں اُمید ہے تم شہزادی کے اعتماد کی اہل ثابت ہوگی!

شہنشاہ کے تشریف لے جانے کے بعد زیب النساء نے رادھا سے کہا،

آج تو بہت خوش ہوگی تم؟ ——— میں نے سب کچھ سن لیا ہے!

بہت خوش ہوں شہزادی، اور یہ سب آپ کا ثمرہ ہے؟

وہ کیسے رادھا ـــــــــــ!

ہاں، ـــــــــــ اور میں خود بھی دُعا کرتی رہتی تھی ـــــــــــ لیکن یہ نہیں معلوم تھا کہ دُعا پر تمہارا اعتقاد اتنا زیادہ ہے!

اعتقاد تو اب ہوا ہے پہلے تو صرف آپ کے حکم کی تعمیل کی تھی!

کیوں رادھا کیا یہ سچ ہے کہ رانا نیتو سنگھ دل ہی دل میں بہت پہلے سے مسلمان ہو چکا تھا ـــــــــــ؟

سرکارِ عالیہ بالکل سچ ہے!

خود تمہارا کیا حال ہے؟

میں ان سے بھی پہلے اسلام پر ایمان لا چکی ہوں!

یہ کیسے ـــــــــــ؟

یہ عائشہ کا کرشمہ ہے، ان کا نمونہ دیکھ کر ہم نے بہت آسانی سے سمجھ لیا کہ اسلام کیا ہوتا ہے؟ اور مسلمان کیسے ہوتے ہیں؟

عائشہ بہت اچھی لڑکی ہے! ـــــــــــ لیکن کچھ بجھی بجھی سی رہتی ہے!

جی ہاں ـــــــــــ لیکن اب خوشی کا زمانہ آ رہا ہے، اب اس کا مطلوب مل جائے گا!

(مسکراتے ہوئے) ہاں ہم سمجھ گئے!

سرکارِ عالیہ، شہنشاہ نے رانا نیتو سنگھ کا نام محمد قلی خاں رکھا ہے!

اچھا نام ہے، خدا اُسے اسلام پر استقامت نصیب کرے!

وہ انشاء اللہ بڑے اچھے مسلمان ثابت ہوں گے، اس لئے کہ انہوں نے اسلام قبول کر لیا، اور اُسے کسی پر ظاہر نہیں کیا، عائشہ پر اس لئے نہیں کہ اُسے وہ حصول مقصد کا ذریعہ نہ قرار دے، اور شہنشاہ پر اس لئے نہیں کہ وہ اُسے جان بچانے کا بہانہ خیال نہ کریں۔

ہاں ٹھیک کہتی ہو ــــــــــ! ہم نیتو کی عزت کرتے ہیں!

وہ انشاءاللہ اس خاندان کے سب سے زیادہ جاں نثار ثابت ہوں گے، کیونکہ یہاں آ کر انہوں نے شہنشاہ کے جو طور طریقے دیکھے ہیں، اُن سے بہت متاثر ہیں۔

* * *

انقلابِ عظیم

سات آٹھ روز کے اندر شہزادی زیب النساء کا مزاج اعتدال پر آ گیا، نہ بخار باقی رہ گیا، نہ کوئی اور شکایت، سارے محل میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔

آج شہزادی کا غسلِ صحت تھا!

یہ غسلِ صحت بڑی دھوم دھام اور تزک واحتشام کے ساتھ منایا گیا،

سب سے پہلے میلاد شریف پڑھا گیا، پھر شہزادی کی صحت وتندرستی اور طولِ عمر کی دُعا کی گئی۔

اس کے بعد شہزادی کو ایک مرتبہ سونے میں، دوسری مرتبہ چاندی میں تولا گیا، اور سونے چاندی کے یہ ڈلے غریبوں اور محتاجوں میں تقسیم کرائے گئے۔

قصرِ شاہی کے ملازموں، خادموں، غلاموں اور باندیوں کو بیش قرار انعامات خود شہزادی نے جیب خاص سے عطا کیے، رادھا کو ایک ہزار اشرفیاں، سونے کے جڑاؤ، کنگن جو کسی طرح پانچہزار سے کم نہ ہوں گے۔ اطلس اور دیبا کا زرکار اور زرنگار لباس جو اپنی مالیت کے اعتبار سے دو ہزار سے کم نہ ہوگا، شہزادی نے اپنے ہاتھ سے مرحمت فرمایا:

یہ انعام پا کر رادھا کو خوش ہونا ہی چاہئے تھا، لیکن اس التفات خصوصی نے اور زیادہ پیکر نشاط ومسرت بنا دیا۔

میلاد شریف، عائشہ نے پڑھا تھا اور ایسے اثر انگیز پیرایہ میں پڑھا تھا کہ سننے والوں پر وجد کی کیفیت طاری ہو گئی تھی، شہزادی کا یہ عالم تھا کہ بار بار رومال سے آنسو پونچھتی تھی، آنحضرت ﷺ کی زندگی کے واقعات اور عائشہ کا بیان، ایک سماں بندھ گیا،

سب سے زیادہ شہزادی زیب النساء متاثر ہوئیں،

ٹھیک اس وقت جب عائشہ میلاد شریف پڑھ رہی تھی کرت سنگھ، شوبھا، گل اندام اور عظیم بھی پہنچ گئے۔ محفل میلاد شہزادی کے کوشک میں ہو رہی تھی، اس میں صرف عورتیں ہی شریک تھیں، کرت سنگھ اور عظیم تو شہنشاہ کی خدمت میں باریاب ہونے کیلئے دیوان خاص میں پہنچ گئے، اور شوبھا وفور جذبات سے بیقرار، دوڑتی، بھاگتی، شہزادی کے کوشک میں پہنچی، یہاں محفل میلاد برپا تھا اور عائشہ اپنے اثر انگیز انداز میں بیان کر رہی تھی شوبھا کو آج تک نہ محفل میلاد میں شریک ہونے کا موقع ملا تھا نہ اُسے معلوم تھا یہ کیا چیز ہوتی ہے، لیکن محفل کا تقدس دیکھ کر وہ سمجھ گئی، کوئی خاص بات ہے چپ چاپ جا کر وہ شہزادی کے قدموں کے پاس بیٹھ گئی، اس وقت نہ وہ کچھ بول سکتی تھی، نہ شہزادی کلام کر سکتی تھیں، یہ تو اُسے اندر آنے سے پہلے ہی معلوم ہو چکا تھا کہ شہزادی تندرست ہو چکی ہیں، آج ان کا غسل صحت ہوا ہے، لیکن محفلِ میلاد کا حال یہاں آ کر معلوم ہوا،

عائشہ کا بیان اتنا سحر کار تھا کہ شوبھا کے دل کے دریچے بھی کھل گئے، تھے، آج تک اس نے اسلام کے متعلق تھوڑے بہت معلومات حاصل کر لئے تھے، لیکن داعی اسلام علیہ السلام کے بارے میں اُسے کوئی خاص معلومات نہ تھے، آج پہلی مرتبہ اُس نے رسول پاک کی حیاتِ طیبہ کے واقعات سنے وہ رام کی زندگی سے واقف تھی جنہوں نے سیتا جیسی پاک دامن اور باوفا بیوی کو سلطنت کیلئے چھوڑ دیا تھا۔ وہ کرشن مہاراج کے بارے میں بھی بہت کچھ جانتی تھی، لیکن وہ رنگین داستان کے سوا اور کیا تھی، اُسے مہاتما گوتم بدھ کے بارے میں بھی بہت کچھ معلوم تھا، لیکن ان کی ساری زندگی ترکِ دنیا کے سوا کیا تھی، اور آج جب اس نے پیغمبر اسلام کے حالات سنے تو اس کی آنکھیں کھل گئیں عورتوں کے ساتھ آپ کا برتاؤ، بیٹوں کے ساتھ آپ کا سلوک، محتاجوں اور ناداروں کے ساتھ آپ کی شفقت، دشمنوں، بداندیشوں، باغیوں، اور بدترین منافقوں کے ساتھ آپ کا حسن سلوک غیر مسلموں، عیسائیوں، یہودیوں اور مجوسیوں وغیرہ کے ساتھ ان کی شرارتوں، سازشوں اور دراندازیوں کے باوجود آپ کی رواداری!

یہ سارے واقعات ایسے تھے جو بالکل نئے تھے!

ایسے واقعات اُس نے کبھی نہیں سُنے تھے!

اسلام اسے دلکش نظر آنے لگا تھا، مسلمانوں سے اُسے انس پیدا ہو گیا تھا لیکن پیغمبر اسلام کے حالات سُن کر اسلام اس کے دل میں پیوست ہو گیا، اور داعی اسلام سے اُسے والہانہ عشق پیدا ہو گیا!

وہ شہزادی زیب النساء سے بھی کہیں زیادہ متاثر تھی، آنسو تھے کے رُکنے کا نام نہ لیتے تھے، دل تھا کہ ہاتھوں اُچھل رہا تھا۔ روح تھی کہ ایک عجیب طرح کی تشنگی محسوس کر رہی تھی۔

جیسے ہی میلاد شریف ختم ہوا وہ شہزادی وغیرہ کو نظر انداز کرتی ہوئی سیدھی عائشہ کے پاس پہنچی، اور اس سے کہا،

میں مسلمان ہونا چاہتی ہوں مجھے مسلمان کر لو۔

عائشہ نے شوبھا کا ذکر تو سُنا تھا لیکن اُسے دیکھا نہیں تھا، بہر حال لباس اور انداز و اطوار سے وہ ایک معتمد لڑکی معلوم ہو رہی تھی، عائشہ نے اس پر ایک نظر ڈالی اور سوال کیا:

تم کون ہو؟

وہ بولی میں ایک بھٹکی ہوئی روح ہوں، آج مجھے منزل مل گئی، میں ایک گمراہ وجود تھی، آج مجھے سیدھا راستہ مل گیا، میں تاریکیوں میں گھری ہوئی تھی، آج مجھے روشنی مل گئی، مجھ سے بحث نہ کرو، میں تمہیں اسی رسول کا واسطہ دیتی ہوں، جس کے حالات بیان کر کے تم نے میرے دل کے تار چھیڑے ہیں، ذرا بھی تاخیر سے کام نہ لو، مجھے فوراً مسلمان کر لو، کہیں ایسا نہ ہو اسلام قبول کرنے سے پہلے میرا دم نکل جائے، میں کُفر کی حالت میں مرجاؤں، میں شرک اور کفر کا جامہ ابھی، اسی وقت اور یہیں اُتار پھینکنا چاہتی ہوں ـــــــ! تم ٹکر ٹکر میری صورت کیوں دیکھ رہی ہو؟ میں کہتی ہوں مجھے مسلمان کر لو، اگر تم نے مسلمان نہ کیا، اور میں مرگئی تو میدانِ حشر میں تمہارا دامن پکڑ لوں گی، اور کہوں

گی اے داو حشر تیری اس بندی نے میرے دل میں اسلام کا عشق پیدا کیا، لیکن جب میں نے اسلام قبول کرنے کیلئے اپنا ہاتھ بڑھایا تو اس نے اپنا ہاتھ پیچھے ہٹا لیا ـــــــ!

یہ کہتے کہتے شوبھا کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے!

عائشہ دو قدم آگے بڑھی، اُس نے شوبھا کو گلے سے لگا لیا، اور کہا،

میری بہن تمہیں یہ غلط فہمی کیوں ہے کہ میں تمہارے اسلام میں رکاوٹ ہوں، تم اتنی بڑی نعمت حاصل کرنا چاہو اور میں سنگ گراں بن کر حائل ہو جاؤں تمہارے راستے میں؟ تم کوئی بھی ہوں مجھے اس سے بحث نہیں اگر اسلام تمہارے دل میں جاگزیں ہو چکا ہے تو تم مسلمان ہو، اور اس سعادت پر میں تمہیں مبارکباد دیتی ہوں ـــــــ!

اب کلمہ پڑھو ـــــــ!

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ

شوبھا نے یہ الفاظ دہرا دیئے،

عائشہ نے پوچھا، جانتی ہو اس کلمہ کا مطلب کیا ہے؟

وہ بولی، میں کیا جانوں؟ ـــــــ لیکن جاننا چاہتی ہوں!

عائشہ نے اُسے سمجھانے کے لہجہ میں بتایا،

لا الہ الا اللہ کے معنی ہیں خدا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہی اکیلا سارے جہاں کا پروردگار اور مالک ہے، اور محمد رسول اللہ کے معنی ہیں کہ محمد (ﷺ) خدا کے آخری رسول ہیں ـــــــ! کیا تم اس پر ایمان لاتی ہو؟

بے تامل شوبھا نے کہا۔

ہاں ـــــــ دل سے!

عائشہ نے اس کی پیٹھ تھپکی اور کہا،

اب اسلام کے ارکان، اصول اور قاعدے، نماز، روزہ، قرآن شریف، یہ ساری باتیں رفتہ رفتہ میں تمہیں سمجھا دوں گی، سکھا دوں گی، آج سے تم مسلمان ہو، اور چونکہ رسول

اللہ کا ذکر انور سُن کر تم نے اسلام قبول کیا ہے، اس لئے میں تمہارا نام رسول اللہ کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے نام پر رکھتی ہوں ——— آج سے پہلے تمہارا نام جو بھی رہا ہو، آج سے تم فاطمہ کہلاؤ گی ——— پسند ہے یہ نام تمہیں؟

وہ جوشِ مسرت سے بے قابو ہوئی بولی:

بہت زیادہ ——— !

اب رادھا سامنے آئی اس نے کہا:

مسلمان تو میں پہلے ہو چکی ہوں، لیکن اپنا یہ کافرانہ نام مجھے ذرا بھی پسند نہیں میرا نام بھی اس مبارک موقعہ پر تجویز کر دیجئے!

عائشہ نے محبت بھری نظروں سے اُسے دیکھا اور کہا:

تمہارا نام رقیہ ٹھیک رہے گا۔

رادھا نے شہزادی زیب النساء سے مخاطب ہو کر کہا،

سرکار عالیہ آج سے میں رادھا نہیں رقیہ ہوں!

شہزادی نے مسکراتے ہوئے کہا، اچھا اچھا اور پھر شوبھا کو گلے سے لگا کر اس کی پیشانی پر بوسہ دیا اور کہا،

تم تو چھپی رستم نکلیں!

* * * * *

شہزادی زیب النساء اور شوبھا

سارے محل میں ہر طرف سے تہنیت اور مبارکباد کا شور بلند ہو رہا تھا!

شوبھا اسلام قبول کر کے محل کے ہر فرد کی نظر میں بلند ترین مقام پر فائز ہو گئی تھی کوئی نہ تھا جو اُسے مبارکباد نہ دے رہا ہو، شہزادی زیب النساء کی خوشی تو حدِ بیان سے باہر تھی وہ پہلے بھی اُسے بہن کی طرح چاہتی تھیں، اب مسلمان بن کر وہ واقعی بہن سے بھی زیادہ ان کی نظر میں عزیز اور محبوب بن گئی تھی،

شہزادی شوبھا کا ہاتھ پکڑ کر اپنے کمرے میں لائی، اور اُسے اپنے پاس بٹھاتی ہوئی گویا ہوئی،

شوبھا ______ !

اس نے قطع کلام کرتے ہوئے ٹوکا!

شوبھا نہیں ______ فاطمہ، میں اب فاطمہ ہوں، شوبھا مر گئی!

شہزادی نے مسکراتے ہوئے کہا!

اچھا فاطمہ یہ تو بتاؤ، تم نے انجام بھی سوچا اپنے اس اقدام کا؟

وہ بے پروائی سے بولی،

انجام نہ سوچ لیا ہوتا تو اتنا بڑا اقدام کیسے کرتی؟ اس چند روزہ دنیا کا انجام جو کچھ بھی ہو آخرت کی دنیا تو بنا لی میں نے ______ کیوں شہزادی کیا یہ سودا برا رہا ______ ؟

شہزادی کو اس نو مسلمہ کی اس استقامتِ ایمانی پر حیرت بھی ہوئی اور رشک بھی آیا، اس نے کہا،

بہت اچھا سودا ہے ______ لیکن میرا مطلب یہ تھا کہ راجہ کرت سنگھ کیا

کہیں گے؟ انہیں کیا جواب دوں گی؟

وہ اسی شانِ استغنا سے گویا ہوئی،

مجھے معلوم نہیں وہ کیا کہیں گے؟ رہا جواب تو کہہ دوں گی، دُنیا میں اسلام سے اچھا کوئی مذہب نہیں، میں نے یہ سب سے اچھا مذہب قبول کر لیا۔ اور میری خواہش اور آرزو ہے کہ آپ بھی اسے قبول کر لیں!

شہزادی نے ہنستے ہوئے کہا۔

اب خیر سے تم نے تبلیغ بھی شروع کر دی، ـــــــ تم اسے کیوں بھولتی ہو کہ وہ اپنے مذہبی عقائد میں بہت سخت ہیں، تمہاری یہ خطا ہرگز معاف نہیں کریں گے، کبھی تمہارا منہ بھی نہیں دیکھیں گے، عاق کر دیں گے تمہیں!

وہ استقلال اور استقامت کا پیکر بن کر بولی،

میں نے اسلام قبول کرتے وقت یہ ساری باتیں سوچ لی تھیں، میں ہر مصیبت اور سختی کو اس راستے میں خوشی سے جھیل لوں گی!

شہزادی نے کچھ سوچتے ہوئے کہا،

اتنا اہم فیصلہ اور اس قدر جلد ـــــــ تم نے تو ہم سب کو عجیب چکر میں ڈال دیا ہے۔

وہ بولی، چکر کیسا سرکارِ عالیہ؟ میں نے اپنی ذمہ داری پر خوب سوچ سمجھ کر اسلام قبول کیا ہے، نہ میں کسی سے رعایت کی طالب ہوں، خواہ وہ میرا باپ ہی کیوں نہ ہو، نہ کسی سے پناہ کی جویا ہوں، خواہ وہ شہنشاہ کیوں نہ ہوں! میرا یہ اٹل فیصلہ ہے اور اس پر قائم رہوں گی!

شہزادی نے حسرت بھری نظروں سے اُسے دیکھا اور کہا،

رشک آتا ہے تم پر! ـــــــ خدا ایسا پختہ ایمان ہم سب کو نصیب کرے!

* * *

آمنا سامنا

اتنی بڑی اور اتنی اہم خبر صرف محل ہی تک محدود نہیں رہ سکتی، آناً فاناً قصر شاہی کے حدود سے نکل کر ایوانِ سلطانی تک پہنچ گئی،

کرت سنگھ یہ خبر سُن کر ہکا بکا رہ گیا!

خود شہنشاہ کا یہ عالم تھا کہ بالکل خاموش تھے!

شہنشاہ کرت سنگھ سے ایک اہم معاملہ پر گفتگو کر رہے تھے، اس دوران میں یہ خبر پہنچی، کرت سنگھ کا چہرہ وفور غضب سے سُرخ ہو گیا، اس نے کہا،

شہنشاہ عالم پناہ، یہ خبر میرے لئے سخت تکلیف دہ ہے، قطعاً ناقابلِ برداشت ہے، میں اب دُنیا کو، اپنے خاندان کو اپنی ریاست کو کیا منہ دکھاؤں گا؟

شہنشاہ نے اشتمالت کے لہجہ میں کہا،

کرت سنگھ ہم اب تک نہیں سمجھ سکے کہ شوبھا نے کیوں اسلام قبول کر لیا؟ ہم اسے بلاتے ہیں، اگر یہ خبر غلط ہے تو ہمیں کوئی افسوس نہ ہوگا، اگر صحیح ہے، پھر بھی ہم تمہیں یہ حق دیتے ہیں کہ اس سے بات کر لو، اگر وہ کہہ دے کہ یوں ہی رواداری میں یہ بات اس کے منہ سے نکل گئی تھی، ورنہ درحقیقت مقصد اسلام قبول کرنا نہ تھا تو ہم ہرگز معترض نہ ہوں گے۔ لیکن اگر اس نے ثابت قدمی کا اظہار کیا تو ظاہر ہے ہم یہ بھی پسند نہیں کریں گے کہ اس پر ظلم کیا جائے، اُسے زبردستی راہِ ثواب سے منحرف کیا جائے!

اتنا کہہ کر شہنشاہ نے دستک دی، فوراً ایک غلام حاضر ہوا، اُس نے فرمایا!

جاؤ راجکماری شوبھا کو ابھی لا کر ہماری خدمت میں پیش کرو!

ذرا دیر میں شوبھا حاضر ہو گئی!

شہنشاہ نے اُس سے کہا،

بیٹی ہم نے سُنا ہے تم نے اسلام قبول کرلیا ہے!

اس نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا!

الحمدللہ ——— !

کرت سنگھ کا چہرہ اور زیادہ سرُخ ہوگیا، اس نے کہا،

کم بخت یہ کیا کہہ رہی ہے تو؟ ——— کرت پور سے چلتے وقت تو ہندو تھی، یہاں آتے ہی چشم زدن میں مسلمان ہوگئی!

وہ بولی پتا جی مجھے خود بھی سخت حیرت ہے کہ اتنی بڑی سعادت اور نعمت مجھے اس قدر جلد کیسے حاصل ہوگئی، لیکن یہ تو اللہ کی دین ہے، ایک جادوگر کے چند بول سنے، وہ دل میں اُتر گئے، اور پھر میں اسلام سے دور نہ رہ سکی!

”جادوگر“ کا معمہ نہ کرت سنگھ کی سمجھ میں آیا نہ شہنشاہ عالمگیر کے، شہنشاہ نے شفقت اور استمالت کے لہجہ میں کہا،

بیٹی یہ تم کیا کہہ گئیں؟ ——— کیسا جادوگر؟ کون جادوگر؟ وہ محل میں کیسے آ گیا؟

شوبھا نے جواب میں عرض کیا،

میں جب محل میں پہنچی تو سرکار عالیہ کے غسلِ صحت کی تقریب میں محفل میلاد شریف برپا تھی، ایک گوشہ میں، میں بھی جا کر بیٹھ گئی ——— !

شہنشاہ نے دریافت فرمایا

کون پڑھ رہا تھا میلاد شریف ——— !

وہ بولی، کوئی عائشہ بیگم ہیں وہ پڑھ رہی تھیں، لیکن جہاں پناہ ان کی زبان میں جادو ہے، اُنہوں نے آنحضرت ﷺ کی سیرت پاک، اخلاق و عادات، خصائل و شمائل پر ایسی دل نشین تقریر کی، کہ روتے روتے میری گھگھی بندھ گئی، اسلام سے میں پہلے بھی

مانوس ہو چکی تھی، جب یہاں آپ کی مہمان بن کر آئی تھی، مسلمانوں کے طور طریقے ان کے رہن سہن کے انداز، ان کے کردار، اخلاق اور اطوار کا میں نے بڑا گہرا اثر قبول کیا تھا، لیکن یہ بات تو میرے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی کہ کوئی ایسا دن بھی آئے گا، جب میں اسلام قبول کرلوں گی، لیکن آج بے سان و گمان وہ دن آ گیا، عائشہ کی تقریر سن کر میں دم بخود رہ گئی، میں نے اپنے آپ کو بہت روکا، بہت ضبط کرنے کی کوشش کی، لیکن میرا دل میرے بس سے باہر ہو گیا، مجھے اسلام قبول کر لینا پڑا!

کرت سنگھ شوبھا کی یہ باتیں سُن رہا تھا اس کا ایک رنگ آ رہا تھا، ایک جا رہا تھا، شہنشاہ نے شوبھا کی باتوں سے اندازہ لگایا تھا کہ اُس نے وقتی اور جذباتی طور پر اسلام قبول نہیں کیا ہے، اس کے اس اقدام میں ثابت قدمی ہے، عزم ہے، حوصلہ ہے انہیں ایک طرف کرت سنگھ سے ہمدردی تھی، دوسری طرف وہ شوبھا کی اس جرأت سے بھی حد درجہ متاثر تھے، سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کریں، کیا کہیں ـــــــــ؟

آخر انہوں نے کچھ دیر تک سوچنے اور غور کرنے کے بعد کہا!

بیٹی، ہمیں خوشی ہے کہ تم مسلمان ہو گئیں ـــــــــ لیکن ہم تمہارے اسلام کا امتحان لینا چاہتے ہیں، کیا تیار ہو تم؟

وہ گویا ہوئی، شوق سے امتحان لیجئے، انشاءاللہ آپ مجھے ثابت قدم پائیں گے!

شہنشاہ نے فرمایا!

تم کرت سنگھ کے ساتھ کرت پور واپس جاؤ وہاں ایک سال تک رہو، ایک سال کے بعد ہم تمہیں پھر بلا لیں گے، اگر اس وقت بھی تم نے اپنے اسلام پر ثابت قدم رہنے کا اظہار کیا تو ہم تمہارے اسلام کے قائل ہو جائیں گے، اور اگر تم نے اپنے قدیم مذہب پر قائم رہنے کا ارادہ ظاہر کیا تو ہم اعزاز و اکرام کے ساتھ تمہیں کرت پور واپس کر دیں گے ـــــــــ،

وہ کہنے لگی، شہنشاہ اگر گستاخی معاف ہو تو عرض کروں، ایک مسلمان کے ایمان کا

اس طرح سے امتحان لینا کچھ سمجھ میں نہیں آیا، جب میں کہتی ہوں کہ میں نے اسلام قبول کر لیا تو آپ کو اور ہر سننے والے کو میری بات کا یقین کر لینا چاہئے، اور اگر کسی کو یقین نہیں آتا تو اس کی ذمہ داری مجھ پر نہیں ہے ——— !

شہنشاہ نے پیار بھر لہجہ میں کہا،

بیٹی تم تو خفا ہو گئیں؟

وہ کہنے لگی، میری کیا مجال کہ سلطان والا شان سے خفا ہو سکوں ——— بہر حال مجھے یہ تجویز منظور ہے، ایک سال، یا دس سال، یا مرتے وقت بھی اگر مجھ سے سوال کیا گیا، تو میرا جواب یہی ہو گا کہ میں مسلمان ہوں اور اسلام پر مر رہی ہوں!

شہنشاہ نے کرت سنگھ کی طرف دیکھا اور پوچھا!

کیوں کرت سنگھ کیا کہتے ہو؟

وہ کہنے لگا، سرکار عالم پناہ میں اس کیلئے تیار نہیں ہوں!

کیوں کرت سنگھ؟

اس لئے کہ اگر یہ وہاں گئی، اور اپنے عقیدے پر قائم رہی تو کرت سنگھ کی اور زیادہ جگ ہنسائی ہو گی ——— اور میں کسی پر تشدد بھی نہیں کرنا چاہتا، اگر یہ سوچ سمجھ کر مسلمان ہو گئی ہے تو اسے مبارک ہو۔

پھر ایک ٹھنڈی سانس لے کر کرت سنگھ نے کہا:

کتنا چاہتا تھا میں اس لڑکی کو اور کتنا صدمہ پہنچایا ہے اس نے مجھے؟

شوبھا نے کہا، پتا جی؟ آپ کو صدمہ پہنچانے کے مقابلے میں مجھے مر جانا منظور ہے۔

وہ خفگی کے لہجہ میں گویا ہوا!

یہ صرف باتیں ہیں ——— !

وہ ایک عزم کے ساتھ کہنے لگی:

اپنا کہا کر کے دکھا سکتی ہوں پتا جی!

کرت سنگھ نرم پڑ گیا، اس نے کہا،

تیرے مر جانے سے مجھے کیا حاصل ہو گا؟

آپ کی جگ ہنسائی نہیں ہو گی!

وہ تو ہو گئی ــــــــ!

پتا جی میں آپ کی بیٹی ہوں، آپ میرے باپ ہیں، میرا اور آپ کا رشتہ گوشت اور ناخن کا ہے، انہیں جدا نہیں کیا جا سکتا!

ہاں پھر ــــــــ؟

لیکن، اگر کسی معاملہ میں میری اور آپ کی رائے مختلف ہے تو آپ مجھ سے کیوں خفا ہوں ــــــــ؟

کرت سنگھ نے شہنشاہ کی طرف دیکھا اور کہا،

آپ اس کی دھاندلی ملاحظہ فرما رہے ہیں؟

عالمگیر نے ہنستے ہوئے کہا،

لیکن کرت سنگھ، شوبھا نے بات تو ٹھیک کہی ہے، تمہارا اور اس کا رشتہ تو خدا کا بنایا ہوا ہے، وہ کیسے ٹوٹ سکتا ہے؟ ــــــــ رہے مذہبی خیالات تو ہر شخص کو حقِ آزادی ہے کہ جو مذہب چاہے اختیار کرے، اس میں جور اور زبردستی سے کام نہیں چل سکتا ــــــــ!

یہ تو صحیح ہے شہنشاہ عالم پناہ مگر ــــــــ!

مگر کیا؟ ــــــــ فرض کرو آج کوئی شخص تمہاری گردن پر تلوار رکھ کر کہتا ہے مسلمان ہو جاؤ؟ تم مسلمان ہو جاتے ہو، تو کیا یہ تمہارا اسلام سچا اسلام ہو گا ــــــــ؟

اسی طرح اگر، تم شوبھا کو مجبور کرتے ہو کہ وہ ہندو مذہب پر قائم رہے، اور

تمہارے ظلم و جور سے مجبور ہو کر وہ پھر سے ہندو بن جاتی ہے تو کیا اس کا دل بھی ہندو ہو جائے گا؟

یہ کیسے ہو سکتا ہے جہاں پناہ ـــــــ؟

لیکن مجھے اس سے یہ توقع نہیں تھی؟

کیسی توقع کرت سنگھ!

یہی کہ مجھے یہ اس طرح داغ دے گی!

تم ناسمجھی کی باتیں کر رہے ہو کرت سنگھ!

شہنشاہ کو میرے صدمہ کا اندازہ نہیں ہے!

خوب ہے!

پھر آپ میری باتوں کو ناسمجھی کی باتیں قرار دے رہے ہیں؟

ہاں! ـــــــ اس لئے کہ تم خود قبول کر چکے ہو کہ کسی شخص کے خیالات میں تبدیلی جبر و جور اور ظلم و زیادتی کے ذریعہ نہیں ہونی چاہئے، ہر شخص کو سوچنے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا حق ہونا چاہئے، پھر اگر شوبھا سوچ سمجھ کر کسی نتیجہ پر پہنچتی ہے تو تمہیں صدمہ کیوں ہوگا؟ ـــــــ تم باپ ہو، وہ تمہاری بیٹی ہے یہ دوسری بات ہے کہ تمہارا مذہب جدا ہے، اس کا مذہب دوسرا!

کرت سنگھ نے کوئی جواب نہیں دیا!

عالمگیر نے بھی سکوت اختیار کر لیا،

تھوڑی دیر کے بعد شہنشاہ کی اجازت سے شوبھا پھر قصر میں واپس چلی گئی!

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

باپ اور بیٹی

راجکماری کے جانے کے بعد بھی کرت سنگھ اضمحلال اور افسردگی کے عالم میں خاموش بیٹھا رہا۔

تھوڑی دیر کے بعد اس نے ایک نفس سرد کے ساتھ کہا،

شہنشاہ اس لڑکی نے اپنی زندگی بھی خراب کر لی!

عالمگیر نے چونک کر اُسے دیکھا اور پوچھا:

کیوں؟ —— یہ تم کیسے کہہ رہے ہو، اُس نے اپنی زندگی کس طرح برباد کر لی؟

کرت سنگھ کچھ سوچتا ہوا گویا ہوا!

ریاست نرسنگھ نگر کے وَلی عہد راجکمار اوما کانت سے اس لڑکی کی منگنی ہو چکی تھی، اور بہت جلد شادی کے مراسم انجام دیے جانے والے تھے!

تو —— ؟

اب؟ —— کیا اب بھی شادی ہو سکے گی؟

ظاہر ہے نہیں —— ایک مسلمان لڑکی کی شادی ایک غیر مسلم کے ساتھ کیونکر ہو سکتی ہے؟

بجا ارشاد فرمایا، نہیں ہو سکتی، لیکن پھر کس سے ہو گی —— ؟

کسی مسلمان سے!

اوما کانت، ایک بڑی ریاست کا ولی عہد تھا، اس کے پاس دولت کی کمی نہ تھی، خدام، غلام، نوکر، چاکر، روپیہ، پیسہ سب کچھ تھا، اس کی بیوی بن کر رانی کی زندگی بسر کرتی،

اب نہ جانے کس مسلمان سے اس کی شادی، نہ جانے اس کا مرتبہ کیا ہوگا؟ حیثیت کیا ہوگی؟ شوبھا نہ جانے کسی کی بیوی بنے گی، غور فرمایئے جہاں پناہ، راجہ کرت سنگھ کی لڑکی اور ایک معمولی شخص کی بیوی ـــــــ کیا یہ حادثہ میرے لئے غم انگیز نہ ہوگا؟

لیکن تم نے یہ کیوں سمجھ لیا ہے کہ اس کی شادی کسی معمولی شخص سے ہوگی!

تو اور کس سے ہوسکتی ہے؟

کیا راجکمار صرف ہندوؤں میں ہوتے ہیں، مسلمانوں میں شہزادے نہیں ہوتے؟

کیوں نہیں ہوتے جہاں پناہ!

پھر یہ کیوں نہیں سمجھ لیتے کہ اس کی شادی کسی شاہزادے سے ہو جائے گی۔

لیکن اس کیلئے شاہزادہ کہاں سے آئے گا؟

کیا عظیم شہزداہ نہیں ہے ـــــــ کرت سنگھ بتاؤ کیا عظیم شہزادہ نہیں ہے۔

کرت سنگھ کا رنگ رخ بدل گیا، اس نے کہا،

وہ تو شہزادوں کا شہزادہ ہے جہاں پناہ!

اگر شوبھا کی شادی عظیم سے ہو جائے تو کیا تم منظور کر لو گے؟

کرت سنگھ کے چہرے پر رونق آ گئی،

جہاں پناہ کیا یہ ہوسکتا ہے؟

شہنشاہ نے فرمایا:

کیوں نہیں ہوسکتا؟ ـــــــ ہم عظیم کیلئے شوبھا کا پیام دے رہے ہیں، بتاؤ کیا تم اسے قبول کرتے ہو؟

کرت سنگھ پر شادی مرگ سی کیفیت طاری ہوگئی اس نے کہا،

کیا شہنشاہ کو غلام سے یہ سوال کرنے کی ضرورت ہے؟

ہاں ہے، ـــــــ اس لئے کہ وہ تمہاری لڑکی ہے!

لیکن شہنشاہ بھی اسے اپنی لڑکی بنا چکے ہیں، اور اس پر وہی حق رکھتے ہیں جو کرت سنگھ رکھتا ہے۔

اچھا اب معاملہ کی بات کرو، ہم چاہتے ہیں کہ عظیم سے شوبھا کی شادی ہو جائے، کیا تم منظور کرتے ہو؟

بہ جان و دل ——— !

کوئی شرط ——— ؟

صرف ایک ——— !

کہو ——— ہم اُسے ضرور منظور کرلیں گے!

غلام کی شرط یہ ہے کہ یہاں سے باقاعدہ برات کرت پور آئے، اور اس بارات میں شہنشاہ بھی تشریف رکھتے ہوں، اور میں ان کے سامنے کنیادان کر کے اپنے فرض سے سبک دوش ہو جاؤں ——— !

تمہاری یہ شرط ہمیں صدق دل سے منظور ہے کرت سنگھ!

تو غلام بھی اس رشتہ پر اپنی مہر تصدیق ثبت کرتا ہے!

کرت سنگھ ذرا سوچو تو سہی، اس لڑکی نے، ہماری شوبھا کی جرأتِ رندانہ نے کیا سے کیا کر دیا ہے؟ ہمارے اور تمہارے درمیان نہ ٹوٹنے والا رشتہ پیدا کر دیا ہے اب تک تم ہمارے اتحادی تھے ہم تمہارے محافظ اور نگہبان تھے، تمہارا فرض یہ تھا کہ ہماری اطاعت کرو، ہمارا فرض یہ تھا کہ دشمنوں سے تمہیں محفوظ رکھیں ——— !

جی بے شک ——— !

اور اب ——— !

اور اب جہاں پناہ ——— !

اب ہم اور تم اتحادی نہیں عزیز ہیں، ہمارا لڑکا تمہارا لڑکا ہے، تمہاری لڑکی ہماری لڑکی ہے، اب ہمارے درمیان وہ رشتہ قائم ہو رہا ہے جو اٹوٹ ہے، جو کبھی شکست نہیں

ہو سکتا؟

بجا ارشاد ہوا، غلام کی نظر اس حقیقت کی طرف گئی ہی نہیں تھی؟

تم نے شوبھا کو بہت زیادہ سخت سُست کہا ہے، وہ ضبط سے کام لے رہی تھی، لیکن ہم نے دیکھا اس کی آنکھیں پُرنم تھیں، وہ یہاں سے روتی ہوئی گئی ہے!

لیکن جب سے وہ گئی ہے میرا دل بھی خون کے آنسو رو رہا ہے ______!

بعد از وقت ______!

نہیں جہاں پناہ ______ میں اسے بہت زیادہ چاہتا ہوں، وہ میری زندگی ہے، میری روح ہے، میری محبت نے اُسے گستاخ بنا دیا ہے، اس میں خودسری پیدا کر دی ہے، ضد کا مادہ پیدا ہو گیا ہے، میری اس وقت کی خفگی کا مقصد یہ تھا کہ شاید وہ اپنے اس ارادہ سے باز آ جائے، لیکن وہ خود خفا ہو کر چلی گئی، وہ مجھ سے روٹھ کر گئی ہے یہاں سے، لیکن وہ زیادہ عرصہ تک خفا رہ سکتی ہے مجھ سے، نہیں!

یہ باتیں ہو رہی تھیں شوبھا پھر آتی ہوئی نظر آئی، شہنشاہ نے اُسے دیکھ کر کرت سنگھ سے پوچھا۔

اب یہ کیوں آ رہی ہے؟

وہ کہنے لگا میں نہیں جانتا جہاں پناہ، کوئی اور بات آ گئی ہو گی اس کے ذہن میں ______!

اتنے میں شوبھا اندر آ گئی، شہنشاہ نے شفقت و محبت کے لہجہ میں کہا،

کیوں بیٹی، اب کیوں آئی ہو تم؟

وہ بولی میں یہ معلوم کرنے آئی ہوں کہ پتا جی یہاں کب تک مقیم رہیں گے!

شہنشاہ نے کرت سنگھ کی طرف دیکھا، اور زیر لب تبسم کے ساتھ کہا۔

اس عجیب سوال کا جواب دو!

کرت سنگھ نے کہا، تجھے اس سے کیا؟ جب تک میرا جی چاہے گا رہوں

گا ـــــــــــ!

پھر وہ شہنشاہ سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا،

شہزادی کی ناسازی مزاج کا حال سُن کر میں آیا تھا، اب بھگوان کی کرپا سے وہ اچھی ہیں، پھر بھی کم ازکم ایک مہینہ تو رہوں گا!

شہنشاہ نے شوبھا سے کہا،

سن لیا بیٹی تم نے؟ مہاراجہ کرت سنگھ یہاں ایک مہینہ رہیں گے!

وہ بولی! میں بھی یہی چاہتی تھی!

کرت سنگھ اور شہنشاہ دونوں حیرت سے اُسے دیکھنے لگے، پھر شہنشاہ نے پوچھا کیوں بیٹی یہ کیوں چاہتی تھیں تم؟

وہ بولی، پتا جی مجھ سے نفرت کرنے لگے ہیں، اب میری صورت دیکھنا بھی نہیں چاہتے! انہیں یہ بھی منظور نہیں ہے کہ میں کرت پور جاؤں، وہ مجھے ماتا جی سے بھی نہیں ملنے دیں گے، میں چاہتی ہوں جب تک پتا جی یہاں مقیم رہیں میں کرت پور چلی جاؤں ـــــــــــ!

کیوں؟ ـــــــــــ وہاں جا کر تو کیا کرے گی؟ ـــــــــــ کرت سنگھ نے پوچھا!

کم سے کم ایک مرتبہ تو ماتا جی کا مکھڑا دیکھ آؤں!

یہ کہتے کہتے اس کی آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے، شہنشاہ نے ارشاد فرمایا!

کرت سنگھ کتنے ظالم ہو تم؟ کیا شوبھا کے آنسو بھی تمہارے دل کو موم نہیں کر سکتے؟

کرت سنگھ اٹھا، اس نے شوبھا کو گلے سے لگا لیا، خود اس کی آنکھوں سے بھی آنسو بہنے لگے، اس نے گلوگیر آواز میں کہا،

بیٹی کرت پور تیرا ہے، کرت سنگھ تیرا ہے، پدماوتی تیری ہے، کون تجھ سے ان کو

چھڑا سکتا ہے، تو ہندو تھی جب بھی، اور مسلمان ہے جب بھی ـــــــ!

شوبھا حیرت سے باپ کو تکنے لگی، کرت سنگھ نے کہا!

میں ابھی یہاں ایک مہینہ تک رہوں گا، شہزادی کی مزاج پرسی، اور شہنشاہ کی زیارت کو حاضر ہوا ہوں، یہ تو نہیں ہوسکتا کہ منہ دکھا کر واپس چلا جاؤں، تو بھی یہاں رہ، عائشہ سے اور بھی جو کچھ سیکھ سکتی ہے سیکھ لے، ـــــــ مجھے قطعاً اعتراض نہیں ہے، پھر تو میرے ساتھ چلے گی، جب تک تیرا جی چاہے رہنا؟ اور جب جی چاہے واپس چلی آنا، نہ تیرے جانے پر کوئی پابندی ہے، نہ تیرے آنے پر کوئی روک!

اس انقلاب پر شوبھا کو بڑی حیرت ہوئی، وہ منہ سے کچھ نہ کہہ سکی، پھٹی پھٹی آنکھوں سے کرت سنگھ کی طرف دیکھنے لگی،

شہنشاہ نے اُسے دلاسا دیتے ہوئے کہا ـــــــ!

بیٹی کرت سنگھ نے تیری خطا معاف کردی، اس نے خوش دلی کے ساتھ تیرے اسلام کو قبول کرلیا، اب اُسے تیرے مسلمان ہوجانے پر کوئی اعتراض نہیں ہے!

بے یقینی کی آنکھوں سے شوبھا نے کرت سنگھ کی طرف دیکھا، وہ کہنے لگا، بیٹی کیا تو شہنشاہ کی بات کا بھی اعتبار نہیں کرتی؟

وہ خوش ہوگئی، اُس نے کہا،

شہنشاہ کی بات کا اعتبار دنیا میں کون ایسا ہے جو نہ کرے، لیکن پتا جی سچ کہیے کیا واقعی آپ مجھ سے خوش ہوگئے ہیں؟

ہاں میری بچی ـــــــ مجھ سے زیادہ تو جانتی ہے کہ میں تجھ سے خفا ہوکر زندہ نہیں رہ سکتا ـــــــ!

❋ ❋ ❋ ❋ ❋

خوشی کے ترانے صبا لا رہی ہے

یہ ایسا جذبات انگیز منظر تھا کہ عالمگیر بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہا، اس نے کرت سنگھ کو تحسین آمیز نظروں سے دیکھا اور کہا،

تمہاری اس رواداری، عالی ظرفی، اور مہر پدر سے ہم بہت متاثر ہوئے کرت سنگھ ــــــــ!

وہ آداب اور کورنش بجالانے کے بعد گویا ہوا

بندہ پروری ہے آقائے ولی نعمت کی!

تھوڑی دیر تک دونوں میں اسی طرح کی باتیں ہوتی رہیں اس کے بعد یہ مختصر سی مجلس برخاست ہوگئی۔

شوبھا بھی ان دونوں سے رخصت ہو کر اپنی اقامت گاہ پر واپس آ گئی، اس وقت وفورِ مسرت سے اس کا عجیب عالم ہو رہا تھا، پاؤں رکھتی کہیں تھی، پڑتا کہیں تھا، سرخوشی اور انبساط کی لہریں اس کے دل میں اُٹھ رہی تھیں وہ بادِ سحر کی طرح انکھیلیاں کرتی اپنے کمرہ میں واپس آئی، یہاں کوئی نہ تھا سوا گل اندام کے، اس نے پوچھا،

کہیے راجکماری کیسی گذری؟

شوبھا نے خوشی کا جھولا جھولتے ہوئے کہا،

گل اندام میں بہت بڑی خوشخبری اپنے ساتھ لائی ہوں!

اس نے سراپا اشتیاق و انتظار بن کر کہا،

تو پھر بتا دیجیے نا!

وہ کہنے لگی، گل اندام پتا جی نے مجھے معاف کر دیا، وہ مجھ سے خوش ہو گئے،

انہوں نے میرے مسلمان ہونے پر اپنا اعتراض واپس لے لیا،

یہ ایسی اَن ہونی بات تھی جس کا گل اندام کو یقین نہیں آیا، وہ کہنے لگی،

کیسے مان لوں راجکماری؟

شوبھا نے مسکراتے ہوئے کہا!

نہ مانو؟ـــــــ خود میں بھی بعض وقت سوچنے لگتی ہوں کہ ایسی اَن ہونی بات کیسے ہوگئی، لیکن شہنشاہ کے سامنے انہوں نے مجھے معاف کیا ہے، تم ان سے پوچھ سکتی ہو!

کہنے لگی، مجھے آپ کی بات کا اعتبار ہے، میں آپ کی خوشی میں برابر کی شریک ہوں اس خوشی میں بھی جو آج ملی ہے، اور اس میں بھی جو بہت جلد ملنے والی ہے!

شوبھا نے حیرت کے ساتھ گل اندام کو دیکھا، پھر سوال کیا،

بہت جلد ملنے والی خوشی کون سی ہے؟

گل اندام نے جواب دیا، ارے آپ اسے نہیں جانتیں ـــــــ جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے باغ تو سارا جانے ہے!

یہ بلیغ استعارہ اب بھی شوبھا کی سمجھ میں نہیں آیا، اُس نے کہا،

بھئی پہلیاں نہ بجھواؤ، صاف صاف کہو، کیا مقصد ہے تمہارا؟

بڑی معصومیت کے ساتھ اُس نے کہا، میرا مقصد عظیم ہے ـــــــ! اور پھر قبل اس کے کہ شوبھا کچھ کہے، وہ مسکراتی ہوئی اسے شوخ نظروں سے دیکھتی بھاگ گئی!

* * *

حصہ ہشتم

بزمِ آرزو

چمکتے درد، کھلے چہرے مسکراتے اشک
سجائی جائے گی پھر طرزِ نو سے بزمِ حیات

لڑائی!

گل چہرہ نے رادھا کو چھیڑتے ہوئے کہا،

کیوں بی رقیہ کچھ اور بھی سُنا تم نے؟ —— بڑے مزے کی خبر ہے —— ؟

اشتیاق کے ساتھ اس نے پوچھا،

کوئی نئی خبر ہے گل چہرہ؟

وہ بولی اتنی نئی کہ بہت دنوں تک اس کا نیا پن قائم رہے گا!

کیا ہے وہ خبر؟ سناؤ بھئی ہم بھی سُن لیں!

راجکماری شوبھا مسلمان ہو گئیں!

یہ تو میرے سامنے کا واقعہ ہے —— جانتی ہوں!

ان کی شادی شہزادۂ عظیم سے طے پا گئی!

ہاں یہ نئی خبر ہے —— سچ؟

بالکل سچ —— بنیں گے اور ستارے اب آسمان کیلئے!

ضرور بنیں گے، ایک راجکماری، ایک شاہزادہ ان دونوں کی شادی میں کیا کچھ نہ ہوگا؟

ایسا کچھ ہوگا کہ دنیا دیکھ کر دنگ رہ جائے گی!

دو تین مہینے تو لگ ہی جائیں گے؟

کیوں اتنی دیر کیوں؟

کیا تم چٹ منگنی پٹ بیاہ چاہتی ہو؟

تو کیا حرج ہے ـــــــ کیا دنیا میں ایسا ہوتا نہیں؟

کیوں نہیں ہوتا ـــــــ لیکن اس طرح تو ہماری تمہاری شادی ہو سکتی ہے کہیں شہزادوں اور شہزادیوں کی شادی بھی اس طرح ہوئی ہے؟

یہ بھی ٹھیک ہے ـــــــ !

بات یہ ہے کہ راجہ کرت سنگھ نے شرط یہ لگائی ہے کہ یہاں سے بارات کرت پور جائے، اور شہنشاہ بہ نفس نفیس بارات کے ساتھ تشریف لائیں، بیاہ کرت پور میں ہو، پھر وہاں سے دولہن کا ڈولا یہاں آئے!

شہنشاہ نے یہ شرط مان لی کیا؟

ہاں بھئی ماننا ہی پڑی ـــــــ میں تو کہتی ہوں بڑی خیریت گزری ورنہ خدا جانے کیا ہو جاتا!

کیوں؟ ـــــــ کیا پھر کوئی نئی خبر سنانے والی ہو؟

ہاں ـــــــ تمہیں نہیں معلوم شہزادۂ عظیم راجکماری شوبھا سے محبت کرتے تھے اور میرا خیال ہے وہ بھی انہیں چاہتی تھیں، لیکن مذہب کی دیواران کے راستے میں ایسی حائل تھی کہ کسی طرح شادی ہو ہی نہیں سکتی تھی، ہمارے شہنشاہ پر اکبر اور جہانگیر تو ہیں نہیں، وہ بڑے کٹر مسلمان ہیں لیکن راجکماری کی جرأت رندانہ کام کر گئی، تمہاری عائشہ بیگم نے وہ مشکل آسان کر دی، جسے بقراط اور افلاطون بھی نہیں آسان کر سکتے تھے، دونوں مر جاتے مگر ایک نہیں ہو سکتے تھے!

سچ کہتی ہو! ـــــــ شہزادے اور راجکماری کو چاہئے، کہ ہماری سرکار کا شکر ادا کریں۔

ضرور ادا کریں گے ـــــــ لیکن ہاں ایک بات تو بتاؤ؟

اب مجھ سے کوئی نئی خبر سننا چاہتی ہو؟ ـــــــ پوچھو!

تمہاری سرکار کی شادی کب ہوگی؟ کس سے ہوگی؟

ہو جائے گی، ــــــــ بڑے لوگوں کی بڑی باتیں ہم کیا جانیں!

اتنی زیادہ بن کیوں رہی ہو! ــــــــ تمہی نہیں جانتیں!

اگر ایسا ہی شوق ہے تو خود جا کر پوچھ لو!

میں نے ایک بات سنی ہے!

اچھا تو وہ بات سنانا چاہتی ہو؟ ــــــــ سناؤ!

میں نے سنا ہے ان کی شادی رانا نیتو سنگھ جی سے جواب محمد قلی خاں بن چکے ہیں ہو گی!

ٹھیک ہی سنا ہوگا ــــــــ!

اور تمہاری، ــــــــ؟

میری کیا؟ ــــــــ کیا میری شادی کو پوچھ رہی ہو؟

ہاں ــــــــ؟

پہلے تم بتاؤ، پھر ہم بتائیں گے!

میری تو ہو بھی چکی ــــــــ سال گذر گیا!

تو اطمینان رکھو سال گذرنے سے پہلے میری بھی ہو جائے گی!

وہ تو ظاہر ہے کچھ زندگی بھر یوں ہی بیٹھی رہو گی؟ لیکن کس سے ہو گی؟

اس کے بارے میں تم نے نہیں سُنا کچھ؟ ــــــــ حیرت ہے!

سُنا تو ہے بی رقیہ ــــــــ!

پھر پوچھ کیوں رہی ہو؟

نہ جانے سچ ہے یا غلط!

کیا سنا ہے؟ بتاؤ، پھر میں کہہ سکوں کہ صحیح یا غلط!

میں نے سُنا ہے تمہاری شادی دلیر خاں سے ہو گی!

دلیر خاں کا نام سن کر رقیہ (رادھا) کے ہاتھوں کے طوطے اُڑ گئے، اس کا بدن

سنسنانے لگا، اس نے سوچا کہیں واقعی ایسا غضب نہ ہو جائے کہ شہنشاہ یا شہزادی، یا شہزادہ معظم میری شادی دلیر خاں سے طے کر دیں، آخر مسلمان ہو ہی چکی ہوں، کسی مسلمان سے ہی شادی کریں گے، یہ کم بخت اُجلا سنگھ نہ جانے کیا سوچ رہا ہے!

گل چہرہ نے چھیڑتے ہوئے کہا،

ارے بی رقیہ تم تو یہ نام سُن کر دہل سی گئیں، کیا بات ہے؟ کیا یہ رشتہ منظور نہیں؟

میں تو جانتی بھی نہیں دلیر خاں کون بلا ہے؟

(ہنستے ہوئے) بلا؟ ______ کچھ واہی ہوئی ہو؟ دلیر خاں تو ایسا بانکا سجیلا جوان ہے کہ جس لڑکی سے شادی ہوگی اس کی وہ اپنی قسمت پر رشک کرے گی،

پھر تم نے کیوں نہیں کر لی اس سے؟

میری تو ہو بھی چکی ______ شاید تم نے دلیر خاں کو دیکھا نہیں ہے، دیکھ لوگی تو کلیجہ پکڑ لوگی دونوں ہاتھوں سے ______ اچھا کسی دن موقع ملا تو دکھا دوں گی!

بخشو مجھے کسی کے دیدار کی ہوس نہیں ہے، تم ہی جب جی چاہے آنکھیں سینک لیا کرو ______!

میں سمجھ گئی، تم پہلے سے چاہتی ہو کسی کو!

بہت دیر میں سمجھیں ______!

کون ہے وہ خوش قسمت ______!

کسی دن موقعہ ملا تو دکھا دوں گی، ______ دیکھو گی تو کلیجہ پکڑ لوگی دونوں ہاتھوں سے ______!

گل چہرہ کھلکھلا کر ہنس پڑی!

* * *

روحِ بہار وجد میں!

گل چہرہ کے رخصت ہونے کے بعد رقیہ (رادھا) تیر کی طرح شاہی مہمان خانے میں پہنچی جہاں نواب محمد قلی خاں (رانا نیتو سنگھ) اور سردار اجلا سنگھ شاہی مہمان کی حیثیت سے مقیم تھے!

دونوں بہت خوش تھے، اور ہنس ہنس کر باتیں کر رہے تھے، رقیہ کو دیکھ کر دونوں خاموش ہو گئے اور اس کے چہرے کا بگڑا ہوا رنگ دیکھ کر پریشان بھی ہوئے،

اُجلا سنگھ نے بیکلی کے ساتھ پُوچھا!

کیا بات ہے؟ رادھا، تم اسی وقت پریشان اور دل گرفتہ کیوں نظر آ رہی ہو؟

وہ تیوری چڑھا کر بولی،

پہلے خوب قہقہے لگا لو جی بھر کے پھر پوچھنا ــــــــ میں بھی کوئی اور نہیں رادھا ہوں، بتائے دیتی ہوں کہ اگر نہ کر لی دلیر خاں سے شادی تو کہنا،

یہ عجیب و غریب بات سن کر رانا اور اجلا سنگھ دونوں کے کان کھڑے ہوئے، رانا کے چہرے پر حیرت کے آثار تھے، اجلا کا چہرہ سفید پڑ گیا، کچھ آشفتگی، کچھ برہمی، کچھ حیرت، کچھ حسرت، اُس نے بڑی مشکل سے اپنے آپ پر قابو پاتے ہوئے پوچھا،

یہ دلیر خاں کون ہے؟

ایک آدمی ہے اور کون ہے؟

مجھے اس کا پتہ نشان بتاؤ،

کیا کر لو گے تم اس کا؟

میری تلوار اس کا خون چاٹ لے گی ــــــــ!

کیوں؟ ــــــــــ اس نے کیا بگاڑا ہے؟

میری زندگی میں کوئی شخص تم سے شادی کر سکتا ہے؟

کیا تم مجھ سے نفرت کرنے لگی ہو؟ کیا تمہاری محبت ختم ہو گئی؟ کیا تم نے ساری پچھلی باتیں فراموش کر دیں؟

میں نے نہیں تم نے؟

یہ کیسے رادھا؟

کیا تم نہیں جانتے میں مسلمان ہو چکی ہوں؟

بہت اچھی طرح جانتا ہوں!

کیا تمہیں معلوم نہیں ایک مسلمان لڑکی کسی غیر مسلم سے نہیں بیاہی جا سکتی؟

یہ بھی جانتا ہوں ــــــــــ مگر،

مگر کیا؟ ــــــــــ اگر تم بھی مسلمان ہو گئے ہوتے، تو جنت پاتے آخرت کی زندگی سنوار لیتے، اور یہ چند روزہ دُنیا بھی رقیہ کی سچی محبت کے سایہ میں بسر کرتے، لیکن تمہارا دل سیاہ ہے، تم گمراہ ہو، بے دین ہو، تم رقیہ کو نہیں پا سکتے رقیہ کو شاہی محل کے ارباب کار کسی دوسرے مسلمان کے ساتھ بیاہ دیں گے، وہ اس غم کو نہیں جھیل سکے گی، ڈولے سے اس کی لاش نکلے گی، لیکن تم اس پر قانع ہو، تم اس پر خوش ہو، تم اس کیلئے تیار ہو ــــــــــ اور دعویٰ ہے محبت کا!

یہ کہہ کر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی!

رانا نے ایک زوردار قہقہہ لگایا اور اجلا سنگھ سے کہا،

ڈوب نے کا مقام ہے!

اجلا سنگھ اٹھا اور اس نے رقیہ کو اٹھاتے ہوئے کہا،

اری عقل کی دشمن اتنی لمبی چوڑی تقریر کر کے ٹسوئے بہانا شروع کر دیئے تو نے، مگر مجھ سے پوچھ تو لیا ہوتا!

وہ روتی ہوئی اور آنسو پونچھتی ہوئی بولی!

کیا پوچھ لیا ہوتا؟

اُجلا سنگھ نے بتایا!

میں تو اُسی دن مسلمان ہو گیا تھا، جس دن رانا سے عائشہ بیگم کا خط لکھ کر اپنے لئے دعائے مغفرت کی التجا اور اپنے مسلمان ہونے کا اعتراف کیا تھا، میں پڑھا لکھا آدمی نہیں ہوں، نہ مذہبوں کی تاریخ سے واقف ہوں، نہ فلسفہ جانتا ہوں، نہ منطق، لیکن ایک بات جانتا ہوں، آقا کا ساتھ دینا، اس کے لئے جان دینا، جب رانا نے اسلام قبول کر لیا تو پھر اسلام ہی دنیا کا سب سے اچھا اور سچا مذہب ہو سکتا ہے، بھلا اُجلا کیسے اُسے قبول کرنے سے محروم رہ سکتا تھا۔

رقیہ کی آنکھیں فرطِ مسرت سے چمکنے لگیں، اس کے آنسو خشک ہو گئے، اس کے ہونٹوں پر تبسم کھیلنے لگا، اس نے کہا،

پھر مجھ سے یہ بات کیوں چھپاتے رہے اب تک؟

کیا تو مجھ سے پوچھ کر مسلمان ہوئی تھی؟ جو میں تجھ سے پوچھ کر اسلام قبول کرتا؟

آخر تم لڑے کیوں جا رہے ہو؟ پھر مجھے بھی غصہ آ جائے گا، اُلٹ کر رکھ دوں گی ہاں!

غصہ آ جائے گا؟ ——— اور اب تک کیا تم پریم کا اظہار کر رہی تھیں مجھ سے ———؟

وہ زیرِ لب تبسم کے ساتھ رانا سے کہنے لگی،

دیکھ لیجئے، سرکار، یہ مجھے غصہ دلائے جا رہا ہے!

رانا نے کہا، یہ کیا غصہ دلائے گا، لیکن بھئی اس وقت جس تیور کے ساتھ آئی تھیں اُسے دیکھ کر تو میں خود ہی ڈر گیا تھا!

وہ ہنسنے لگی، ایسی باتیں نہ کیجئے سرکار!

رانا نے کہا، رادھا سُنا ہے راجکماری شوبھا ـــــــ!

شوبھا نہیں راجکماری فاطمہ!

اچھا یہی سہی، ـــــــ سُنا ہے راجکماری کا بیاہ شہزادہ والا قدر عظیم المرتبت سے ہو رہا ہے ـــــــ؟

ہاں ٹھیک سُنا ہے آپ نے؟

اجلا سنگھ نے پوچھا:

لیکن تمہارا فرض ہے کہ معلوم کرو نواب محمد قلی خاں کی شادی عائشہ بیگم سے کب ہو گی! ـــــــ یہ کام تم ہی کر سکتی ہو!

وہ تو ہو جائے گا!

اجلا سنگھ نے کہا، لیکن ہم اس کار خیر میں تاخیر پسند نہیں کرتے ہم چاہتے ہیں کہ یہ تقریب سعید جلد از جلد منعقد ہو!

اس اندازِ بیان سے وہ چڑ گئی، کہنے لگی!

کچھ ہوش میں ہو؟ ـــــــ ہم ـــــــ کب سے بن گئے؟ اور تم ہوتے کون ہو یہ باتیں کرنے والے؟ اگر سرکار (رانا) کو ضرورت ہوتی تو وہ خود کہتے میں تم سے زیادہ ان کی راز دار اور وردمساز ہوں، کبھی تمہارے واسطہ سے انہوں نے کوئی بات مجھ سے نہیں کی!

رانا نے ہنستے ہوئے کہا،

یہ تو چھیڑ رہا ہے تمہیں اور یہ کوئی نئی بات نہیں، ہمیشہ اسی طرح ستاتا رہا ہے آج تم چلی بھنی اس لئے آئیں کہ یہ جلدی سے مسلمان کیوں نہیں ہو جاتا کہ تمہاری بھی شادی جلد اس کے ساتھ ہو جائے!

وہ کچھ جھینپ سی گئی کہنے لگی،

سرکار آپ بھی اس کا ساتھ دینے لگے، یاد رکھئے، بیگم صاحبہ میرا کلمہ پڑھتی ہیں

چاہوں تو دم کے دم میں فرنٹ کر دوں تو، پھر یہ سردار اُجلا سنگھ کام نہیں آئیں گے!

رانا نے مسکراتے ہوئے کہا، اور اب اُجلا سنگھ کے بعد ہماری باری آئی ہے ——— اچھا بھئی جو چاہو کہہ لو، ہم سچ مچ تمہارے رحم و کرم پر ہیں ——— ! لیکن یہ تو بتاؤ، عائشہ سے ملنے کی بھی کوئی صورت ہے؟

بہت مشکل ہے!

اُنہوں نے ہمارے خط کا جواب بھی نہیں دیا!

اب بھی آپ جواب کے طالب ہیں؟ انہوں نے شہنشاہ کے سامنے جس جرأت اور ہمت سے آپ کی صفائی دی، کیا وہ بہترین جواب نہیں ہے ——— اور پھر اُن کے وہ آنسو، ——— قدرِ محبت میں جو ہیں لعل و گہر سے بہتر!

آنسو کیسے رادھا؟

آپ تو ان سے عشق بھی کرتے ہیں، اور اجلا سنگھ کے ساتھ ہنستے بولتے بھی ہیں قہقہے بھی لگاتے ہیں، مگر میں نے آج تک انہیں ہنستے نہیں دیکھا، انہیں صرف ایک دُھن ہے ایک فکر ہے ایک خیال ہے، نہ جانے آپ کا کیا حال ہے؟ نہ جانے آپ کو کسی طرح کی تکلیف تو نہیں ہے؟ نہ جانے آپ اچھی طرح کھانا کھاتے ہیں یا نہیں؟ نہ جانے ٹھیک سے آپ کو نیند آتی ہے یا نہیں نہ جانے آپ کو اپنے وطن کا اور گھر کے چھٹنے کا غم تو نہیں ہے؟ نہ جانے سیوا جی کی راج کماری تو کبھی آپ کو یاد آتی ہے یا نہیں؟ ——— بس ہر وقت آپ کا ذکر، آپ کی باتیں، کبھی کہتی ہیں رانا سے بڑھ کر بہادر کوئی نہیں، کسی نے کسی کی بہادری کی تعریف کی، اور انہوں نے آپ کی بہادری کا قصیدہ شروع کیا، کسی نے کسی کے حسنِ مردانہ کا ذکر کیا، اور انہوں نے مثال میں آپ کو پیش کر دیا، کسی کے حسنِ اخلاق، شرافت، سخاوت، فیاضی، نیکی بھلمنساہت اور وسعتِ قلب کا ذکر کیا، وہ ذکر ختم نہیں ہوا کہ انہوں نے آپ کی سوانح عمری شروع کر دی، ایک دفعہ تو رات کو سوتے سوتے مجھے جگایا، میں نے کہا،

کیا بات ہے سرکار؟

کہنے لگیں، وہ کیا کر رہے ہوں گے اس وقت؟

رات آدھی سے زیادہ بیت چکی تھی، اس بھولے سے سوال پر مجھے ہنسی آ گئی لیکن میں نے ضبط کیا اور کہا،

سو رہے ہوں گے سرکار ــــــــــ؟

پھر وہ چپ ہو کر لیٹ گئیں، لیکن میرا خیال ہے رات بھر نہیں سوئیں، بعد میں مجھے یاد آیا، میں نے دن میں کسی وقت کہہ دیا تھا آج سرکار کی کچھ طبیعت ناساز ہے، یاد ہے نا ایک دن آپ کے سر میں بہت درد تھا،

رانا نے ایک ٹھنڈی سانس لی اور کہا:

بس کرو میں نے اپنا جواب پا لیا ــــــــــ ہر چیز مجھے مل گئی ــــــــــ!

رادھا چلی گئی!

اور نیتو سنگھ عالم خیال میں پہنچ گیا، وہ سوچ رہا تھا، کیا واقعی رادھا نے سچ کہا ہے؟

کیا میں اتنا خوش قسمت ہوں کہ گوہرِ مقصود کو پا لوں؟

میری محبت واقعی اتنا اثر رکھتی ہے کہ دوسرے کے دل کو بھی موم کر دے ــــــــــ؟

وہ دل جسے میں پتھر سے زیادہ سخت سمجھ رہا تھا موم کیسے ہو گیا؟ کیا واقعی سچی محبت بے اثر نہیں رہتی،

اتنے میں کچھ آہٹ سی ہوئی نیتو نے نظر اُٹھا کر دیکھا تو اُجلا سنگھ کھڑا مسکرا رہا تھا، اُس نے پوچھا کیا بات ہے؟

وہ بولا، بڑی شریر ہے رادھا ــــــــــ ابھی مجھے ملی تھی کہہ رہی تھی، رانا صاحب کا مزاج پوچھ آؤں جا کر، ان کی حالت غیر ہو رہی ہے، لیکن آپ تو اچھے بھلے ہیں ــــــــــ!

انعام

عظیم اپنے کوشک میں بیٹھا تھا، بہت خوش تھا، بہت جلد وہ مبارک دن آنے والا تھا کہ وہ ہمیشہ کیلئے شوبھا کا، اور شوبھا ہمیشہ کیلئے اس کی ہو جائے گی جب تک یہ منزل سر نہیں ہوئی تھی، کیسی کیسی ہولناک اور ناقابلِ تسخیر رکاوٹیں حائل تھیں، لیکن جب وقت آیا تو خود بخود رکاوٹ دور ہو گئی، سب سے بڑی رکاوٹ دین و مذہب کی تھی اور اس رکاوٹ کا کوئی حل نظر نہیں آتا تھا، نہ وہ شوبھا سے کہہ سکتا تھا کہ مسلمان ہو جائے، نہ وہ عالمگیر کو اس پر رضامند کر سکتا تھا، کہ ایک راجکماری سے اس کی شادی کر دیں لیکن عائشہ کی مجلس وعظ نے چشم زدن میں شوبھا کو فاطمہ بنا دیا۔ اور وہ ساری رکاوٹیں جن کے تصور سے دل لرزنے لگتا تھا، آن کی آن میں دُور ہو گئیں، وہ اسی خیال میں مگن بیٹھا تھا کہ گل اندام حاضر ہوئی اُسے دیکھ کر تیوری چڑھاتا ہوا وہ بولا،

کیوں آ گئیں تم ——— ؟

وہ مسکراتی ہوئی بولی،

کیا میرے آنے پر پابندی ہے کوئی؟

وہ کہنے لگا، ہاں جب ہم عالمِ خیال کی سیر میں مشغول ہوں تمہیں مخل ہونے کی ہرگز اجازت نہیں ہے!

وہ جاتی ہوئی بولی، بہت اچھا، یہی بات میں جا کر اپنی ہونے والی سرکارِ عالیہ سے کہے دیتی ہوں، میں خود تو نہیں آئی تھی، انہیں کا ایک پیام لے کر آئی تھی!

عظیم نے نرم لہجہ میں کہا،

تو کہو کیا بات ہے؟

وہ بولی، پھر کسی وقت دیکھا جائے گا اس وقت تو آپ عالمِ خیال کی سیر میں مشغول ہیں!

اس نے اُسے روکتے ہوئے کہا،

لیکن اس عالم خیال میں وہی تو بسی ہوئی تھیں،______!

وہ جاتے جاتے پلٹ آئی، اور کہنے لگی،

راجکماری کرت پور واپس جا رہی ہیں!

وہ بیٹھے بیٹھے چونک پڑا!

کیا کہا؟______ کرت پور جا رہی ہیں کیوں؟

وہ کہتی ہیں سب سے پہلے عائشہ بیگم کا مسئلہ طے ہونا چاہئے تھا!

عائشہ بیگم کا مسئلہ کیا ہے؟

جس طرح آپ راجکماری سے محبت کرتے ہیں، اسی طرح رانا کی عائشہ بیگم سے محبت ہے، جس طرح راجکماری کو شہزادہ عظیم سے محبت ہے، اسی طرح عائشہ بیگم رانا کو چاہتی ہیں!

اچھا یہ بات ہے؟

جی، لیکن یہ بہت اہم بات ہے______ راجکماری کا کہنا ہے کہ مجھے دین و دنیا کی سعادت عائشہ بیگم کی وجہ سے ملی، ان کی شادی نواب محمد قلی خاں سے ہونی چاہئے!

ضرور ہوگی______!

کیسے ضرور ہوگی؟______ شہنشاہ ایک طرف تو نواب محمد قلی خاں پر انعام واکرام کی بارش کر رہے ہیں، دوسری طرف اس معاملہ میں خاموش ہیں!

وہ راضی ہو جائیں گے______ انہیں کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا!

تو آپ اس کی ذمہ داری لیتے ہیں؟

ہاں______!

میں راجکماری کو اطمینان دلا دوں؟

ضرور ـــــــــــ !

راجکماری کا ایک اور فرمان بھی ہے آپ کے لئے!

وہ بھی منظور ہے ـــــــــــ !

لیکن سُن تو لیجئے ـــــــــــ !

اگر ایسا ہی ضروری ہے تو تمہیں پہلے ہی سُنا دینا چاہئے تھا!

وہ کہتی ہیں عائشہ بیگم کی شادی بھی اتنی ہی دھوم دھام سے سے ہونی چاہئے جتنی دھوم دھام سے ـــــــــــ !

ہماری ہوگی ـــــــــــ !

بالکل ٹھیک ـــــــــــ یہی کہہ رہی تھیں وہ!

یہ بھی ہو جائے گا، سارے انتظامات ہم کریں گے، سارے مصارف ہم برداشت کریں گے ـــــــــــ ایک بھائی کی طرح!

لیکن یہ نہیں ہوگا!

اور پھر کھلکھلا کر وہ ہنس پڑی، عظیم نے کہا،

کچھ دیوانی ہوگئی ہے، اتنے قول و قرار لینے کے بعد، یہ تو نے کیا کہا، ایسا نہیں ہوگا ـــــــــــ ؟

وہ بولی، میں تو راجکماری کی طرف سے آزما رہی تھی آپ کو، شکر ہے امتحان میں آپ پورے اُترے، ورنہ تمام انتظامات راجکماری نے خود ہی کر لئے ہیں!

وہ کیسے؟ ـــــــــــ یہ بھی بتا دو!

یہ آپ جانتے ہی ہیں، راجہ صاحب راجکماری کو کتنا چاہتے ہیں؟

ہاں اچھی طرح معلوم ہے! ـــــــــــ اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ انہوں نے راجکماری کا مسلمان ہو جانا برداشت کر لیا!

آپ سے شادی تک منظور کرلی ——— !

ہاں یہ بھی سچ ہے ——— !

اور لطف کی بات تو یہ ہے کہ نہ شہنشاہ کو یہ راز معلوم ہے نہ راجہ صاحب کو کہ آپ دونوں بہت پہلے سے ایک دوسرے کو چاہتے چلے آرہے ہیں!

(ہنستے ہوئے) ہاں یہ بھی ٹھیک کہہ رہی ہو تم؟

راجہ صاحب نے شادی کی شرط یہ رکھی ہے کہ بارات یہاں سے کرت پور جائے، اور بارات میں شہنشاہ بھی شریک ہوں، پھر وہاں سے دولہن کا ڈولا یہاں آئے!

یہ تو کوئی نئی بات نہیں ہے، سب جانتے ہیں!

اور راجکماری نے راجہ صاحب سے یہ طے کرلیا ہے کہ وہ نواب محمد قلی خاں کو اپنا منہ بولا بیٹا بنالیں، وہ ان کے لئے عائشہ بیگم کا پیام دیں، پھر کرت پور سے بارات یہاں آئے اور دولہن کا ڈولا یہاں سے کرت پور جائے ——— !

واہ بھئی یہ تو بڑے مزے کی بات ہے! ——— لیکن راجہ صاحب نے منظور کرلیا؟

راجکماری کا کہنا کس طرح ٹال سکتے ہیں وہ؟

ہاں ——— انہوں نے یہ بات سُن کر بہت زیادہ خوشنودی کا اظہار فرمایا، راجہ صاحب کی تعریف فرمائی، اور پیام منظور کرلیا!

اگر تم جھوٹ نہیں بول رہی ہو تو یہ بات بھی بے انتہا مسرت انگیز ہے ——— !

مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت ہے ——— !

سوال یہ ہے کہ یہ خبر تمہارے سوا کسی اور کو کیوں نہیں معلوم ہوئی اب تک؟

اس لئے کہ یہ خبر بالکل تازہ ہے، اس خبر کو عالم وجود میں آئے ابھی ایک گھنٹہ بھی نہیں ہوا ہے، کل شاہی دربار میں باقاعدہ دونوں نسبتوں کا اعلان ہوجائے گا، اور شادی کی

تاریخ بھی مقرر ہو جائے گی ـــــــــ! اب انعام دلوائیے!

انعام عائشہ بیگم سے لو، نواب محمد قلی خاں سے!

وہ تو بعد کی چیز ہے، پہلے اپنی تقریب مسرت کا انعام دلوائیے، راجکماری جیسا کوہِ نور ہیرا آپ کو ملجائے اور میں خالی ہاتھ رہوں ـــــــــ! کیا یہ اندھیر نہیں ہے ـــــــــ!

واقعی اندھیر ہے،

تو پھر سوچ کیا رہے ہیں؟ ـــــــــ کہاں ہے میرا انعام؟

شاہی دربار میں!

میں آپ سے لوں گی انعام شاہی دربار، اور اس کے انعام کی بات چھوڑیئے!

میں نے ہی تمہارا انعام شاہی دربار میں بہت احتیاط کے ساتھ رکھوایا ہے!

یہ کیسی پہیلیاں بجھوا رہے ہیں آپ، میرا انعام شاہی دربار میں کیوں رکھوا دیا ہے آپ نے؟

تو اس سے کیا ہوتا ہے، جب چاہو گی مل جائے گا!

میں تو ابھی چاہتی ہوں!

ابھی لو ـــــــــ!

یہ کہہ کر عظیم نے گل چہرہ کو آواز دی، وہ فوراً حاضر ہوئی، اُسے ایک رقعہ دیا، اور رخصت کر دیا۔

تھوڑی دیر گل چہرہ آصف خاں کو لے کر حاضر ہوگئی، شہزادہ عظیم المرتبت نے آصف خاں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا!

لو، حاضر ہے تمہارا انعام ـــــــــ سچ کہنا کتنا اچھا اور قابل قدر انعام ہے

وہ جھلائی ہوئی چلی گئی!

اور دوسرے روز واقعی شاہی دربار میں قلی خاں اور عائشہ، عظیم اور فاطمہ اجلاسنگھ!

ــــــــــ جواب مصطفیٰ خاں تھا ــــــــــ اور رقیہ، آصف خاں اور گل اندام کی نسبت کا اعلان ہو گیا، اور شادی کی تاریخ بھی مقرر ہو گئی!

* * *

﴿حصہ نہم﴾

فتح و شکست

مٹ گیا نقش ماسوا یکسر
رہ گیا لا الٰہ الا اللہ

سیواجی عالمگیر کے دربار میں!

قصرِ شاہی میں شادی کی تیاریاں دھوم دھام سے ہو رہی تھیں، عالمگیر اپنے بیٹے عظیم المرتبت کیلئے، سروسامان بہم پہنچا رہا تھا، کرت سنگھ نے نواب قلی خاں کو بیٹا بنایا تھا، اور اس عہد کو پوری شرافت کے ساتھ نباہ رہا تھا، قلی خاں (رانا نیتو سنگھ) کی شادی کے انتظامات اُس نے اتنی دھوم دھام کے ساتھ کئے تھے کہ کرت پور میں اس کی مثال نہیں ملتی، لیکن جشن مسرت کی تیاریوں کے ساتھ ساتھ عالمگیر نے میدانِ جنگ کو اور حریفِ گریزپا کو فراموش نہیں کیا تھا، سیواجی کی سرکوبی اس کا اوّلین مقصد تھا ـــــــــ!

عالمگیر نے مہاراجہ جے سنگھ کو جو ریاست جے پور کا راجہ اور سپہ سالاری کا منصب رکھتا تھا۔ اس مہم پر مامور کیا اور فوج کا ہراوّل دلیر خاں کو مقرر کیا۔ جے سنگھ ۱۰۷۵ھ مطابق ۸ سنہ جلوس میں پونہ میں داخل ہوا۔ اور ہر طرف فوجیں پھیلا دیں۔ دلیر خاں نے سات ہزار سوار لے کر پانچ مہینے کی مدت میں سیوا کے تمام علاقے پامال کر دیئے سیوا کا خاص دار السلطنت راج گڑھ تھا۔ اور اس کی ننھیال کے لوگ کندانہ میں رہتے تھے، سیوا نے دیکھا کہ یہ مقامات بھی فتح ہو گئے تو تمام اہل و عیال برباد ہو جائیں گے۔ مجبوراً اُس نے اطاعت کی سلسلہ جنبانی کی۔[1]

---

[1] خافی خان لکھتا ہے: کوتاہی سخن کار بر محصوران از سعی بہادران قلعہ کشا تنگ گردیدہ وارہِ فرار اطرافِ چناں مسدود ساختند کہ ہر چند آں محیل (یعنی حیلہ ساز) خواست قبائل را از آنجا

قلعہ رودرمال کے محاصرہ میں جب قلعے کا ایک برج توپوں سے اُڑا دیا گیا، تو دلیر خاں نے فوج کو قلعے کے بُرج پر چڑھا دیا۔ سیوا نے دیکھا کہ اب قلعہ پورن دھر بھی فتح ہوا چاہتا ہے۔ جس میں سیوا کے تمام اہل وعیال محصور تھے، مجبور ہو کر صلح کی درخواست کی۔[1] لیکن راجہ جے سنگھ کو سیواجی کی مکاری کی وجہ سے اس کی باتوں پر اعتماد نہیں تھا اس لئے حکم دیا کہ حملہ اور یورش کے سامان اور بڑھا دیئے جائیں، اتنے میں خبر پہنچی کہ سیوا قلعہ سے جریدہ نکل کر آ رہا ہے۔ ساتھ ہی چند برہمن جو اس کے معتمد تھے راجہ کے پاس پہنچے اور نہایت عجز وزاری کے ساتھ قسمیں کھائیں۔

غرض جب اطمینان ہو گیا کہ سیوا عاجزانہ آتا ہے تو راجہ جے سنگھ نے اجازت دی اور ادیب راج اپنے منشی کو استقبال کیلئے بھیجا، لیکن چند مسلح راجپوت بھی ساتھ کر دیئے کہ سیوا سے ہوشیار رہیں یہ بھی کہلا بھیجا کہ اگر خلوص کے ساتھ آتا ہے تو بے ہتھیار آئے ورنہ واپس[2] چلا جائے۔ سیوا جریدہ آیا۔ جے سنگھ نے مہربانی سے اُٹھ کر گلے لگایا۔ سیوا نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔ ادنیٰ گنہگار غلاموں کی طرح حاضر ہوا ہوں، اب آپ کو اختیار ہے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) بدر بردہ بہ مکان دشوار گزار دیگر رسانده لشکر را برائے تعاقب آنہا سر گرداں ساز و نتوانست و دانست کہ بعد مفتوح گردیدن آن ملجاو ماوی مستقر الریاست آں واجب السیاست تمام مال وقبیلہ وعیال آں بدسگال پامال مکافات کردار او خواہد گردید۔ الہٰذا چند نفر زبان فہم نزد راجہ (جے سنگھ) برائے التماس عفوِ تقصیرات وسپردن بعض قلعہ جات باقی ماندہ وارادہ دیدن راجہ فرستاد۔ (جلد دوم صفحہ ۱۸۰، ۱۸۱)

[1] ماثر الامرا جلد ۲، ص ۵۰، ۵۱، تذکرہ دلیر خاں۔

[2] خافی خان صفحہ ۱۸۱، جلد دوم بے ہتھیار آنے کی شرط مآثر عالمگیری میں مذکور ہے،

مارئیے یا چھوڑ دیجئے![1]

سیوا نے درخواست کی کہ تمام بڑے بڑے قلعے پیش کش ہیں، میرا بیٹا سنبھاجی ملازمانِ شاہی میں داخل کیا جائے۔ میں مطلق العنان کسی قلعے میں بسر کروں گا۔ لیکن جب کبھی ضرورت ہوگی فوراً حاضر ہوں گا۔ جے سنگھ نے اطمینان دلایا اور دلیر خاں سے کہلا بھیجا کہ محاصرہ اُٹھالیا جائے۔ چنانچہ سات ہزار زن و مرد قلعے سے باہر نکلے اور ان کو امان دی گئی۔ دلیر خاں نے اپنی طرف سے تلوار، جدھر دو عربی گھوڑے مع ساز طلائی سیوا کو عنایت کئے اور اس ہاتھ جے سنگھ کے ہاتھ میں دیا۔ جے سنگھ نے خلعت گھوڑا اور ہاتھی عطا کیا، دلیر خاں نے اپنے ہاتھ سے سیوا کی کمر میں تلوار باندھی لیکن سیوا نے تھوڑی دیر کے بعد کھول کر رکھ دی اور کہا کہ میں بغیر ہتھیار کے خدمت گذاری کروں گا۔

اس سے پہلے جے سنگھ نے سیوا کی معافی کیلئے دربارِ شاہی میں لکھ بھیجا تھا، چنانچہ وہاں سے فرمان اور خلعت آیا، سیوا کو پہلے خلعت اور فرمان کے قبول کرنے کے آداب سکھلائے گئے۔ چنانچہ فرمان کے استقبال کیلئے سیوا تین میل تک پیادہ گیا اور خلعت کے سامنے آداب بجالایا۔[2]

سیوا جی نے ۳۵ قلعوں میں سے ۲۲ قلعے خدام شاہی کے حوالے کر دیئے۔ سیوا کے بیٹے سنبھا کے لئے راجہ جے سنگھ نے پنجہزاری منصب سفارش کی تھی۔ چنانچہ وہ منظور ہوئی اور سنبھا کو فرمانِ شاہی عنایت ہوا۔ سیوا جی ۷ ذی الحجہ ۱۰۷۵ھ کو جے سنگھ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا۔ اس وقت سے اب تک تلوار نہیں باندھتا تھا، لیکن ۲۶ ربیع الاول یعنی قریباً چار مہینے بعد جے سنگھ نے اس کو ہتھیار لگانے کی اجازت دی اور مرصع تلوار عنایت کی،

---

[1] خافی خان کے الفاظ یہ ہیں:

طریق بندہائے ذلیل مجرم روبدیں درگاہ آوردہ ام خواہی بخش وخواہی بکش۔

[2] یہ تمام تفصیل خافی خان میں ہے۔

سیوا نے اطاعت قبول کی اور تیئس قلعوں کی کنجیاں حوالہ کیں ۹؁ جلوس مطابق ۱۰۷۶؁ھ میں وہ پایہ تخت یعنی آگرے کو روانہ ہوا۔ شہر کے قریب پہنچا تو عالمگیر نے کنور رام سنگھ کو جو راجہ جے سنگھ کا بیٹا تھا۔ اور مخلص خان کو استقبال کیلئے بھیجا۔ سیوا دربار میں پہنچ کر آداب بجالایا اور نذر پیش کی، عالمگیر نے اشارہ کیا کہ پنجہزاری امرا کی قطار میں اس کو جگہ دی جائے لیکن سیوا کی توقعات اس سے زیادہ تھیں۔ اُس نے ایک گوشہ میں جا کر رام سنگھ سے شکایت کی اور درد شکم کے بہانے سے وہیں فرش پر لیٹ گیا[۱]۔ عالمگیر نے حکم دیا کہ فرد و دگاہ کو واپس جائے[۲]۔

سیوا جی دست بستہ حاضر ہوا تھا، لیکن جھوٹی توقعات کا انبارِ گراں لے کر جو توقعات نا قابلِ حصول تھے عالمگیر نے سیوا کی توہین نہیں کی تھی، اس کی عزت افزائی کی تھی، لیکن یہ عزت افزائی اُسے نہیں بھائی، شاید اس لئے بھی کہ جو منصب پنجہزاری کا اُسے عالمگیر نے عطا کیا تھا، وہی اس کے بیٹے کو اور رانا نیتو سنگھ کو جو اس کا داماد اور سالار عسا کر تھا اور اب محمد قلی خاں تھا عطا کیا تھا۔

یہ منظر دیکھ کر وہ کباب بہ سیخ بن گیا۔

اس کے تن بدن میں آگ لگ گئی!

اس کا خواب و خور حرام ہو گیا ـــــــــــ!

اور بالآخر ایک دن موقع پا کر وہ بھاگ نکلا[۳]

اس امر کو سب مورخین تسلیم کرتے ہیں کہ سیوا جی کی پیشوائی کیلئے رام سنگھ اور

---

[۱] ماثر الامرا تذکرہ راجہ ساہو۔

[۲] اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر (شبلی)

[۳] بعض یورپین مورخین کو اعتراض ہے کہ عالمگیر نے سیوا جی کی توہین کی تھی۔

مخلص خان بھیجے گئے تھے۔ رام سنگھ راجہ جے سنگھ کا بیٹا تھا جو امرائے عالمگیری میں سب سے زیادہ ممتاز اور سپہ سالار لشکر تھا۔ رام سنگھ شاہجہان کے 19 جلوس میں پانچ سو سواروں کے ساتھ جلوس میں آیا تھا اور اس کو ہزاری منصب اور خلعت عطا ہوا تھا، ۲۷ جلوس شاہجہانی میں اس کا منصب سہ ونیم ہزاری تک پہنچا۔ عالمگیر نے اس کو راجہ جے سنگھ کا قائم مقام بنا کر بھیجا، سیوا جی کی اطاعت کی، جس دن خبر آئی عالمگیر نے اس کو زیور مرصع ہاتھی اور خلعت[1] عطا کیا۔ چونکہ سیوا جی راجہ جے سنگھ کے توسط اور ضمانت سے دربار میں آیا تھا۔ اس لئے اس کے استقبال کیلئے رام سنگھ سے زیادہ کون موزوں ہو سکتا تھا؟ جو اپنے باپ کا فرزندِ رشید اور اس کا قائم مقام تھا مخلص خاں اس کے ساتھ اس لئے بھیجا گیا تھا کہ یہ خیال نہ ہو کہ ہندو پن کے تعصب سے کوئی مسلمان درباری نہیں بھیجا گیا۔

الفنسٹن صاحب کی اس چالاکی کو دیکھو کہ استقبال کا اصلی ممبر مخلص خاں کو قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ رام سنگھ اس کے ساتھ بھیج دیا گیا تھا۔ حالانکہ تمام تاریخوں میں رام سنگھ کا نام مقدم رکھا گیا ہے۔

سیوا جی کو جو منصب عطا ہوا پنجہزاری تھا۔ جس کو الفنسٹن صاحب اپنی کتاب کے نوٹ میں تیسرے درجے کا منصب قرار دیتے ہیں۔ لیکن ہمارے نامور مورخ کو یہ معلوم نہیں کہ خود راجہ جے سنگھ کا منصب اس وقت تک پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا، اس فتح عظیم کے صلہ میں جب اس کے منصب پر دو ہزار کا اضافہ ہوا ہے، تب جا کر وہ ہفت ہزاری ہوا[2] ہوا۔

---

[1] رام سنگھ کا مفصل اور مستقل تذکرہ مآثر الامراء میں مذکور ہے۔

[2] مآثر عالمگیری میں ہے: توزدہم ذوالحجہ کو خبر فتح قلعہ پورندھر کیفیت آمدن سیوا بسامع جاہ وجلال رسید دو ہزار از تابینانش دو اسپہ سہ اسپہ مقرر فرمودہ کہ منصبش از اصل و اضافہ ہفت ہزاری سوار دواسہ سہ اسپہ باشد۔

راجہ جے سنگھ ریاست جے پور کا رئیس دربار عالمگیری کا سب سے معزز سرداران سب سے بڑھ کر سیواجی کا فاتح اور سرشکن تھا۔ کیا ہمارے یورپین دوست یہ چاہتے ہیں کہ ایک مفتوح باغی ایک فاتح حکمران کا ہمسر بنا دیا جاتا؟

راجہ جے سنگھ پر موقوف نہیں خود وزیر اعظم فاضل خاں کا منصب پنجہزاری سے زیادہ نہ تھا۔ اس سے بڑھ کر یہ کہ مہاراجہ اودے پور سے زیادہ ہندوستان میں کوئی راجہ معزز نہ تھا لیکن جب اُس خاندان نے دربار شاہی سے ربط پیدا کیا تھا تو جہانگیر نے رانا کرن کو بھی پنجہزاری منصب دیا۔ اس کے بعد شاہجہان نے ۱۰۲۰ھ میں رانا جگت سنگھ کو یہی منصب عطا کیا تھا۔ اس کے بعد رانا راج سنگھ کو دربار عالمگیری سے یہی منصب حاصل ہوا۔ چنانچہ رانا کرن کے تذکرے میں مآثر الامرا کے مصنف نے یہ تمام واقعات درج کئے ہیں۔ کیا سیواجی اودے پور کے مہارانوں سے بھی زیادہ معزز درجہ رکھتا تھا؟ ان سب کے علاوہ خود سیواجی کے باپ ساہوجی نے ۳ سنہ جلوس میں جب شاہجہان کے دربار میں رسائی حاصل کی ہے تو شاہجہان نے اس کو یہی پنجہزاری منصب عطا کیا تھا۔[1]

سیواجی کی اطاعت کا سلطنت پر کیا احسان تھا؟ شاہی فوجوں نے اس کے تمام علاقے فتح کر لئے تھے۔ وہ قلعے میں چاروں طرف سے گھر چکا تھا۔ اس کے خاص صدر نشین قلعے کے برجوں پر شاہی فوج کا پھریرا اڑ چکا تھا، ان مجبوریوں سے وہ ہتھیار رکھ کر غلاموں کی طرح آیا۔ اور دربار میں روانہ کیا گیا تاہم اس کے استقبال کیلئے عالمگیر نے دربار میں جو شخص سب سے زیادہ موزوں ہوسکتا تھا۔ اس کو بھیجا۔ پنجہزاری امرا کی صف میں جو خود راجہ جے سنگھ کا منصب تھا۔ اس کو جگہ دی اس سے زیادہ وہ اور کیا چاہتا تھا؟ کیا شہنشاہ ہند ایک مفتوح رہزن کیلئے تخت سے اُتر آتا۔

---

[1] مآثر الامرا جلد دوم صفحہ ۲۴۳۔

مآثر عالمگیری خاص عالمگیر کے حکم سے روزنامہ کے طور پر لکھی گئی ہے اور عالمگیر کو اس کا مسودہ دکھلا کر منظور کرالیا جاتا تھا۔ اس کے الفاظ میں صاف تصریح ہے کہ سیوا کو دربار میں وہ جگہ دی گئی جو مقربانِ دولت اور امرائے نامدار کی جگہ تھی۔ اگر عالمگیر سیوا جی کی تحقیر چاہتا تو اپنے روزنامچہ میں کیوں لکھواتا کہ اس کی توقیر اور عزت کی گئی دربار میں جو کچھ ہوا وہ ایک وقتی کاروائی تھی، جو گھنٹہ دو گھنٹہ سے زیادہ نہیں رہ سکتی تھی۔ لیکن تاریخ کی عمر قیامت کے دامن سے بندھی ہے۔ اس لئے کہ اگر عالمگیر کو سیوا کی تحقیر مقصود ہوتی تو کیا وہ پسند کرتا کہ گھڑی دو گھڑی کیلئے اس کو ذلت دے کر قیامت تک کیلئے اس کی توقیر اور عزت کا واقعہ تاریخ میں درج کرا جائے۔[1]

---

[1] اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر (شبلی)

عالمگیر کا فیصلہ

دشمن کے ساتھ بھی عالمگیر انصاف اور عدل کرتا تھا، وہ کسی کے ساتھ ظلم اور زیادتی کا خوگر نہیں تھا، وہ خطا کاروں کے گناہ بخش دیتا تھا۔ وہ باغیوں کی جھکی ہوئی گردن دیکھ کر پیکر رحم و کرم بن جاتا تھا، وہ عہدوں اور غداروں کی عفوِ تقصیرات پر تیار اور آمادہ رہتا تھا، وہ زیادہ سے زیادہ موقع دیتا تھا، مہلت دیتا تھا، چھوٹ دیتا تھا، پھر بھی اگر سرکشی اور بغاوت باقی رہتی تھی، تو وہ اس کے کچلنے میں تامل نہیں کرتا تھا۔

اس کی اصل صفت رحم و کرم تھی جور و ستم نہ تھی، وہ کسی کو بھی انصاف سے محروم نہیں کرتا تھا۔[1]

---

[1] اس کے پچاس سالہ دراز عہدِ حکومت میں ایک ظالمانہ فعل بھی اس کے خلاف ثابت نہیں ہے حتیٰ کہ ہندوؤں کے ستانے میں بھی جو اس کی دینداری کا ایک جزو تھا۔ سب کو تسلیم ہے کہ کوئی قتل یا جسمانی تکلیف رسانی نہیں آتی۔ عالمگیر نے اپنی زندگی کا مقصد سلطنت کے جاہ و جلال، شان و شوکت ناز و نعم کے بجائے صرف رعایا کی خدمت اور راحت رسانی قرار دیا تھا۔ اور خود اپنے ہاتھ سے ان پر حکم لکھتا تھا۔ ڈاکٹر جیلی کریری نے اُٹھہتر برس کی عمر میں عالمگیر کو دیکھا تھا، وہ بیان کرتا ہے کہ:

وہ صاف و سفید ململ کی پوشاک پہنے ہوئے عصائے پیری کے سہارے امیروں کے جھرمٹ میں کھڑا ہوا تھا۔ دادخواہوں لیتا جاتا تھا اور بلا عینک پڑھ کر خاص اپنے ہاتھ

لیکن اس رحم وکرم نے اُسے اصولِ جہاں بانی سے منحرف نہیں کیا تھا، رحم کے موقع پر انصاف، تعزیر کے موقع پر سزا، جنگ کے موقع پر جنگ یہ اس کی سرشت تھی۔[1]

(بقیہ صفحہ گذشتہ) سے دستخط کرتا جاتا تھا۔ اور اس کے ہشاش بشاش چہرے سے صاف مترشح تھا کہ وہ اپنی مصروفیت سے نہایت شاداں وفرحاں ہے۔

[1] وہ خود تن تنہا اپنی حکومت کی ہر شاخ کی کارگزاری جزوی کاموں کے لحاظ و حیثیت سے کرتا رہا۔ لشکرکشیوں کے نقشے سوچتا تھا لشکرکشیوں کے زمانے میں ہدایتیں جاری کرتا تھا سردار اس کے قلعوں کے نقشے بایں مقصود اس کی خدمت میں ارسال کرتے تھے کہ حملوں کے مقاموں کو مقرر کرے اس کے رقعوں میں پٹھانوں کے ہموار ملکوں میں سڑکوں کے جاری کرانے اور ملتان، آگرے کے فسادوں کو دبانے بلکہ قندھار کو دوبارہ حاصل کرنے کی تدبیریں مندرج پائی جاتی ہیں اور اسی عرصے میں فوج کا کوئی ٹکڑا یا بار برادری کی کوئی رسد نہ تھی۔ جس کا کوچ مقام ایسے حکموں کے بدون پایا جائے جن میں سے تھوڑے بہت حکموں کو اورنگ زیب نے خاص اپنے ہاتھوں سے جاری نہ کیا ہو ضلع کی مالگزاری کے ادنے افسر کا تقرر یا کسی میں دفتر میں کسی محرر کا انتخاب اپنی توجہ فرمائی کے نامناسب نہ سمجھتا تھا اور سارے کارگزاروں کی کارگذاری کی نگرانی جاسوسوں اور آنے جانے والوں کے ذریعے سے کرتا تھا اور ایسی خبروں کی اصل بنیاد پر ہمیشہ فہمائش اور ہدایتوں کے وسیلہ سے ان کو آگاہ اور خبردار رکھتا تھا۔ مگر تفصیل جزیات پر ایسے ذوق وشوق سے ملتفت ہونا جیسے کہ ہوشیاری اور بیدار مغزی کی دلیل ہے۔ ویسے ہی کام کاج کی اصل ترقی اور اجرائے کار کی ذاتی عروج کیلئے چنداں مفید نہیں مگر چونکہ اورنگ زیب کی ذات و طبیعت میں التفات جزئیات کے ساتھ بڑی چابکی و چالاکی کی سلطنت کے عمدہ عمدہ کاموں میں بھی پائی جاتی تھی تو اس سے اس کی آمادگی اور نہایت گرمجوشی ایسی معلوم ہوتی ہے جو ہر زمانے میں بڑی عجیب وغریب سمجھی جاتی ہے۔

سیوا جی کی اس گستاخی اور بزدلی کو جے سنگھ کی سفارش پر عالمگیر نے معاف کر دیا اس کا منصب برقرار رکھا، لیکن وہ ان رعایتوں سے فائدہ نہ اُٹھا سکا اس کے سر پر موت سوار تھی، تباہی اور بربادی منڈلا رہی تھی، اُسے حیدر آباد اور بیجا پور پر غرّہ تھا اُسے اپنی سازش پر اعتماد تھا۔

وہ ایک مرتبہ پھر خم ٹھونک کر میدان میں اُتر آیا۔

عالمگیر نے بھی فیصلہ کر لیا یا ادھر یا اُدھر۔

* * *

مرہٹوں کا خاتمہ

عالمگیر نے بے شک جے سنگھ کی سفارش پر سیواجی کو معاف کر دیا تھا، اس کا منصب بھی برقرار رکھا تھا، لیکن جب اس نے پھر حیدرآباد اور بیجاپور کو ساتھ ملا کر سلطنت مغلیہ کا استیصال کرنا چاہا تو عالمگیر نے سیواجی اور اس کے غدار ملت ساتھیوں ـــــ بیجاپور اور حیدرآبار ـــــ کی قوت بھی ختم کر دی، کمر توڑ دی، اور اس فتنہ اور خطرہ کا مکمل اور کامل استیصال کر کے دم لیا۔

سیواجی جب اکبر آباد سے نکل کر دکن پہنچا تو ریاست گولکنڈہ کی اعانت سے شاہی علاقوں پر غارت گری شروع کی اور متعدد قلعوں پر قابض ہو گیا۔ عالمگیر نے اس کی تنبیہ کیلئے وقتاً فوقتاً فوجیں متعین کیں جو کبھی فتح پاتی تھیں اور کبھی شکست کھاتی تھیں۔ بالآخر سنہ ۳۲ جلوس مطابق سنہ ۱۰۹۰ھ میں سیوا نے وفات پائی[۱]۔ سیوا کے بعد اس کا بیٹا سنبھا جی جانشین ہوا اس نے برہان پور پر دفعتہً حملہ کر کے نہایت سفا کی اور بے دردی سے تمام شہر لوٹا اور شہر میں آگ لگا دی۔ علماء اور مشائخ برہان پور نے ایک محضر تیار کر کے عالمگیر کے پاس بھیجا کہ یہ اب دار الحرب ہو گیا اور اب یہاں جمعہ اور جماعت جائز نہیں۔

عالمگیر نے محضر کے جواب میں لکھا کہ میں خود آتا ہوں۔ وہ دکن روانہ ہوا اور اورنگ زیب آباد میں قیام کر کے اپنے بڑے بیٹے معظم شاہ کو مرہٹوں کے استیصال کیلئے

---

[۱] خافی خان صفحہ ۲۷۱

روانہ کیا معظم شاہ کوکن کے تمام علاقوں کو پامال کرتا ہوا انتہائے حد تک پہنچ گیا لیکن آب و ہوا کی رواۃ اور رسد کی نایابی کی وجہ سے ہزاروں آدمی اور مویشی تباہ ہو گئے اور بالآخر عالمگیر نے اس کو واپس بلا لیا۔ اس کے بعد وقتاً فوقتاً فوجیں متعین ہوتی رہیں، لیکن چونکہ سنبھاجی کو بیجاپور اور حیدرآباد سے مدد ملتی رہتی تھی۔ اس لئے کامیابی نہیں ہوتی تھی، عالمگیر نے مرہٹوں کی طرف سے توجہ ہٹا کر حیدرآباد کی طرف رُخ کیا اور اس کو فتح کر کے ممالک مقبوضہ میں داخل کر لیا۔

اس مہم سے فارغ ہو کر مقرب خاں کو سنبھا کے استیصال کیلئے روانہ کیا۔

مقرب خاں نے کولہاپور میں پہنچ کر مقام کیا۔ یہاں اس کو خبر لگی کہ سنبھا دو تین ہزار سواروں کے ساتھ سنگمیر میں مقیم ہے۔ اگرچہ یہ مقام کولہاپور سے ۴۵ کوس کے فاصلہ پر تھا اور راستہ اس قدر دشوار گذار تھا کہ جابجا مقرب خاں کو گھوڑے سے اُتر کر پیادہ چلنا پڑتا تھا تاہم اس تیزی سے یلغار کرتا ہوا پہنچا کہ سنبھا خبردار بھی نہ ہونے پایا اور مقرب خاں نے اس کو جالیا۔ چونکہ مقرب خاں کے ساتھ صرف دو تین سوار تھے۔ سنبھا نے مقابلہ کیا۔ لیکن شکست کھائی اور مع اہل و عیال کے زندہ گرفتار ہوا۔ چونکہ سنبھا سخت سفاک اور ظالم تھا اور نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو بھی اس کی سفاکیوں اور بیرحمانہ غارت گریوں سے نالاں تھے۔ اس لئے جب اس کی گرفتاری کی خبر مشہور ہوئی تو تمام ملک میں خوشی کے غلغلے بلند ہوئے۔ جب وہ پابہ زنجیر ہو کر عالمگیر کے دربار میں روانہ کیا گیا تو راہ میں جدھر گذر ہوتا تھا شریف عورتیں تک گھر سے نکل آتی تھیں اور خوشیاں کرتی تھیں [1]

غرض سنبھا عالمگیر کے دربار میں حاضر کیا گیا اور قتل ہوا۔

سنبھا کے ساتھ اس کا لڑکا ساہو اور اس کی ماں بھی گرفتار ہوئی، عالمگیر نے اس

---

[1] خافی خاں صفحہ ۳۸۹

موقع پر ایسی فیاض دلی اور وسعتِ حوصلہ سے کام لیا، جس کی نظیر تاریخوں میں بہت کم مل سکتی تھی اس نے ساہو کو جو سات آٹھ برس کا لڑکا تھا ہفت ہزاری کا منصب اور راجہ کا خطاب دیا اور اس کی سرکار قائم کر کے دیوان اور بخشی مقرر کیے اور حکم دیا کہ اس کا خیمہ ہمیشہ شاہی خیمہ کے ساتھ ایستادہ کیا جائے اس کے چھوٹے بھائیوں یعنی مدن سنگھ اور اودھو سنگھ کی بھی اسی طرح قدر افزائی کی۔[1]

ہندوؤں کے مذہب میں قید کی حالت میں کھانا نہیں کھاتے۔ اس بنا پر ساہو صرف مٹھائی اور میوہ جات پر بسر کرتا تھا۔ عالمگیر کو یہ حال معلوم ہوا تو حمید الدین خان کو بھیجا کہ ساہو سے کہو کہ تم قید میں نہیں ہو۔ بلکہ اپنے گھر میں ہو اس لئے تم کو بے تکلف کھانا چاہیے۔

عالمگیر کا برتاؤ آخر تک ساہو کے ساتھ مربیانہ اور فیاضانہ رہا چنانچہ عالمگیر کے مرنے کے بعد ساہو نے خود مختاری کا علم بلند کیا۔ لیکن عالمگیر کے احسانوں کو پھر بھی اتنا پاس تھا کہ سب سے پہلے اُس نے عالمگیر کی قبر کی زیارت کی۔[2]

سنبھا کے مرنے کے بعد اس کا بھائی رام راجہ اس کا جانشین ہوا اور متعدد موقعوں پر شاہی فوجوں کو شکستیں دیں اس کی فوج کے دو بڑے سردار سنتا اور دھنتا تھے جو دس دس بارہ بارہ ہزار جمعیت کے ساتھ تمام ملک کو لوٹتے پھرتے تھے اور ان کا اس قدر رعب چھا گیا تھا کہ بادشاہی افسران کے مقابلے سے جی چُرانے لگے تھے۔

اب عالمگیر نے قطعی ارادہ کیا کہ مرہٹوں کا بالکل استیصال کر دے۔ اس لئے

---

[1] بے شبہ یہ بڑی فیاضی کا کام تھا۔ لیکن دُور اندیشی سے دُور تھا۔ خافی خاں نے سچ لکھا کہ یہ افعی کشتن و بچہ اش را نگہداشتن تھا۔

[2] مآثر الامراء جلد دوم صفحہ ۳۵۱

سب سے مقدم امر یہ تھا کہ مرہٹوں کے قلعے جو ان کے جائے پناہ تھے فتح کر لئے جائیں۔ یہ قلعے ایسے محفوظ، بلند، مستحکم اور چاروں طرف سے غاروں اور خندقوں سے گھرے ہوئے تھے کہ ان کا فتح کرنا آدمی کا کام نہ تھا۔ بعض بعض دو دو میل کی بلندی پر واقع تھے۔ راج گڑھ کا قلعہ جو سیواجی کا گویا پایہ تخت تھا۔ اس کا دور بارہ میل کا تھا۔ راستے اس قدر دشوار گزار تھے کہ کئی کئی دن کے متواتر سفر میں ایک ایک کوس طے ہوتا تھا۔[1]

عالمگیر کی عمر اس وقت ۸۲ برس کی ہو چکی تھی، تاہم اس جوان ہمت بادشاہ نے بذاتِ خود کمان کی اور بالآخر تمام قلعے ایک ایک کر کے فتح کر لئے۔

غرض مرہٹوں کے تمام قلعے اور محفوظ مقامات فتح ہو گئے۔ اور عالمگیر نے دیواپور میں جو دریائے کرشنا کے قریب ہے، قیام کر کے حسین قلیچ خاں کو اس مقام پر معین کیا کہ تمام ملک میں امن و امان کی منادی کرا دے اور رعایا کو ترغیب دی جائے کہ اپنے گھر پر آ کر آباد ہو جائیں۔[2]

مرہٹے اب بالکل بے خانماں ہو گئے تھے اور خانہ بدوش ہو کر اِدھر اُدھر قزاقوں اور ڈاکوؤں کی طرح چھاپے مارتے پھرتے تھے۔

کسی طاقتور حکومت یا قوم کا استیصال دفعتہً نہیں ہو سکتا اودے پور کی ریاست

---

[1] لین پول صاحب مصائب راہ کے متعلق لکھتے ہیں:

کوچ کی حالت میں ناممکن العبور دریاؤں، سیلانی وادیوں۔ پُرخلاب نالوں اور تنگ راستوں نے کس قدر تکلیفیں دی ہوں گی۔ سامان رسید مہیا نہ ہوتا تھا اس کو ٹھہر جانا ہوتا تھا اور چارہ گھاس کے نہ ملنے سے جانوران بار برداری کی یہ حالت ہو جاتی تھی کہ فوج بے دست و پا ہو جاتی تھی۔ برسات کے سوا گرمیوں میں منزلوں کی سختی، خیموں کی اذیت اور پانی نہ ملنے کی مصیبت بیان سے باہر ہے۔

کو بابر نے شکست دی۔ لیکن اکبر کے زمانے میں اُس کی وہی قوت موجود تھی، اکبر نے بڑے زور شور سے حملہ کیا اور مہینوں کے محاصرے کے بعد اودے پور کو کامل طور سے فتح کر لیا مہاراجہ نے بھاگ کر جنگلوں اور پہاڑوں میں پناہ لی۔ تاہم جہانگیر کے زمانے میں اودے پور کا پھر وہی شباب تھا۔ اب شاہجہان ولی عہدی کی حالت میں گیا اور اس زور اور شور سے لڑا کہ مہارانا نے سپر ڈال دی اور اپنے بیٹے کرن کو اظہارِ اطاعت کیلئے دربار میں بھیجا کرن نے دربار میں آ کر جہانگیر کو سجدہ کیا۔ لیکن جب شاہجہان خود تخت پر بیٹھا تو یہ جھکی ہوئی گردن پھر بلند تھی۔ شاہجہان نے مہم سر کی، لیکن عالمگیر کے زمانے میں اودے پور وہی اکبر کے زمانے کا اودے پور تھا۔ البتہ عالمگیر نے پے در پے حملوں سے اس کو تباہ کر دیا اور پھر وہ کبھی سر نہ اُٹھا سکا۔

مرہٹے شاہجہان کے زمانہ میں پوری قوت حاصل کر چکے تھے۔ دکن سے مدراس تک پھیل گئے تھے۔ سینکڑوں نہایت مضبوط اور سر بفلک قلعے ان کے قبضے میں تھے۔ ان سب باتوں کے علاوہ ایک جدید زندہ قوم بن رہے تھے اور یہ اس کا عین عروج شباب تھا اسی حالت میں عالمگیر کو ان سے مقابلہ کرنا پڑا۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا۔ یہ ہوا کہ عالمگیر کے جیتے جی سیوا مر گیا۔ سنبھا مارا گیا۔ رام راجہ آوارگی اور صحرا نوردی کی نذر رہا۔ سنتا کا سر کٹ کر دربار میں پہنچا۔ غرض علم بردارانِ بغاوت ایک ایک کر کے مٹا دیئے گئے۔ تمام قلعہ جات پر قبضہ کر لیا گیا اور دکن سے لے کر مدراس تک سناٹا ہو گیا۔

ہیچ خارے نیست کز خون شکارے سُرخ نیست،
آفتے بود آں شکار افگن کزیں صحرا گزشت

اب مرہٹے کوئی حکومت یا قوم نہ تھے، بلکہ خانہ بدوش رہزن تھے، جو اِدھر اُدھر آوارہ پھرتے تھے اور موقع پا کر چوری چھپے لوٹ مار کرتے رہتے تھے۔[1]

---

[1] اورنگ عالمگیر پر ایک نظر (شبلی)

اور ایسا ہونا نہ حیرت انگیز ہے، نہ اُسے عالمگیر کے عجز و محمول کیا جا سکتا ہے، جب کوئی بڑی طاقت کسی چھوٹی طاقت کو ختم کرتی ہے، تو اس کے بچے کھچے اجزا اِدھر اُدھر منتشر ہوتے رہتے ہیں، اُن کا مقام نہ سماج میں ہوتا ہے، نہ قوم کے ایوان میں نہ حکوم کے دربار میں، وہ ریت کے ان ذروں کی طرح جو ہوا کے جھرکوں سے اِدھر اُدھر منتشر ہوتے رہتے ہیں پراگندہ ہوتے رہتے ہیں ——— !

یہی کیفیت اب مرہٹوں کی تھی، راج گڑھ ویران ہو چکا تھا، سیوا جی کا خاندان ختم ہو چکا تھا، ان کی قوت پارہ پارہ ہو چکی تھی، اب وہ اس کے سوا کر بھی کیا سکتے تھے کہ لوٹ مار اور قزاقی کو اپنا پیشہ اور ذریعہ معاش بنالیں؟ اور انہوں نے یہی کیا بھی ! ——— لیکن ان کی زندگی کا یہ نیا دوران کی قوّت و طاقت کا مظہر نہیں تھا، ان کے عجز اور درماندگی کا ثبوت تھا!

* * *

حصہ دہم

جشنِ طرب

اے فلک رشک سے نہ جل مرنا!
بچھڑے ملتے ہیں آج مدّت کے

فقیر بادشاہ

دیوانِ خاص آراستہ ہے شہنشاہ فلک بارگاہ محی الدین غازی عالمگیر تخت شاہی پر متمکن ہیں، تبسم ہونٹوں پر کھیل رہا ہے، آنکھوں میں انبساط و مسرت کی روشنی جھلک رہی ہے، خاصانِ بارگاہ مؤدب سر جھکائے نظریں نیچی کیے، صف بستہ ایستادہ ہیں، خاموشی کا یہ عالم ہے کہ سوئی بھی ایوان کے کسی گوشے میں گر پڑتی تو اس کی آواز صاف سنائی دے سکتی تھی!

یہ دربار بھی کیسا عجیب دربار تھا!

اور یہ بادشاہ بھی کیسا عجیب و غریب بادشاہ تھا۔

نہ سائی گلفام، نہ جامِ ارغوانی، نہ بتانِ سیمیں بدن، نہ مہوشان گل پیرہن نہ ساقی بہ جلوہ دشمن ایمان و آگہی‘‘ نہ مطرب بہ نغمہ رہزن تمکین و ہوش! نہ عیش و نشاط کی باتیں، نہ نفس و ہوس کی گھاتیں، نہ حسنِ تقویٰ شکن کا چرچا، نہ کوئی شاعرِ دربار نہ کوئی قصیدہ خواں اور مدح طراز، نہ بھانڈوں کے طائفے، اور مسخروں کا گروہ، نہ کوئی داستان گو اور قصہ خواں، نہ فکرِ عیش و ذکرِ خوباں نہ طاؤس و رباب نہ افسانہ شباب!

کیسا عجیب تھا یہ دربار،

یہ کیسا عجیب و غریب تھا یہ شہنشاہِ ہفت اقلیم؟

پھر اس دربار کی رونق کس چیز سے تھی؟

یہاں خدا کا ذکر ہوتا تھا، رسول کا ذکر ہوتا تھا، اربابِ زہد و صلاح، اصحابِ دانش و بینش اور مردانِ سیف و قلم کا اجتماع ہوتا تھا۔

یہاں قال اللہ، اور قال الرسول ﷺ کے ترانے گونجتے تھے!

یہاں تختِ شاہی بھی تھا اور بوریہ فقیر بھی! ـــــ تختِ شاہی نیچے اور بوریۂ فقیر اُوپر ـــــ!

یہاں تیغ وسناں کی چمک بھی تھی ـــــ لیکن بے گناہوں کے قتل کیلئے نہیں مظلوموں کی دادرسی کیلئے، حق کی حمایت کیلئے، اللہ کا کلمہ بلند کرنے کیلئے!

یہاں نہ سونے کی کمی تھی! نہ چاندی کی، ڈھیر لگا ہوا تھا سیم وزر کا، لیکن اس سیم وزر کا مصرف؟ اس سیم وزر کا مصرف داد ودہش، بذل وعطا، اور بخشش وسخاوت تھی، لیکن قصیدہ خوانوں، مدحت طرازوں، لطیفہ گومسخروں، رقص وشباب کے نمائش کاروں، اور نغمہ وآہنگ کے فنکاروں کیلئے نہیں، بیواؤں اور یتیموں کیلئے محتاجوں اور ناداروں کے لئے، بہادروں اور فداکاروں کیلئے! ـــــ ان کیلئے جو تلوار کے دھنی تھے مردِ میدان تھے، قول کے پورے، عہد کے پکے، اور بات کے پورے تھے! ـــــ ان کیلئے جو مرد کو جماعت پر مقدم رکھتے تھے، جو اپنے آپ کو ملت کی اجتماعیت میں گم کردینے کا فلسفہ جانتے تھے، جو اپنی قومی حکومت کی عظمت وشوکت کیلئے جان ہتھیلی پر رکھے رہتے تھے۔

اس دربار میں علماء وصلحا، اور اصحاب فضل وکمال کی پرستش تھی، ان کی بات سُنی جاتی تھی، ان کے ارشاد پر عمل کیا جاتا تھا، ان کے اقوال زیرِ بحث رہتے تھے!

ہندوستان میں اس خاندان کے بانی بابر نے اپنی ''تزک'' لکھی اور اپنی حیاتِ گوناگوں کے افسانے مزے لے لے کر بیان کیے ہمایوں نے خامہ فرسائی کا کام، اپنی بہن گلبدن بانو کیلئے چھوڑ دیا، خود مہمات میں مصروف رہا، اکبر دین الٰہی کا موجد بنا۔ جہانگیر نے بھی اپنی تزک لکھی، اور اپنی حیات رنگین وہمہ رنگ کے تمام پہلو بے دھڑک دُنیا کے سامنے پیش کردیئے، شاہجہان نے کچھ نہیں لکھا، لیکن اس کے بنائے ہوئے تاج محل، لال قلعہ اور مسجد جامع کے نقوش، دنیا نے ایک طویل مدت کیلئے اپنے سینہ پر نقش کرلیے، مگر عالمگیر نے کیا کیا؟ مگر عالمگیر نے کیا لکھا؟

قرآن ـــــ!

عالمگیر نے قرآن لکھ کر روزی کمائی، تو اب لوٹا، نعمتِ جاوداں حاصل کی، اُس نے وہ چیز لکھنے کی سعادت حاصل کی جو ازل سے تھی، اور ابد تک رہے گی!

بابر اور ہمایوں، اکبر اور جہانگیر، شاہجہان اور داراشکوہ کے لباس زرنگار و زرکار کو دیکھ کر آنکھیں چکا چوند ہو جاتی تھیں ——— ! سونا بھی اور چاندی بھی، ہیرے بھی اور جواہر بھی، اور کہنے والے بے ساختہ پکار اُٹھتے ہیں،

تیرے جواہر طرزِ کلہ کو کیا دیکھیں
ہم اوجِ طالعِ لعل و گہر کو دیکھتے ہیں

—— یہاں دبدبہ و شکوہ کا یہ عالم کہ ہندوستان کا ذرہ ذرہ عالمگیر کے نام سے لرزتا تھا، ہندوستان کے بڑے بڑے سرکش اور باغی اس کا نام سُن کر دہل جاتے تھے ہندوستان کے بڑے بڑے فرماں روا اور حکمران اس کا نام سنتے تھے اور ان کا رنگ زرد پڑ جاتا تھا۔ اس کے عساکر بے اماں سیل سبک سیر و زمیں گیر کی طرح بڑھتے تھے، تو کوئی بڑی سے بڑی طاقت بھی اس سیل بے کراں و بے اماں کو روکنے پر قادر نہ تھی ———!

اور دوسری طرف سادگی کا یہ عالم تھا کہ اس کا لباس شاہی جامۂ پارسائی کے سوا کچھ نہ تھا ——— اور اس جامۂ پارسائی میں کتنا جلال تھا؟ کتنی شان تھی؟

کیا دبدبہ تھا؟ کیا شکوہ تھا؟ کس غضب کے تیور تھے! ——— گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان!

یہ تھا شہنشاہ محی الدین غازی عالمگیر۔

وہ پیکرِ سطوت و عظمت بنا، تختِ شاہی پر متمکن تھا!

ہونٹوں پر باوقار تبسم کی جھلک نمایاں تھی، آنکھوں میں انبساط و مسرت کی روشنی جھلک رہی تھی، خاصانِ بارگاہ مؤدب سر جھکائے، آنکھیں نیچی کیے ہوئے، صب بستہ اور دست بستہ خاموش کھڑے ہیں!

شہنشاہ نے زیرِ لب تبسم کے ساتھ اپنے وزیرِ اعظم کی طرف دیکھا اور فرمایا:

ہاں تو کیا کہنا چاہتے تھے تم؟

وزیراعظم نے اسی طرح نظریں نیچی کیے اور ہاتھ باندھے ہوئے عرض کیا۔

سلطان والا شان کے دشمن پامال ہو چکے، دوست شاد اور آباد ہیں، رعایا فارغ البال مطمئن اور پُر امن زندگی بسر کر رہی ہے، مرہٹوں کا زور ٹوٹ چکا، ہر طرف امن امان کی کارفرمائی ہے، یہ خدائے بزرگ و برتر کی طرف سے بہت بڑا انعام ہے جو شہنشاہ بارگاہ کو عطا ہوا ہے!

عالمگیر نے اثر انگیز انداز میں جواب دیا۔

ہاں تم سچ کہتے ہو، ہمارے بدن کا رواں رواں بارگاہِ الٰہی میں سجدہ ریز ہے، یہ اس کی نصرت فرمائیوں کا نتیجہ ہے کہ باغیوں، سرکشوں اور امن کے دشمنوں کا وجود تہس نہس ہو چکا ہے۔

وزیراعظم نے عرض کیا، پھر اس سے بڑھ کر شکرِ نعمت کے موقع پر علیا حضرت شہزادی (زیب النساء) کی استدعا ہے کہ وہ دیرینہ وعدہ پورا فرمایا جائے ــــــــ!

شہنشاہ نے کچھ سوچتے ہوئے دریافت فرمایا:

تم کس وعدے کی طرف اشارہ کر رہے ہو؟ شہزادی نے کیا عرض کیا ہے؟

وزیر نے عرض کیا، نواب محمد قلی خاں کی عائشہ بیگم سے، اور شہزادۂ عظیم المرتبت کی راجکماری کرت پور سے شادی کا وعدہ ــــــــ!

شہنشاہ نے تبسم کناں جواب میں ارشاد فرمایا:

ہمیں یاد آیا، واقعی اس سے اچھا اور کوئی موقع ایفائے عہد کا نہیں ہو سکتا ــــــــ تم کرت سنگھ کو اطلاع دے دو، ہم عظیم کی بارات لے کر، ایک ہفتہ کے بعد کرت پور پہنچ جائیں گے، اور اسے بھی نواب محمد قلی خاں کی بارات لے کر آگرہ پہنچنے کیلئے تیار رہنا چاہئے ــــــــ!

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

پھر چھیڑا حسن نے اپنا قصہ

دوسرے دن ——— !

شہزادہ عظیم المرتبت کو شہزادی زیب النساء نے یاد فرمایا تھا، وہ ان کی خدمت میں جا ہی رہا تھا کہ بادِ بہار کی طرح اٹکھیلیاں کرتی گل اندام آ گئی، اس نے پوچھا:

- شہزادہ سلامت کیا کرت پور جا رہے ہیں آپ؟

وہ جھنجھلا گیا، ایک مرتبہ گھور کر اُسے دیکھا اور گویا ہوا۔

تو کسی وقت آدمی بھی بنتی ہے یا ہر وقت یونہی چہلیں سوجھا کرتی ہیں تجھے؟

گل اندام مسکراتی ہوئی بولی،

تو میں نے ایسی کون سی بات کہہ دی جس پر مزاج عالی برہم ہو گیا، یوں میں بہت دونوں سے جانتی ہوں آپ کی حالت ——— !

عظیم جاتے جاتے رک گیا اور کھڑا ہو کر پوچھنے لگا،

کیا حالت جانتی ہو میری؟

وہ بولی، کچھ نہیں،

بے کلی، بے خودی، کچھ آج نہیں!
ایک مدت سے وہ مزاج نہیں!

اور ہونا بھی چاہئے!

شہزادہ اور زیادہ جھلا گیا،

ہونا بھی چاہئے؟ ——— کیا ہونا چاہئے؟

وہ سادگی وہ معصومیت کا پیکر بن کر کہنے لگی،

صبر کی بھی آخر ایک حد ہوتی ہے، ادھر راجکماری اس انتظار میں سوکھ رہی ہیں کہ کب برات آتی ہے؟ اُدھر آپ اس غم میں بے حال ہوئے جا رہے ہیں کہ کب برات جاتی ہے؟ ——— لیکن آج میں آپ کو خوشخبری سنانے آئی ہوں سرکار والا تبار!

گل اندام کی ان باتوں سے وہ بہت جز بز ہو رہا تھا، لیکن خوشخبری سننے کیلئے تیار ہو گیا، پوچھا،

خوشخبری کیسی؟ ——— دیکھو اگر تم جھوٹ بولیں تو گردن اڑا دوں گا اس تلوار سے ———!

وہ اٹھلاتی ہوئی بولی، خیر میں تلوار سے ڈر کر تو سچ بولتی نہیں واقعہ یہ ہے کہ شہنشاہ نے حکم دے دیا ہے کہ تیاری کی جائے!

شہزادہ سمجھ تو گیا بات کیا ہے، لیکن انجان بن کر پوچھا:

تیاری کا ہے کی ———؟

گل اندام بھی گل اندام تھی سیدھا سا جواب کیوں دیتی؟ کہنے لگی،

کچھ نہیں، وہ راجہ صاحب کرت پور کی راجکماری شوبھا ہیں نا ان کی شادی ہو رہی ہے بارات میں اعلیٰ حضرت ظلِ الٰہی بھی شریک ہوں گے۔

عظیم مسکرانے لگا ——— ”شیطان کی خالا!“

گل اندام نے بے پروایانہ انداز میں سوال کیا،

نہ جانے آپ کو شہنشاہ ہم رکاب لے جائیں گے یا نہیں؟

اس نے بھی ترکی بترکی جواب دیا، شادی راجکماری کی ہے، میری تو ہے نہیں میں کیوں جانے لگا؟

اتنے میں آصف خاں دوڑتا ہوا آیا اور اس نے آتے ہی آداب و کورنش بجا لانے کے بعد کہا،

مبارک ہو شہزادہ سلامت، سلطان والا شان کا فرمان صادر ہو گیا، کل آپ دولہا

بن کر یہاں سے کرت پور روانہ ہوں گے اعلیٰ حضرت ظلِ الٰہی نے بارات کے ساتھ روانہ ہونے کا عزم ظاہر فرمایا ہے۔

عظیم نے مسکراتے ہوئے پوچھا،

تم صرف ہمارے لئے خوشخبری لائے ہو، صرف ہمارے ہی لئے مبارک باد کا تحفہ لائے ہو؟ کتنے ظالم ہو آصف خاں!

ارے یہ کیوں شہزادہ سلامت؟

تمہارے پاس گل اندام کیلئے کوئی خوشخبری نہیں ہے؟

کیا مطلب سرکار والا ــــــــــ؟

وہ بھی آدمی ہے، اس کے دل میں بھی آرزوئیں اور حسرتیں ہیں، وہ بھی چاہتی ہے کہ اس کیلئے ڈھول اور شہنائیاں بجیں، وہ دولہن بنائی جائے، تم دولہا بن کر آؤ اور اُسے ڈولے میں سوار کر کے لے جاؤ ــــــــــ کیا تم دونوں کیلئے شہنشاہ نے کوئی فرمان صادر نہیں کیا ہے؟

اتنا کہہ کر اپنی باتوں کا ردِعمل دیکھنے کیلئے شہزادہ نے گل اندام کی طرف دیکھا مگر وہ نہ جانے کب کی غائب ہو چکی تھی۔

عظیم کچھ جھینپ سا گیا، اُس نے آصف خاں سے پوچھا۔

ارے یہ کب گئی ــــــــــ؟

وہ مسکراتا ہوا کہنے لگا "بڑی تیز ہے سمجھ گئی آپ اس پر چوٹ کر رہے ہیں، دبے پاؤں بھاگ گئی!"

عظیم نے کہا، خیر اُسے تو ہم چھیڑ رہے تھے، لیکن واقعی یہ تعجب انگیز امر ہے کہ اس کے تمہارے لئے اب تک شہنشاہ نے کوئی حکم صادر نہیں فرمایا ــــــــــ کیا ہم کسی ذریعہ سے سلسلہ جنبانی کریں ــــــــــ؟

آصف خاں نے کہا، شہنشاہ نے فیصلہ فرمایا ہے کہ آپ کی اور نواب محمد قلی خاں

کی شادی کے مراسم اور تقریبات سے فارغ ہونے کے بعد وہ آصف خاں اور اجلا سنگھ کے حبالۂ عقد میں گل اندام اور رادھا (رقیہ) کو دے دیں گے۔

لیکن سب کے ساتھ ہی کیوں نہیں؟

اس لئے کہ ابھی ہم خانہ زادوں کو ضرور کام سرانجام دینے ہیں، گل اندام آج ہی کرت پور روانہ کی جارہی، تاکہ وہاں جا کر راجکماری کو دولہن بنائے، اور وہ آداب سکھائے جن کا ایک شہزادی کیلئے جاننا ضروری لابدی ہے۔

عظیم زیب النساء کے پاس چلا گیا، آصف خاں نے گل اندام تک شہنشاہ کا حکم پہنچا اور شام ہونے سے پہلے گل اندام ایک دستہ سپاہ کے ساتھ کرت پور روانہ ہوگئی!

کرت پور میں دولہا اور بارات کے استقبال کی شاہانہ تیاریاں پایۂ تکمیل کو پہنچ چکی تھیں، ہر آن انتظار تھا کہ شہنشاہ کب نزول اجلال فرماتے ہیں؟ گل اندام کے پہنچتے ہی انتظار کی گھڑیاں ختم ہوگئیں، اور پورے جوش وخروش، اور نشاط ومسرت کے ساتھ بارات کا انتظار ہونے لگا،

گل اندام تیر کی طرح راجکماری کے محل میں پہنچی، اور جاتے ہی اس کے گلے سے لگ گئی، راجکماری کی سکھیوں اور سہیلیوں کو یہ گستاخی گراں گزری، لیکن اس نے ایک برق پاش تبسم کے ساتھ کہا،

اس کیلئے سب کچھ جائز ہے!

بہت جلد گل اندام نے راجکماری کا چارج سنبھال لیا، دوسری خواصیں اور سکھیاں اس کے سامنے بے دخل ہوگئیں۔

ایک دن جب بارات کے آنے میں صرف ایک رات باقی رہ گئی تھی، گل اندام نے راجکماری کو چھیڑتے ہوئے سوال کیا۔

کیوں راجکماری، آپ نے بھی کبھی ہمارے شہزادہ سلامت کو یاد کیا؟

نہیں آپ نے کبھی یاد نہیں کیا؟ بڑی بے مروت ہیں آپ!——ظالم بھی!

راجکماری ہنسنے لگی، اس نے کہا،

کچھ دیوانی ہوگئی ہو گل اندام، خود ہی ایک سوال کیا، پھر ایک الزام لگایا، اور فوراً فیصلہ بھی صادر کر دیا ـــــــ ہم نے اگر کسی کو یاد نہیں کیا، تو ہمیں بھی تو کسی نے یاد نہیں کیا؟

گل اندام تردید کرتی ہوئی بولی،

ایسا غضب نہ کیجئے، یہ نہ کہیے شہزادہ والا جاہ آپ کو بہت یاد کرتے تھے، ہر وقت آپ کا ذکر، ہر وقت آپ کی یاد، ہر وقت آپ ہی کی باتیں، میں تو بعض اوقات گھبرا جاتی تھی ایک ہی بات سنتے سنتے ـــــــ!

راجکماری ہنس پڑی کہنے لگی، جھوٹی کہیں کی؟

وہ بڑی آمادگی کے ساتھ بولی، قسم لے لیجئے ـــــــ کیا میں جھوٹ کہتی ہوں؟

وہ بولی، کیا کہنا ہے تمہارا بڑی سچی؟ ـــــــ لگائی بجھائی کے فن میں طاق ہو تم؟

وہ ہنستی ہوئی کہنے لگی، اور اگر اس فن میں طاق نہ ہوتی تو یہ مبارک دن دیکھنے میں نہ آتا!

راجکماری جھینپ سی گئی، کتنی منہ پھٹ ہو خدا کی پناہ!

وہ بھی ہنسنے لگی اور مسکراتی ہوئی بولی،

منہ پھٹ سہی لیکن خدا لگتی کہیے گا کیسی پتہ کی کہی ہے؟

انہی باتوں میں رات بیت گئی، اور صبح جب یہ دونوں سونے کی تیاریاں کر رہی تھیں کرت پور کے راج بھون میں باہزاراں شان و شکوہ بارات آ گئی اور ـــــــ

پھر چھیڑا حسن نے اپنا قصہ
بس آج کی شب بھی سو چکے ہم!

کرت پور کے راج بھون میں بہت سی شادیاں ہوئی تھیں، لیکن اس دھوم دھام، اس حزک واحتشام، اس جلال اور اس شان کے ساتھ کوئی شادی نہیں ہوئی تھی، یہ پہلا واقعہ تھا کہ ہندوستان کا شہنشاہ بہ نفسِ نفیس اپنے بیٹے کی بارات لے کر اُسے دولہا بنا کر بارات کے ساتھ ساتھ خود آیا تھا، راجہ کرت سنگھ کے لئے اس سے بڑھ کر فخر اور نازش کی گھڑی اور کون ہو سکتی تھی؟ [1]

---

[1] کرت سنگھ کی دختر شہزادہ محمد عظیم کے حبالۂ عقد میں دی گئی، جہاں پناہ نے تریسٹھ ہزار کے جواہرات ڈولی طلائی اور ایک پالکی نقرئی و پانچ ڈولیاں چاندی سے منڈھی ہوئی عروس کے جہیز میں عطا فرمائیں اور خود شہزادہ کو کتخدائی کے روز خلعتِ خاصہ و مالائے مروارید و کلغی مرصع مرحمت فرمائی گئی۔ (مآثر عالمگیری صفحہ ۱۸۶)

جشنِ نشاط

عالمگیر بارات کے ساتھ کرت پور روانہ ہو چکا تھا،

لیکن شہزادہ عظیم المرتبت کی بارات کے ساتھ محل کی جو شاہزادیاں، خواصیں اور خواتین گئی تھیں، ان میں عائشہ نہیں تھی!

... وہ جا ہی نہیں سکتی تھی، محل میں اس کی شادی کی تیاریاں بھی زور و شور سے جاری تھیں، جب سے بارات گئی تھی وہ مانجھے میں دولہن بنا کر بٹھادی گئی تھی، اپنے کمرہ سے باہر نہیں نکل سکتی تھی، ہر وقت سکھیاں اور سہیلیاں، خواصیں اور باندیاں اُسے گھیرے رہتی تھیں، اور چہلیں کیا کرتی تھیں، ایک عالی مرتبت شہنشاہ کی بیٹی، اور ایک عالی مرتبت شہزادی کی بہن کی حیثیت سے اس کی شادی ہو رہی تھی، اُسے دولہن بنانے میں اور ساز و سامان شادی تیار کرنے میں پوری دریا دلی سے کام لیا گیا تھا، واقعی ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے یہ اہتمام مولوی روح اللہ کی لڑکی کیلئے نہیں بلکہ شہنشاہ گردوں رکاب کی دختر بلند اختر کیلئے کیا جا رہا ہے۔

شہزادہ والا مرتبت کی بارات کو گئے ہوئے پندرہ دن سے زیادہ گزر چکے تھے آج ہی کل میں واپسی کی توقع تھی ـــــ اور اس بارات کے ساتھ ایک دوسری بارات بھی آ رہی تھی، جو کرت سنگھ اپنے منہ بولے بیٹے نواب محمد قلی کی طرف سے لا رہا تھا ـــــ اسی جاہ و جلال اور شان و شوکت اور تزک و حشم کے ساتھ جو ایک بہت بڑے فرماں روا کے وقت کے شایانِ شان ہو سکتی تھی۔

عائشہ کو ہر روز نہایت خوشبودار عرق کے ساتھ غسل دیا جاتا تھا، پھر اُسے لباس فاخرہ سے آراستہ کیا جاتا تھا، پھر سکھیاں اور سہیلیاں اور خواصیں آ جاتی تھیں، اور چہلیں

شروع کر دیتی تھیں، یہ سلسلہ اس وقت تک جاری رہتا تھا، جب تک رات بھیگ نہ جائے اور نیند سے آنکھیں بوجھل نہ ہو جائیں۔

ایک روز حسبِ معمول عائشہ دولہن بنائی گئی، اس وقت گل چہرہ بھی موجود تھی، وہ کہنے لگی،

سمجھ میں نہیں آتا، آپ نہ شہزادی ہیں نہ راجکماری، پھر اتنی خوبصورت کیوں ہیں؟

عائشہ نے کوئی جواب نہیں دیا، مسکرا کر خاموش ہو گئی، گل چہرہ کہنے لگی۔

راجکماری شوبھا (فاطمہ) جب آپ کو دیکھیں گی اپنا سر پیٹ لیں گی، دیوانی ہو جائیں گی!

ایک دوسری خواص گلبدن بولی، واہ، یہ کیوں؟

گل چہرہ کہنے لگی، بیشک وہ راجکماری ہیں، اور یہ بھی سچ ہے کہ خوب صورت ہیں، اور غضب کی خوبصورت ہیں، لیکن بھئی ایمان کی بات تو یہ ہے کہ ستاروں کی روشنی اس وقت تک اچھی لگتی ہے جب تک چاند نہیں چمکتا، اور سورج کے سامنے چاند بھی نہیں ٹھہرتا!

گلبدن نے جھنجھلا کر پوچھا، آخر تم کہنا کیا چاہتی ہو؟

وہ بولی جب تک عائشہ بانو یہاں تک نہیں آئی تھیں راجکماری اپنا جواب نہیں رکھتی تھیں، لیکن اب ——— !

گلبدن نے اُلجھتے ہوئے پوچھا، ہاں اب؟

گل چہرہ نے بڑی سادگی کے ساتھ جواب دیا، اب وہ کیا منہ دکھائیں گی عائشہ بانو کو؟ چاند کے سامنے ستارہ جھلملایا بھی تو کیا؟

عائشہ نے کہا کچھ دیوانی ہوئی ہے؟ ——— میرا اور شوبھا کا کیا جوڑ؟

گل چہرہ نے کہا، یہ تو میں نہیں جانتی فیصلہ آپ ہی پر چھوڑتی ہوں، ذرا دیر کے لئے یہ بھول جایئے کہ آپ عائشہ بانو ہیں اور وہ راجکماری ہیں، صرف یہ یاد رکھئے

دو عورتوں میں مقابلہ ہے کہ کون زیادہ خوبصورت ہے، پھر آپ جو فیصلہ کر دیں گی، اللہ جانتا ہے سر جھکا دوں گی اس کے سامنے!

عائشہ نے چپکے سے اس کے سر پر ایک چپت ماری اور کہا۔ تیرا تو دماغ چل گیا ہے نہ جانے کیا بک رہی ہے!______ لیکن ایسی باتیں نہ کیا کر، کوئی سُن لے گا!

وہ بڑی سادگی کے ساتھ گویا ہوئی، میں کسی اور کو نہیں سناتی، صرف اپنے آپ کو سناتی ہوں!______ خدا نظر بد سے بچائے آپ تو شہزادیوں کی شہزادی ہیں، راجکماریاں آپ کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہیں!

عائشہ نے کہا لیکن خود میں تو بے حقیقت ہوں؟

گل چہرہ مسکراتی ہوئی بولی، ایسا نہ لکھئے______ جسے شہنشاہ نے اپنی لڑکی بنا لیا ہو اور جو نواب محمد قلی خاں جیسے سپاہی کی بیوی ہو، بھلا وہ بے حقیقت ہوسکتی ہے؟ آپ نواب صاحب کو کیا سمجھتی ہیں!

(مسکرا کر) یہاں جب سے آئے ہیں نواب بن گئے ہیں!

اچھا تو پہلے رانا نہیں تھے؟

کہاں نواب کہاں رانا؟______ کوئی مناسبت ہے دونوں ہیں؟ شہنشاہ کو دُعادیں کہ نواب بن گئے!

شہنشاہ بھی تو اُنہیں کتنا مانتے ہیں______!

یہ اُن کی ذرہ نوازی ہے ورنہ کیا اس لئے مانتے ہیں کہ وہ بہت بڑے آدمی ہیں______؟

(جل کر) اچھا اور کہہ لیجئے جو جی چاہے، ایک ایک کی سو سو نہ لگائی ہوں نواب صاحب سے تو میرا نام گل چہرہ نہیں؟

اچھا تیرا نام گلبدن رکھ دیں گے۔

وہ بظاہر خفا ہوتی ہوئی کہنے لگی،

واہ گل چہرہ اچھا نام ہے!

گلبدن نے کڑے تیور سے اُسے دیکھا اور سوال کیا۔

گل چہرہ اچھا نام ہے ——— اور گلبدن؟

بہت بڑا، بالکل خراب، دو کوڑی کا بھی نہیں!

دیکھو گل چہرہ پھر میرے منہ سے بھی نکل جائے گا کچھ ہاں!

پھر تو ہمیں تمہارا نام بدلنے کا بڑا اچھا موقع مل جائے گا ——— !

عائشہ بول پڑی، پھر تمہارا نام گلبدن کے بجائے غنچہ دہن ہو گا!

گل بدن چڑتی ہوئی بولی، آپ بھی اس کا ساتھ دینے لگیں! پھر تو اسے میرے سر چڑھنے کا بہانہ مل جائے گا۔

گل چہرہ نے کہا، میرا کچھ دماغ خراب ہوا ہے کہ تمہارے سر چڑھوں؟ پاؤں الگ خراب ہوں، جوں الگ کاٹتے کاٹتے لہولہان کر دیں۔

عائشہ کھلکھلا کر ہنس پڑی، بڑی تیز ہے تو؟

وہ بولی، سرکار آج موقع ملا ہے ورنہ بہت دنوں سے یہ مجھے چھیڑ رہی تھی، لیکن آج ایک ایک کر کے بدلہ چکا لیا میں نے، دیکھو بی گلبدن آئندہ سنبھال کر بات کرنا ہم سے ورنہ اس سے زیادہ سننا پڑیں گی!

گلبدن ابھی کوئی جواب نہیں دے پائی تھی کہ سارے محل میں ایک کھلبلی سی مچ گئی!

معلوم ہوا دونوں باراتیں آ گئیں،

راجکماری ہاتھوں ہاتھ اُتاری گئی اور راجہ کرت سنگھ نواب قلی خاں کی جو بارات لے کر آئے تھے، اس کا دھوم دھام کے ساتھ استقبال کیا گیا۔

دو تین روز تک تو محل میں شہزادہ عظیم المرتبت اور فاطمہ (راجکماری شوبھا) کی شادی کی دھوم دھام رہی، اس کے بعد عائشہ کا نکاح نواب قلی خاں کے ساتھ بڑے اہتمام

اور شان وشوکت کے ساتھ منعقد ہوا۔

عائشہ دولہن بنی سمٹی سمٹائی حجلۂ عروسی میں بیش قیمت زیورات اور زرنکار زرنگار، لباس میں بیٹھی تھی، گل چہرہ اس کی خواص خاص کی حیثیت سے اس کے پاس بیٹھی تھی، ان دونوں کے سوا کوئی تیسرا موجود نہ تھا۔

بڑی معصومیت کے ساتھ گل چہرہ نے پوچھا!

کیوں سرکار جی تو نہیں گھبراتا؟

اور واقعی عائشہ کا جی گھبرا رہا تھا، آج سے وہ ایک نئی زندگی میں قدم رکھ رہی تھی نہ جانے اس زندگی کا انجام کیا ہو اس نے کہا،

بہت گھبرا رہا ہے، گل چہرہ؟

اس نے پہلے سے زیادہ معصومیت کے ساتھ کہا،

بس اب آتے ہی ہوں گے، زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑے گا سرکار؟

عائشہ نئی زندگی کی اُلجھنوں میں ایسی کھوئی ہوئی تھی کہ اس طنزِ لطیف کو ذرا بھی محسوس نہ کر سکی، اس نے پوچھا:

کون آتا ہوگا ــــــــــ؟

اور پھر جیسے یک بیک اسے اندازہ ہوگیا کہ یہ شیطان کی خالہ کیا کہہ رہی تھی، اس نے ہلکے سے اس کے گال پر تھپڑ لگاتے ہوئے کہا،

اب تو پٹے گی ــــــــــ!

اتنے میں دو خواصیں ہانپتی حاضر ہوئیں اور انہوں نے کہا،

دولہا میاں ــــــــــ نواب صاحب

دولہا میاں آ گئے، لیکن گل چہرہ راستہ روک کر کھڑی ہوگئی،

پہلے میرا انعام ــــــــــ!

قلی خاں نے مسکراتے ہوئے اس کی طرف دیکھا، اور گلے میں جو طلائی اور زمردیں ہار لٹک رہا تھا وہ اُتار کر اس کے سر پر رکھ دیا اس نے دونوں ہاتھ اُٹھا کر دعا دی،

دُودھوں نہاؤ پوتوں پھلو...........!

اور پھر تیزی سے بھاگ گئی...........!

قلی خاں کی شادی کا جشن بھی تین روز تک بڑی شان وشوکت کے ساتھ ہوتا رہا۔

چوتھے روز شہنشاہ نے دربار خاص میں عظیم المرتبت اور نواب قلی خاں کو طلب کیا۔ کرت سنگھ وزیر اعظم امرائے دربار، راعیان سلطنت ارکان حکومت سب ہی موجود تھے شہنشاہ نے فرمایا:

عظیم المرتبت، ہم تمہیں بنگالہ کی حکومت سونپتے ہیں!

پھر قلی خاں سے کہا، قلی خاں تم نے جس بے جگری، خلوص وفاداری اور جاں نثاری کے ساتھ اب تک ہماری خدمت کی ہے، ہمیں اُمید ہے اسی طرح تم عظیم المرتبت کا بھی خیال رکھو گے، ہم تمہیں عظیم المرتبت کا مشیر اور رفیق بنا کر اس کے ساتھ بھیج رہے ہیں، آج سے تم ہفت ہزاری منصب پر فائز کیے گئے، تمہاری جاگیر میں دوگنا اضافہ کیا گیا!

قلی خاں نے سر جھکا کر عرض کیا۔

غلام زندگی کی آخری سانس تک جادۂ وفا سے منحرف ہوگا!

شہنشاہ نے اس کے سر پر شفقت سے ہاتھ رکھا، اور فرمایا:

ہمیں تم سے یہی توقع ہے۔

◆ ◆ ◆ ◆ ◆

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

عظیم مسلم شخصیات کی زندگی پر مستند کتابیں

ان کتابوں کے بغیر آپ کی بھی لائبریری نامکمل ہے!

حیات محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	محمد حسین ہیکل
حیات حضرت ابراہیم علیہ السلام	محمد رضی الاسلام ندوی
حیاتِ حضرت خضر علیہ السلام	حافظ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ
حضرت ذوالقرنین علیہ السلام (مع قصہ یاجوج ماجوج)	نوید احمد ربانی
حیات سیدنا عیسیٰ علیہ السلام	کامران اعظم سوہدروی
حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	محمد حسین ہیکل
حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ	محمد حسین ہیکل
حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ	محمد حسین ہیکل
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ	ڈاکٹر طٰہٰ حسین
سیرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا	حافظ ناصر محمود
حضرت اویس قرنی رحمۃ اللہ علیہ	حافظ ناصر محمود
حضرت رابعہ بصری رحمۃ اللہ علیہا	حافظ ناصر محمود
حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ	کامران اعظم سوہدروی
حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ	کامران اعظم سوہدروی
حضرت عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ	راجہ طارق محمود نعمانی
حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ	راجہ طارق محمود نعمانی
حضرت شمس تبریز رحمۃ اللہ علیہ مع دیوانِ شمس تبریز	راجہ طارق محمود نعمانی
سوانح مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ	علامہ شبلی نعمانی
حضرت امام فخرالدین رازی رحمۃ اللہ علیہ	مولانا عبدالسلام ندوی

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

عظیم تاریخی شخصیات | **شاہکار سوانح عمریاں**

ان کتابوں کو اپنی لائبریری کی زینت بنایئے!

حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ	(فاتح مصر)	ڈاکٹر حسن ابراہیم حسن
حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ	(اللہ کی تلوار)	صادق حسین صدیقی سردھنوی
محمد بن قاسم	(فاتح سندھ)	صادق حسین صدیقی سردھنوی
طارق بن زیاد	(فاتح اُندلس)	صادق حسین صدیقی سردھنوی
سلطان محمود غزنوی	(بت شکن)	صادق حسین صدیقی سردھنوی
عماد الدین زنگی	(عظیم فاتح)	صادق حسین صدیقی سردھنوی
غازی علم الدین شہید رحمۃ اللہ علیہ	(عاشقِ رسول ﷺ)	عبدالرشید عراقی
صلاح الدین ایوبی	(فاتح بیت المقدس)	ہیرلڈ لیم/مترجم: محمد یوسف عباسی
امیر تیمور	(جس نے دُنیا ہلا ڈالی)	ہیرلڈ لیم/مترجم: محمد عنایت اللہ
چنگیز خان	(وحشت اور جنون کا نشان)	ہیرلڈ لیم/مترجم: سیّد ذیشان نظامی
سقراط	(عظیم فلسفی)	کورا میسن/مترجم: آنسہ صبیحہ حسن
سکندر اعظم	(عظیم فاتح)	انجم سلطان شہباز
شیر شاہ سوری	(شیر دل بادشاہ)	انجم سلطان شہباز
سلطان محمد فاتح	(فاتح قسطنطنیہ)	ڈاکٹر محمد مصطفےٰ صفوت
حیدر علی	(سلطنت خداداد کا بانی)	نریندر کرشن سنہا
خلیفہ ہارون الرشید	(پانچویں عباسی خلیفہ)	راجہ طارق محمود نعمانی
ابن خلدون	(مورخ، فقیہ، فلسفی اور سیاستدان)	ڈاکٹر طٰہٰ حسین
عمر خیام	(فارسی شاعر اور فلسفی)	سیّد سلیمان ندوی
امیر خسرو	(فارسی و ہندی شاعر، ماہر موسیقی)	سیّد صباح الدین عبدالرحمٰن

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

بچوں اور بڑوں میں یکساں مقبول اقوال، حکایات، واقعات پر مبنی

زندگی سنوارنے والی سبق آموز کتابیں

قرآنی بکھرے موتی	مرتب: علی اصغر
جنت کے حسین مناظر	مرتب: علی اصغر
ذکر اللہ والوں کے	مرتب: محمد فیروز
اقوال علی رضی اللہ عنہ کا انسائیکلوپیڈیا	مرتب: محمد مغفور الحق
شیخ سعدی کی باتیں	مرتب: محمد مغفور الحق
حکایات سعدی	شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ
حکایات رُومی	مولانا جلال الدین رُومی رحمۃ اللہ علیہ
روحانی حکایات	مولانا عبد المصطفیٰ اعظمی رحمۃ اللہ علیہ
حکایات لقمان (سوانح حیات مع حکایات و واقعات)	کامران اعظم سوہدروی
سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا انسائیکلوپیڈیا (کوئز بک)	مرتب: سید ذیشان نظامی
فن تقریر (انعام یافتہ تقاریر)	پروفیسر نوید اے کیانی
گفتگو تقریر ایک فن	ڈیل کارنیگی
پریشان ہونا چھوڑیے جینا سیکھیے!	ڈیل کارنیگی
میٹھے بول میں جادو ہے	ڈیل کارنیگی
کامیاب لوگوں کی دلچسپ باتیں	ڈیل کارنیگی
39 بڑے آدمی	ڈیل کارنیگی
مانیں نہ مانیں	ڈیل کارنیگی
موت کا منظر (مرنے کے بعد کیا ہوگا؟)	خواجہ محمد اسلام
کلیات اقبال رحمۃ اللہ علیہ	علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ
مکالماتِ اقبال (علامہ اقبال کی زندگی کے سنہرے واقعات)	پروفیسر سعید راشد علیگ
تذکرۂ اقبال	پروفیسر سعید راشد علیگ

ناشران: بُک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بُک سٹریٹ جہلم پاکستان

اقبالیات کے موضوع پر

خوبصورت اور معیاری کتابیں

کتاب	مصنف
کلیات اقبال رحمۃ اللہ علیہ (آرٹ پیپر، ڈیلکس ایڈیشن)	ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ پہلی مرتبہ علامہ اقبال کے نایاب تصویری البم کے ساتھ
بانگ درا	ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ
بالِ جبریل	ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ
ضربِ کلیم	ڈاکٹر علامہ محمد اقبال رحمۃ اللہ علیہ
شرح شکوہ، جواب شکوہ	فرہنگ و شرح: حافظ حامد محمود
فلسفۂ عجم "The Development of Metaphysics in Persia" کا سلیس اُردو ترجمہ	ڈاکٹر علامہ محمد اقبال / مترجم: میر ولی الدین
خطباتِ اقبال (تلخیص) "The Reconstruction of Religious Thought in Islam" کا سلیس اُردو ترجمہ اور تلخیص	ڈاکٹر علامہ محمد اقبال / مترجم: ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم
فکرِ اقبال	ڈاکٹر خلیفہ عبدالحکیم
اقبال کا نظریۂ خودی	پروفیسر عبدالمغنی
مکالماتِ اقبال رحمۃ اللہ علیہ (سنہرے واقعات)	پروفیسر سعید راشد علیگ
تذکرۂ اقبال رحمۃ اللہ علیہ (مستند سوانح حیات)	پروفیسر سعید راشد علیگ
علامہ اقبال کی باتیں	مرتب: ابو امامہ
بچوں کا اقبال	مرتب: ابو امامہ

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

بُک کارنر شوروم

بالمقابل اقبال لائبریری، بک سٹریٹ، جہلم پاکستان

Ph:0544-614977-0321-5440882-0323-5777931

WWW.BOOKCORNER.COM.PK

بچوں کیلئے دلچسپ اور سبق آموز کتابیں

حکایات وواقعات، اصلاحی کہانیاں، پہیلیاں، نظمیں، معلومات، اقوال زریں اور بہت کچھ!!

- ○ بچوں کی دلچسپ کہانیاں
- ○ بچوں کی اچھی اچھی کہانیاں
- ○ حاتم طائی کی کہانیاں
- ○ سعدی کی کہانیاں
- ○ رومی کی کہانیاں
- ○ انوار سہیلی کی کہانیاں
- ○ کلیلہ ودمنہ کی کہانیاں
- ○ سند باد جہازی کی کہانیاں
- ○ ٹارزن کی بہترین کہانیاں
- ○ عمرو عیار کی بہترین کہانیاں
- ○ امیر حمزہ کی کہانیاں
- ○ الف لیلیٰ کی کہانیاں
- ○ سیرۃ النبی ﷺ بچوں کیلئے
- ○ بچوں کی اسلامی کہانیاں
- ○ بچوں کی سبق آموز کہانیاں
- ○ ایک دفعہ کا ذکر ہے......
- ○ ایک کہاوت ایک کہانی
- ○ بچوں کی نظمیں اور پہیلیاں
- ○ بچوں کی لوریاں
- ○ جنگل کہانیاں
- ○ بچوں کی تاریخی کہانیاں
- ○ نامور ادیبوں کی بہترین کہانیاں
- ○ نانی کی سنائی ہوئی سات کہانیاں
- ○ بچوں کا علمی انسائیکلوپیڈیا

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

HAYAT-E-HAZRAT ZULQARNAIN & GOG MAGOG

حیاتِ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام

اور یاجوج ماجوج

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

کتاب کی چند نمایاں خصوصیات

○ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کے مفصل سوانح حیات پر اُردو زبان کی پہلی کتاب

○ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی عدل بھری سلطنت کا دلکش تذکرہ

○ سدِ ذوالقرنین کے متعلق محدثین کے صحیح منہج کی نشاندہی

○ یاجوج ماجوج کے تفصیلی حالات وواقعات کے ساتھ ساتھ ان کے متعلق نامور علماء اور جدید مفکرین کی آراء کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ اور صحیح نکتہ نظر کی نشاندہی

○ قصہ ذوالقرنین علیہ السلام میں اُمتِ محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے سبق آموز باتیں

○ قصہ ذوالقرنین علیہ السلام سے ماخوذ دورِ حاضر کے چند مسائل کا حل

○ احادیث وواقعات کی مکمل تحقیق وتخریج

○ حضرت ذوالقرنین علیہ السلام کی شخصیت سے منسلک نایاب رنگین تصاویر سے مزین

مصنف: نوید احمد ربانی / تحقیق وتخریج: عبداللہ صدیق

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ۭ وَمَنْ يَّشْكُرْ
فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ⑫

''اور ہم نے لقمان کو دانائی عطا کی تھی، (اور اُن سے کہا تھا) کہ اللہ کا شکر کرتے رہو۔ اور جو کوئی اللہ کا شکر ادا کرتا ہے، وہ خود اپنے فائدے کیلئے شکر کرتا ہے، اور اگر کوئی ناشکری کرے تو اللہ بڑا بے نیاز ہے، بذاتِ خود قابلِ تعریف!''

(لقمان ۳۱:۱۲)

حکایاتِ لقمان رحمہ اللہ

حالات و واقعات، پند و نصائح اور حکمت سے بھرپور باتیں

تالیف:
کامران اعظم سوہدروی

نظرثانی و تسہیل:
سیّد اشرف حسین رضوی
(ایم اے ہسٹری)

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران:
بُک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری
بُک سٹریٹ جہلم پاکستان
فون نمبر 0544-614977
فون نمبر 0544-621953
موبائل 0323-5777931
موبائل 0321-5440882
Join us on Facebook: www.facebook.com/bookcornershowroom

شارح
سید علی حیدر نظم طباطبائی

مرتبہ
ظفر احمد صدیقی

شرح دیوانِ غالب

(اُردو)

سیّد علی حیدر نظم طباطبائی پہلے شخص ہیں جنہوں نے غالبؔ کے متداول دیوان کی مکمل شرح لکھی ہے۔ ان سے پہلے دیوانِ غالب کی جتنی شرحیں لکھی گئی تھیں وہ جزوی تھیں۔ طباطبائی کی شرح، اوّلیت کے علاوہ اور بھی کئی پہلوؤں سے اہمیت کی حامل ہے۔ اس میں سب سے اہم بات یہ ہے کہ اس کے مصنف عربی و فارسی کے متبحر عالم اور ان دونوں زبانوں کی شعری روایت اور اصول نقد سے پوری طرح واقف تھے۔ اس کے ساتھ ہی نکتہ سنجی و سخن فہمی سے بھی انہیں بہرۂ وافر ملا تھا۔ اس لئے انہوں نے مشرقی شعریات کو ذہن میں رکھ کر یہ شرح تصنیف کی، نیز مختلف اشعار کی شرح کے دوران سخن فہمی کے عمدہ نمونے پیش کئے ہیں۔ ظفر احمد صدیقی نے نظم طباطبائی کے علم و عرفان کے تعلق سے جن خوبیوں کا ذکر کیا ہے ان میں سے کئی خوبیاں خود اُن میں بھی موجود ہیں۔ اگر نکتہ سنجی اور سخن فہمی نظم طباطبائی کا خاصہ ہے تو یہ صدیقی صاحب کا بھی وصف خاص ہے۔ عربی و فارسی سے واقفیت اور مشرقی شعریات کا شعور و ادراک طباطبائی اور ظفر احمد صدیقی دونوں میں قدرِ مشترک کی حیثیت رکھتا ہے۔ یکسانیت کے ان روشن پہلوؤں کو ذہن میں رکھتے ہوئے "شرح دیوان غالب" کی تدوینِ نو کے لئے پروفیسر ظفر احمد صدیقی سے بہتر شخص خیال میں نہیں آتا۔ (شاہد حمید/ ناشر)

نفیس طباعت، اعلیٰ کاغذ، خوبصورت سرورق اور مضبوط بائنڈنگ

ناشران: بک کارنر شوروم بالمقابل اقبال لائبریری بک سٹریٹ جہلم پاکستان

خوبصورت اور معیاری کتابیں

ALAH-UD-DIN AYUBI
صلاح الد

SULTAN MUHAMMAD FATEH
سلطان محمد فاتح

نایاب تاریخی تصاویر کے ساتھ

TAMERLANE: THE EARTH SHAKER
امیر تیمور
DESIGNED BY ABU

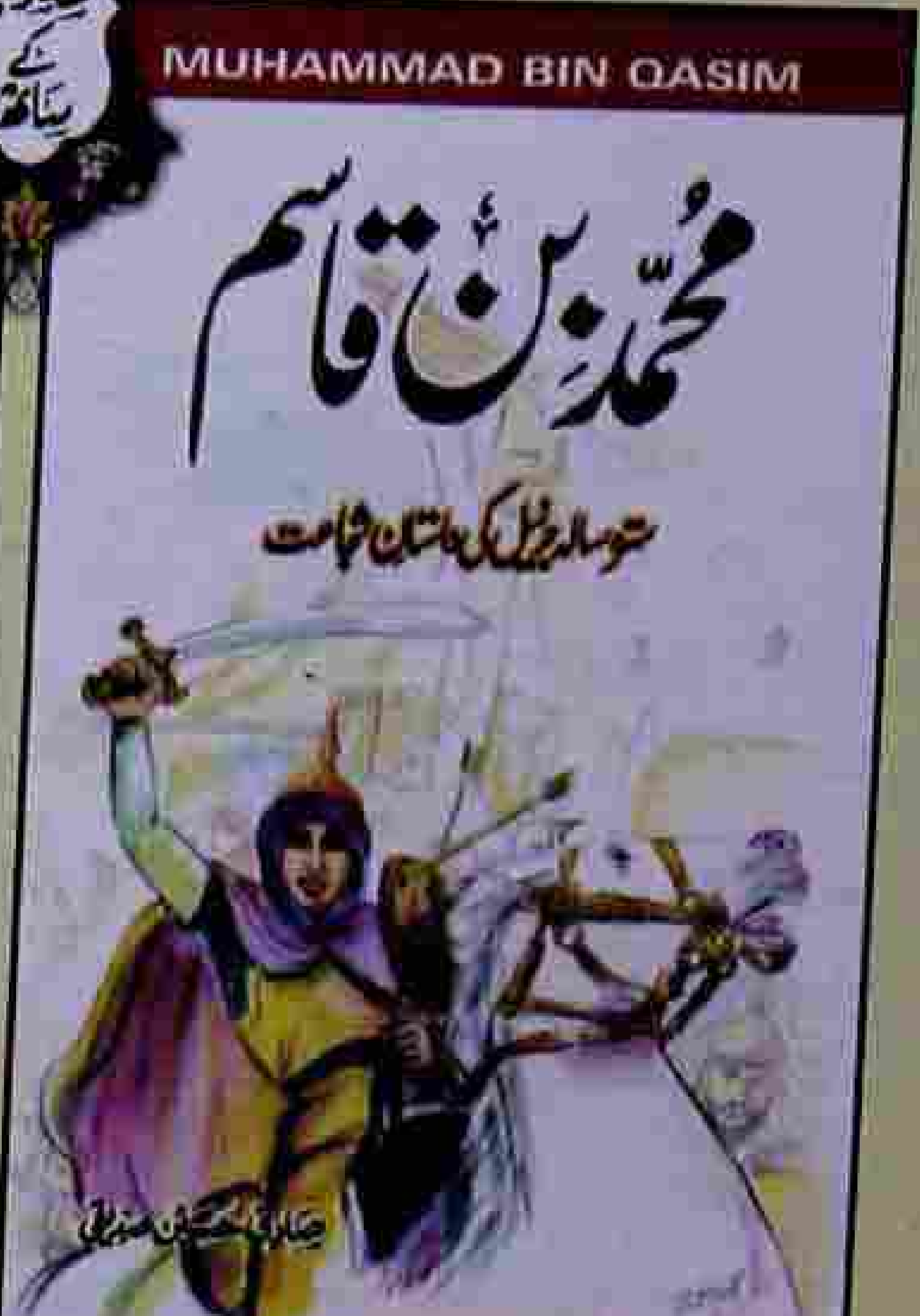
MUHAMMAD BIN QASIM
محمد بن قاسم
سترہ سالہ جرنیل کی داستان شجاعت

Rs. 600.00